فتاویٰ امن پوری

Part 551-575

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا ابلیس کی کنیت ابو مرہ ہے؟

جواب: ایسا کچھ ثابت نہیں، ممکن ہے کہ کسی اسرائیلی روایت میں ہو۔

سوال: اللہ کے خوف اور خشیت میں کیا فرق ہے؟

جواب: خوف اور خشیت کا معنی ایک ہی ہے، البتہ خشیت میں خوف کے ساتھ ساتھ تعظیم بھی پائی جاتی ہے۔

سوال: سونے کے اذکار کب پڑھے جائیں؟

جواب: سونے کے اذکار عشاء کے بعد سونے سے پہلے پڑھے جائیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ فِي الصَّلَاةِ .

”نماز میں ہاتھوں کو روکے رکھو۔“

جواب: یہ روایت علمائے احناف نے اپنی کتابوں میں ذکر کی ہے۔

(شرح مُختصر الطّحاوي للجَصّاص الحنفي : 577/1، المَبسوط للسّرخسي : 31/1، بدائع الصّنائع للكاساني الحنفي :216/1)

روایت بے سند ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَہُ . ”میں اس روایت (کی سند) پر مطلع نہیں ہو سکا۔“

(التّنبیه علی أحادیث الهِدایة والخُلاصة، ص 158)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَفَسَّحُوا فِي سُجُودِكُمْ، وَلَا تَجْعَلُوا ظُهُورَكُمْ كَآخِيَةِ الدَّوَابِّ .

”سجدوں میں کشادگی کریں، اپنی پیٹھ کو جانوروں کی اس حلقہ دار رسی کی طرح مت بنائیں، جو زمین یا دیوار میں گڑی ہوتی ہے۔“

(الغرائب المُلتقطة لابن حجر : 522/3)

جواب: روایت ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن ابی واسع ابو اُمیہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات: ۶۱۲/۷“ میں ذکر کیا ہے۔

② عبداللہ بن وہب مصری کا عنعنہ ہے۔

سوال: کیا عون بن عبداللہ کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ہے؟

جواب: عون کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع و لقاء نہیں۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ لَمْ يَلْقَ ابْنَ مَسْعُودٍ .

”عون بن عبداللہ بن عتبہ کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لقاء نہیں۔“

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 261، 1270)

✿ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، مُرْسَلٌ .

”عون بن عبداللہ کی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔“

(سؤالات البَرقاني : 385)

سوال: ایک شخص نے رمضان میں اذان فجر سے ذرا پہلے بیوی سے ہم بستری شروع کی اور اذان کے درمیان تک ہم بستری کرتا رہا، اس کے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب طلوع فجر کا یقین ہو گیا، تو اس کے بعد روزے کا وقت شروع ہو چکا ہے، لہٰذا اس کے بعد ہم بستری کرنا جائز نہیں، مذکورہ صورت میں اس کا روزہ فاسد ہو چکا ہے، اس پر ظہار والا کفارہ ہے، یعنی ایک غلام آزاد کرنا، اس کی عدم دستیابی کی صورت میں دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنا، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو، تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : قَدْ هَلَكْتُ قَالَ : وَمَا شَأْنُكَ؟ قَالَ : وَقَعْتُ عَلٰى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ فَقَالَ : أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُعْتِقَ رَقَبَةً؟ قَالَ : لَا قَالَ : أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ : لَا قَالَ : أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟ قَالَ : لَا، قَالَ : اجْلِسْ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ وَّالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ الضَّخْمُ فَقَالَ : خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ، قَالَ : عَلٰى أَفْقَرِ مِنَّا فَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ

بَيْتٍ أَفْقَرَ مِنَّا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهٗ قَالَ : خُذْ هٰذَا وَأَطْعِمْهُ عِيَالَكَ .

''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: میں ہلاک ہو گیا ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں رمضان (روزہ کی حالت) میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا آپ غلام آزاد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں؟ عرض کیا: نہیں! آپ ﷺ نے پوچھا: کیا آپ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہیں؟ عرض کیا: نہیں! پوچھا: کیا آپ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: بیٹھ جائیے، اتنے میں نبی کریم ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک بڑا ٹوکرا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے لیں اور صدقہ کر دیں۔ اس نے کہا: کیا ایسے گھرانے پر صدقہ کروں، جو ہم سے زیادہ ضرورت مند ہے؟ ان دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان (یعنی مدینہ میں) ہمارے گھر سے زیادہ کوئی محتاج نہیں۔ (یہ سن کر) نبی کریم ﷺ اس قدر مسکرائے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں اور فرمایا: اسے لے جائیں اور اپنے اہل وعیال کو کھلا دے۔''

(صحيح البخاري : 1936، صحيح مسلم : 1111، المُنتقٰى لابن الجارود : 384)

سوال: ایک علاقہ میں قحط سالی ہے، انہوں نے نماز استسقاء کا ارادہ کیا اور ایک وقت مقرر کر لیا، اعلان کر دیا گیا، مگر مقررہ وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے خوب بارش ہو گئی، کیا اب نماز استسقاء پڑھی جائے گی؟

جواب: اب چونکہ بارش ہو چکی ہے، لہٰذا اس وقت نماز استسقاء نہیں۔

سوال: درج ذیل حدیث کے مطابق گھر میں کتا رکھنا ممنوع ہے، تو کیا شکاری کتا رکھنا بھی ممنوع ہے اور اس سے بھی گھر میں فرشتہ نہیں آتا؟

❁ سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ .

”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کتا اور تصویر ہو۔“

(صحيح البخاري : 3322، صحيح مسلم : 2106)

جواب: اس وعید سے شکاری کتا مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ دیگر احادیث میں ذکر ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا، لَيْسَ بِكَلْبِ مَاشِيَةٍ، أَوْ ضَارِيَةٍ، نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهٖ قِيرَاطَانِ .

”جس نے ایسا کتا رکھا، جو مویشیوں کی دیکھ بھال کے لیے بھی نہ تھا اور نہ وہ شکار کے لیے رکھا گیا تھا، تو اس کے اعمال سے دو قیراط کم ہو جاتے ہیں۔“

(صحيح البخاري : 5480، صحيح مسلم : 1574)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا، إِلَّا كَلْبَ زَرْعٍ، أَوْ غَنَمٍ، أَوْ صَيْدٍ، يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ .

”جس نے کتا رکھا، اس کے اجر و ثواب سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے، سوائے اس کتے کے، جو کھیتی، ریوڑ یا شکار کے لیے رکھا گیا ہو۔“

(صحيح مسلم : 1574)

سوال: بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے، شوہر کے ذمہ یا بیوی کے؟

جواب: بیوی کے زیور کی زکوٰۃ بیوی کے ذمہ ہے، کیونکہ بیوی ہی زیور کی مالکہ ہے۔ البتہ اگر شوہر زکوٰۃ ادا کر دے، تو بیوی کی طرف سے ادا ہو جائے گی، اگر دونوں ادا نہ کریں، تو بیوی گناہ گار ہوگی۔

سوال: ایک شخص کے جرابوں پر مسح کی مدت ختم ہوگئی، مگر اسے یاد نہیں، اس نے مزید دو نمازیں مسح کر کے پڑھ لیں، بعد میں یاد آیا، اب کیا حکم ہے؟

جواب: مسح کی مدت ختم ہونے کے بعد جتنی نمازیں پڑھی ہیں، ان کا اعادہ ضروری ہے، کیونکہ اسے شرعاً کامل طہارت حاصل نہیں ہوئی تھی اور بغیر طہارت نماز نہیں۔

سوال: کیا نماز خوف کے لیے بھی وضو شرط ہے؟

جواب: وضو ہر نماز کے لیے شرط ہے، نماز خوف میں بھی وضو ضروری ہے، البتہ اگر پانی دستیاب نہیں، تو تیمّم کر کے نماز پڑھے گا، اگر پاک مٹی دستیاب نہیں، تو بغیر وضو نماز خوف ادا کی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا عبدالناصر نام رکھنا جائز ہے؟

جواب: اجتناب بہتر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الناصر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خیر الناصرین کا لفظ استعمال کیا ہے، مگر یہ بطور خبر ہے یا واقعی میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟ اس بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ عبدالناصر نام نہ رکھا جائے، البتہ صرف ناصر نام رکھا جا سکتا ہے۔

سوال: ایک غریب طالب علم ہے، اسے زنا کا خوف ہے، وہ شادی کرنا چاہتا ہے، مگر شادی کے بنیادی اخراجات کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں، کیا اسے زکوٰۃ کی مد سے

رقم دی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، دینی طالب علم کی شادی پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔ شادی بنیادی ضرورت ہے۔

سوال: نفلی روزہ کے دوران بیوی سے ہم بستری کر لی، کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ باطل ہو گیا، ان پر روزہ کی قضا مستحب ہے، ضروری نہیں، نیز کوئی کفارہ بھی نہیں۔

سوال: ایک شخص نے ایام حج میں عمرہ کیا، پھر واپس آ گیا، پھر سات ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ کر مکہ چلا گیا اور حج کیا، کیا اس شخص کا حج تمتع صحیح ہے؟

جواب: جی ہاں، یہ حج تمتع صحیح ہے، کیونکہ حج تمتع میں عمرہ کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے، محرم حلال ہو جاتا ہے، اب وہ حج کا احرام باندھنے تک جو مرضی کرے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کا علم دیا گیا تھا، مگر آپ ﷺ نے اُمت کو نہیں بتایا، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: قیامت کب وقوع پذیر ہو گی، اس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اس نے مخلوق میں کسی کو یہ علم نہیں دیا۔ نبی کریم ﷺ کو بھی وقوع قیامت کا علم نہ تھا، البتہ آپ ﷺ کو قیامت کے وقوع کی نشانیاں بتائی گئی تھیں، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو بتا دیا۔ قیامت کس دن، کس مہینے، کس سال اور کس صدی میں آئے گی، اس کا علم خالق نے کسی کو نہیں دیا۔ یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا، مگر آپ ﷺ نے اُمت کو نہیں بتایا، بے حقیقت اور بے دلیل بات ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَاهَرَ بِالْكَذِبِ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي فِي زَمَانِنَا الْعِلْمَ وَهُوَ يَتَشَبَّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْلَمُ مَتٰى تَقُومُ السَّاعَةُ قِيلَ لَهٗ : فَقَدْ قَالَ في حَدِيثِ جِبْرِيلَ : مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، فَحَرَّفَهٗ عَنْ مَّوْضِعِهٖ وَقَالَ مَعْنَاهُ أَنَا وَأَنْتَ نَعْلَمُهَا .وَهٰذَا مِنْ أَعْظَمَ الْجَهْلِ وَأَقْبَحِ التَّحْرِيفِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمُ بِاللّٰهِ مِنْ أَنْ يَّقُولَ لِمَنْ كَانَ يَظُنُّهٗ أَعْرَابِيًّا أَنَا وَأَنْتَ نَعْلَمُ السَّاعَةَ إِلَّا أَنْ يَقُولَ هٰذَا الْجَاهِلُ إِنَّهٗ كَانَ يَعْرِفُ أَنَّهٗ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الصَّادِقُ فِي قَوْلِهٖ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا جَاءَ نِي فِي صُورَةٍ إِلَّا عَرَفْتُهٗ غَيْرَ هٰذِهِ الصُّورَةِ .وَفِي اللَّفْظِ الْآخَرِ : مَا شُبِّهَ عَلَيَّ غَيْرُ هٰذِهِ الْمَرَّةِ .وَفِي اللَّفْظِ الْآخَرِ : رُدُّوا عَلَيَّ الْأَعْرَابِيَّ فَذَهَبُوا فَالْتَمَسُوا فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا، وَإِنَّمَا عَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ جِبْرِيلُ بَعْدَ مُدَّةٍ كَمَا قَالَ عُمَرُ : فَلَبِثْتُ مَلِيًا، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ، وَالْمُحَرِّفُ يَقُولُ : عَلِمَ وَقْتَ السُّؤَالِ أَنَّهٗ جِبْرِيلُ وَلَمْ يُخْبِرِ الصَّحَابَةَ بِذٰلِكَ إِلَّا بَعْدَ مُدَّةٍ .ثُمَّ قَوْلُهٗ فِي الْحَدِيثِ : مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ

السَّائِلِ، يَعُمُّ كُلَّ سَائِلٍ وَّمَسْؤُولٍ فَكُلُّ سَائِلٍ وَّمَسْؤُولٍ عَنْ هٰذِهِ السَّاعَةِ شَأْنَهُمَا كَذٰلِكَ .وَلٰكِنَّ هٰؤُلاءِ الْغُلَاةَ عِنْدَهُمْ أَنَّ عِلْمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْطَبِقٌ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ فَكَلُّ مَا يَعْلَمُهُ اللّٰهُ يَعْلَمُهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَقُولُ : ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾، وَهٰذَا فِي (بَرَاءَ ةٍ) وَهُوَ فِي أَوَاخِرِ (بَرَاءَ ةٍ) وَهِيَ مِنْ أَوَاخِرِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ هٰذَا وَالْمُنَافِقُونَ جِيرَانُهٗ فِي الْمَدِينَةِ، وَمِنْ هٰذَا حَدِيثُ عُقْدِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا أَرْسَلَ فِي طَلَبِهٖ فَأَثَارُوا الْجَمَلَ فَوَجَدُوهُ، وَمِنْ هٰذَا حَدِيثُ تَلْقِيحِ النَّخْلِ وَقَالَ : مَا أَرٰى لَوْ تَرَكْتُمُوهُ يَضُرُّهٗ شَيْءٌ، فَتَرَكُوهُ فَجَارَ شَيْصًا فَقَالَ : أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِدُنْيَاكُمْ .وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾، وَقَالَ : ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ وَلَمَّا جَرٰى لِأُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ مَا جَرٰى وَرَمَاهَا أَهْلُ الْإِفْكِ بِمَا رَمُوهَا بِهٖ لَمْ يَكُنْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ حَقِيقَةَ الْأَمْرِ حَتّٰى جَاءَ هُ الْوَحْيُ مِنَ اللّٰهِ بِبَرَاءَ تِهَا،

وَعِنْدَ هٰؤُلاءِ الْغُلاةِ أَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ كَانَ يَعْلَمُ الْحَالَ عَلٰى حَقِيقَتِهٖ بِلَا رَيْبَةَ وَاسْتَشَارَ النَّاسَ فِي فِرَاقِهَا وَدَعَا الْجَارِيَةَ فَسَأَلَهَا وَهُوَ يَعْلَمُ الْحَالَ وَقَالَ لَهَا : إِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ، وَهُوَ يَعْلَمُ عِلْمًا يَّقِينًا أَنَّهَا لَمْ تَلَمْ بِذَنْبٍ، وَلَا رَيْبَ أَنَّ الْحَامِلَ لِهٰؤُلَاءِ عَلٰى هٰذَا اللَّغْوِ إِنَّمَا هُوَ اعْتِقَادُهُمْ أَنَّهٗ يُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ وَكُلَّمَا غَلُوا وَزَادُوا غُلُوًّا فِيهِ كَانُوا أَقْرَبَ إِلَيْهِ وَأَخَصَّ بِهٖ فَهُمْ أَعْصَى النَّاسِ لِأَمْرِهٖ وَأَشَدُّهُمْ مُخَالَفَةً لِسُنَّتِهٖ وَهٰؤُلَاءِ فِيهِمْ شَبَهٌ ظَاهِرٌ مِنَ النَّصَارَى الَّذِينَ غَلُوا فِي الْمَسِيحِ أَعْظَمَ الْغُلُوِّ وَخَالَفُوا شَرْعَهٗ وَدِينَهٗ أَعْظَمَ الْمُخَالَفَةِ، وَالْمَقْصُودُ أَنَّ هٰؤُلاءِ يُصَدِّقُونَ بِالْأَحَادِيثِ الْمَكْذُوبَةِ الصَّرِيحَةِ وَيُحَرِّفُونَ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ عَنْ مَوَاضِعِهَا لِتَرْوِيجِ مُعْتَقَدَاتِهِمْ .

”آج کل بعض نام نہاد علما دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو وقوع قیامت کا علم تھا، ان سے کہا گیا کہ حدیث جبریل میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا تھا کہ میں بھی اس مسئلہ میں جبریل کی طرح ہوں۔ (صحیح مسلم:۹۳) تو معنوی تحریف کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اس سے مراد یہ تھی کہ میں اور جبریل دونوں اس کا علم رکھتے ہیں، یہ سب سے بڑی جہالت اور قبیح ترین تحریف ہے۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ، ایک ایسے شخص کو، جسے لوگ بدوی خیال

کررہے تھے، کیسے کہہ سکتے تھے کہ میں اور آپ دونوں قیامت کو جانتے ہیں؟ ممکن ہے کہ یہ لوگ کہہ دیں کہ آپ ﷺ جبریل کو پہچان رہے تھے، لیکن اپنے اس فرمان میں سچے تھے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جبریل کسی بھی صورت میں آئے، تو میں نے پہچان لیے، مگر میں اس صورت میں انہیں نہیں پہچان سکا۔ (مسند الامام احمد : ۱/۵۳، وسندہ صحیح) ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: جبریل علیہ السلام کسی بھی شکل میں مجھ پر مشتبہ نہیں ہوئے، سوائے اس مرتبہ کے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱، صحیح ابن حبان: ۱۷۳، وسندہ صحیح) ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے (جبریل علیہ السلام کے جانے کے بعد) فرمایا: اس بدوی کو میرے پاس واپس لائیے۔ صحابہ کرام گئے اور تلاش کیا، لیکن وہ مل نہ سکے۔ (صحیح بخاری: ۵۰، ۴۷۷۷، صحیح مسلم: ۹۷) یقیناً نبی اکرم ﷺ کو جبریل علیہ السلام کے بارے میں ایک عرصہ بعد معلوم ہوا تھا، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایک عرصہ انتظار کرتا رہا، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! معلوم ہے کہ سوال کرنے والا کون تھا؟ (صحیح مسلم: ۹۳) جبکہ حدیث میں تحریف معنوی کرنے والوں کا کہنا ہے کہ سوال کرتے وقت ہی رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ جبریل ہیں، لیکن آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ایک عرصہ بعد یہ بات بتائی تھی۔ پھر اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے، وہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ (صحیح مسلم: ۹۳) یہ بات عام ہے، ہر وہ شخص جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا جائے اور ہر وہ شخص جو سوال کرے دونوں کی حالت

یہی ہوتی ہے (کہ انہیں قیامت کے بارے میں علم نہیں ہوتا)۔ جبکہ ان کے غالی موقف کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم پر منطبق ہو گیا ہے۔ ان کے بقول ہر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اسے رسول اللہ ﷺ بھی جانتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾(التوبة : ١٠١) ''تمھارے آس پاس جو دیہاتی ہیں، ان میں بعض منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ اے نبی! انھیں آپ نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں۔'' یہ فرمانِ باری تعالیٰ سورت برائت میں ہے اور سورت برائت کے بھی آخر میں، سورت برائت قرآنِ کریم کے ان مقامات میں سے ہے، جو آخر میں نازل ہوئے۔ یہ اس وقت کی حالت ہے، جب منافقین مدینہ میں آپ کے پڑوس میں رہتے تھے۔ اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے گم ہونے کا واقعہ ہے، آپ ﷺ نے ہار تلاش کرنے کے لیے صحابہ کو بھیجا۔ پھر جب اونٹ کو اٹھایا گیا، تو ہار اسی کے نیچے سے مل گیا۔ (صحیح بخاری : ٤٧٥) اسی طرح کھجوروں کی پیوند کاری والی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مدینہ سے فرمایا : میرا نہیں خیال کہ آپ پیوند چھوڑیں، تو کوئی نقصان ہو۔ اہل مدینہ نے پیوند چھوڑ دی، تو پھل کم آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: آپ دنیاوی معاملات مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ (صحیح مسلم:١٨٣٦) اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے:﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾(الأنعام : ٥٠) ''(نبی!) کہہ دیجیے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ

میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ میں غیب بھی نہیں جانتا۔'' نیز فرمایا: ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ (الأعراف : ۱۸۸) ''میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا۔'' جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک حقیقت معلوم نہ ہوئی جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے برائت نازل نہیں ہوئی۔ ان غالیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال کا علم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور لونڈی (بریرہ رضی اللہ عنہا) کو بلا کر پوچھ گچھ کی، حالانکہ آپ کو ساری صورت حال معلوم تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ اگر گناہ ہو گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں۔ (صحیح بخاری : ۴۷۵۰)، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا!!! ان لوگوں کو ایسی لغو باتیں کرنے پر اس عقیدے نے آمادہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گناہ معاف کر دیں گے اور ان کو جنت میں داخل کر دیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ جتنا غلو کریں گے، اتنا زیادہ آپ کے مقرب اور خاص بن جائیں گے، حالانکہ یہ لوگ سب لوگوں سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر اور آپ کی سنتوں کے مخالف و نافرمان ہیں۔ یہ لوگ واضح طور پر ان نصاریٰ سے مشابہت رکھتے ہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت زیادہ غلو سے کام لیا اور ان کی شریعت کی بہت زیادہ مخالفت کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے فاسد عقائد کو رواج دینے کے لیے یہ لوگ واضح جھوٹی احادیث کی تصدیق کرتے ہیں، جبکہ صحیح احادیث میں تحریف

معنوی کرتے ہیں۔''

(المَنار المُنیف، ص 81-84)

سوال: مسجد کے اندر ڈیجیٹل گھڑی لگائی جاتی ہے، جو بول کر نماز اور اذان کے اوقات بتاتی ہے، کیا ایسی گھڑیاں لگانا بدعت ہے؟

جواب: بدعت نہیں ہے، بدعت دین میں نیا کام جاری کرنے کو کہتے ہیں، جبکہ ڈیجیٹل گھڑی سہولت ہے، جس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، نیز اس میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں ہے۔

سوال: نماز پڑھ لی، بعد میں معلوم ہوا کہ قبلہ دوسری سمت تھا، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز صحیح ہے، اگر جانتے بوجھتے ایسا کرے، تو نماز نہیں۔

سوال: غرم اللہ نام رکھنا کیسا ہے؟

جواب: ''غرم'' عطیہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، لہٰذا غرم اللہ نام میں حرج نہیں۔

سوال: محرم کے لیے خوشبودار صابن استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: اجتناب کرے۔

سوال: بغیر عذر ظہر اور عصر کو جمع کرنا کیسا ہے؟

جواب: خلاف سنت ہے۔ ہر نماز کا مقررہ وقت ہے، بغیر شرعی عذر کے انہیں مؤخر کرنا جائز نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ (النساء : ١٠٣)

''یقیناً نماز مومنوں کے لئے وقت مقررہ پر فرض ہے۔''

سوال: ایک شخص جمعہ کے دن دوسری اذان کے وقت مسجد میں داخل ہوا، اب وہ دو رکعت پڑھے یا پہلے اذان کا جواب دے؟

جواب: اسے اختیار ہے، مگر بہتر ہے کہ پہلے اذان کا جواب دے، پھر دو رکعت پڑھے، یوں وہ دونوں فضیلتیں حاصل کر لے گا۔

سوال: گھر کی گھنٹی (Door Bell) میں موسیقی کی آواز ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی (Door Bell) لگانا جائز نہیں۔ اسے تبدیل کرنا ضروری ہے۔

سوال: کیا نکاح نصف دین ہے؟

جواب: اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ البتہ نکاح کرنا دین کا حصہ ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند صحابہ ازواج مطہرات کے پاس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال معلوم کیے، تو انہوں نے اپنے تئیں یہ خیال کیا کہ ہماری عبادت تو قلیل ہے، ان میں سے ایک کہنے لگا: میں ساری رات قیام کروں گا، دوسرا کہنے لگا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا: میں شادی نہیں کروں گا، ان کی یہ باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں، تو فرمایا:

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي .

”جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“

(صحیح البخاري : 5063، صحیح مسلم :1401)

سوال: کیا گھر والوں کو نماز کے لیے جگانا نیکی ہے یا اذان ہی کافی ہے؟

جواب: گھر والوں کو نماز کے لیے جگانا نیکی ہے، یہ نیکی وتقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون میں سے ہے، بلکہ بسا اوقات گھر والوں کو جگانا واجب ہے، کیونکہ یہ امر

بالمعروف ونہی عن المنکر کی قبیل سے ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : ۲)

”نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلّٰى، وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ، فَصَلَّتْ، فَإِنْ أَبَتْ، نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، وَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّتْ، وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَصَلّٰى، فَإِنْ أَبٰى، نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ.

”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے، جو رات کو بیدار ہوا اور تہجد پڑھی، اپنی بیوی کو جگایا، اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر بیوی نے انکار کیا، تو اس کے چہرے پر پانی ڈالا۔ اللہ اس خاتون پر بھی رحم فرمائے، جو رات کو اُٹھی اور تہجد ادا کی، شوہر کو جگایا، اس نے انکار کیا، تو چہرے پر پانی ڈالا۔“

(مسند الإمام أحمد : 436,251/2، سنن أبي داوٗد : 1450، سنن النّسائي : 1611، سنن ابن ماجه : 1336، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1148) اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما (2567) نے ”صحیح“ کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (309/1) نے ”امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح“ قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام:1/587؛ رياض الصّالحين: 1183)

جب نماز تہجد کے لیے جگانا نیکی اور رحمت الٰہی کا باعث ہے، تو دیگر فرض نمازوں کے لیے جگانا بالاولیٰ نیکی ہے۔

سوال: جو قصاب نماز کا منکر ہے، اس سے گوشت خریدنا کیسا ہے؟

جواب: نماز کا منکر کافر و مرتد ہے، ایسے شخص کا نہ ذبیحہ حلال ہے اور نہ اس سے لین دین جائز ہے، بلکہ اس سے سوشل بائیکاٹ چاہیے، ایسا شخص شرعاً واجب القتل ہے، مگر اس پر حد کا نفاذ ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے، ہر کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں، یہ فساد فی الارض ہے۔

سوال: ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، وہاں درس ہو رہا تھا، اس کے لیے افضل کیا ہے، کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے یا سیدھا درس میں شامل ہو جائے؟

جواب: اسے چاہیے کہ ہلکی دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے اور درس میں شامل ہو جائے، یوں وہ دونوں نیکیاں حاصل کر لے گا۔ اگر تحیۃ المسجد پڑھے بغیر بھی درس میں شامل ہو جائے، تو گناہ گار نہیں، کیونکہ تحیۃ المسجد مستحب نماز ہے، فرض یا واجب نہیں۔

سوال: ان الفاظ سے دعا کرنا کیسا ہے؟

''اللہ! اگر تو چاہے، تو مجھے معاف کر دے۔''

جواب: اُمور خیر کے متعلق دعا کرتے ہوئے استثنا نہیں کرنی چاہیے، یہ خلاف ادب ہے، بلکہ بالجزم دعا کرنی چاہیے۔ مغفرت بھی امر خیر ہے، لہٰذا مغفرت مانگتے ہوئے

اسے مشیت الٰہی سے معلق ومشروط نہیں کرنا چاہیے۔

البتہ اگر کسی معاملہ کے خیر یا شر ہونے کا یقینی علم نہ ہو، تو اس بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''اللہ! اگر یہ کام میرے لیے بہتر ہے، تو اسے میرے مقدر میں کر دے۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ .

''کوئی یہ نہ کہے کہ یا اللہ! مجھے بخش دے، اگر تو چاہے اور رحم کر مجھ پر اگر تو چاہے۔ بلکہ پورے عزم کے ساتھ سوال کرے، کیونکہ اللہ پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے۔''

(صحيح البخاري : 6339، صحيح مسلم : 2679)

❁ دوسری روایت میں ہے:

وَلٰكِنْ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ .

''بلکہ اسے پختہ عزم کے ساتھ اور بڑی رغبت کے ساتھ دعا کرنی چاہیے، کیونکہ کسی بھی چیز کا عطا کرنا اللہ کے لیے گراں نہیں۔''

(صحيح مسلم : 2679)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، وَلَا يَقُولَنَّ : اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي، فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ .

”دعا پورے عزم کے ساتھ کریں، یہ نہ کہیں کہ اللہ! اگر تو چاہے، تو مجھے عطا کر، اللہ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔“

(صحيح البخاري : 6338، صحيح مسلم : 2678)

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

اَلَّذِي يُرْوٰى عَنِ الرَّفْعِ مَحْمُولٌ عَلَى الْاِبْتِدَاءِ، كَذَا نُقِلَ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

”رفع الیدین (کے اثبات) کے متعلق جو روایت کیا گیا ہے، وہ ابتدائی عمل پر محمول ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہوا ہے۔“

(الهداية :52/1)

جواب: بے سند روایت ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ . ”میں اس روایت (کی سند) پر مطلع نہیں ہو سکا۔“

(التّنبيه على أحاديث الهِداية والخُلاصة، ص 139)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ . ”بے سند روایت ہے۔“(نصب الرّاية :392/1)

سوال: درج ذیل روایت کی تحقیق درکار ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ : إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَإِذَا

رَأَى الْبَيْتَ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَفِي عَرَفَاتٍ، وَفِي جَمْعٍ وَعِنْدَ الْجِمَارِ .

”سات مقامات پر رفع الیدین کیا جائے: نماز کے لیے کھڑا ہو، جب بیت اللہ کو دیکھے، کوہِ صفا اور کوہِ مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں اور جمرات کے پاس۔“

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 235/2)

جواب: یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے، اس کا مرفوع ہونا خطا ہے، جبکہ موقوف روایت کی سند ضعیف ہے۔ عطاء بن السائب ”مختلط“ ہیں اور ابن فضیل نے ان سے اختلاط کے بعد روایت لی ہے۔

اسے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے مرفوع بیان کیا ہے، جبکہ دیگر نے موقوف بیان کیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ سی ءالحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

✿ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَاهُ جَمَاعَةٌ فَوَقَفُوهُ، وَابْنُ أَبِي لَيْلٰى لَيْسَ بِالْحَافِظِ .

”اسے ایک جماعت نے موقوف بیان کیا ہے، ابن ابی لیلیٰ حافظ نہیں۔“

(مسند البزّار [كشف الأستار]: 251/1)

✿ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالُوا : وَقْفٌ عَلَيْهِمَا، وَهُوَ أَصَحُّ .

”اہل علم نے سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی روایات کو موقوف قرار دیا ہے، یہی صحیح ہے۔“

(التّنبيه على أحاديث الهداية والخلاصة، ص 139)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: دَم والا پانی پینا کیسا ہے؟

جواب: پانی پر دَم کرنا اور دَم والا پانی پینا جائز ہے، یہ طریقہ علاج ہے، لہٰذا طریقہ علاج میں جب تک شرعی قباحت یا ممانعت نہیں ہوگی، تب تک وہ طریقہ جائز و مباح ہے۔

سوال: میں امام مسجد ہوں اور مشائخ کے دروس سننے کا بڑا حریص ہوں، ہماری مسجد سے تھوڑا دور روزانہ نماز مغرب کے بعد ایک شیخ کا درس ہوتا ہے، کیا میں روزانہ اپنی مسجد سے نماز مغرب کی چھٹی کر سکتا ہوں، تاکہ درس میں شرکت کر سکوں؟

جواب: اگر مسجد کی انتظامیہ کو کوئی اعتراض نہیں اور نماز مغرب میں نیابت کرنے والا بھی ہے، تو آپ اپنی مسجد میں نماز مغرب کی امامت سے چھٹی کر سکتے ہیں، اگر انتظامیہ کی طرف سے اجازت نہیں یا کوئی نیابت کرنے والا نہیں، تو آپ اپنی مسجد سے نماز مغرب کی چھٹی نہ کریں، بلکہ نماز پڑھا کر درس سننے چلے جائیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، مگر نماز پڑھنے کا دل نہیں کرتا، کیا وجہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا خوف اور رحمت الٰہی کی اُمید ایمان کی بنیاد ہے، انسان کا ایمان ان دو کیفیات کے درمیان ہوتا ہے۔ جس شخص کو کسی نیکی پر دل نہ کرے، تو وہ بکثرت استغفار کرے، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں سے مجتنب رہے، علمائے حق کی صحبت اختیار کرے، شیطانی محافل کا بائیکاٹ کرے، قرآن کریم کی تلاوت کرے، حسب توفیق صدقہ

کرے، اگر کوئی نیکی کرنے میں مشکل پیش آئے، تو بالجبر اس نیکی کو انجام دے، بہت جلد وہ نیکی آسان ہو جائے گی۔ اسی طرح بکثرت دعا کرے، اپنی مجبوری، محتاجی اور ناکامی کا اعتراف کرے اور گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق طلب کرے، ان اُمور سے بتوفیق اللہ نماز میں دل لگے گا، اگر نیکی کرنے کو دل نہ کرے، تو یہ دل کی خرابی کی وجہ سے ہے، دل صحیح ہو جائے، تو سب معاملات ہی درست ہو جاتے ہیں۔

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ، كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهٗ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي أَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

”حلال وحرام دونوں واضح ہیں، ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، بہت سے لوگ انہیں نہیں جانتے، (البتہ ماہر علما جانتے ہیں) لہٰذا جو شبہات سے بچ گیا، اس نے دین وعزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں مبتلا ہو گیا، وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے، تو قریب ہے کہ وہ اس چراگاہ میں چرائے گا، سن لیں! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، خبردار!

اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں، خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہوتا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے، تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، جب وہ خراب ہو جاتا ہے، تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھیں! وہ دل ہے۔“

(صحيح البخاري : 52، صحيح مسلم : 1599)

سوال: مقتدی کا امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً کھڑے ہو جانا کیسا ہے؟

جواب: بہتر ہے کہ وہ کچھ دیر کے لیے بیٹھا رہے اور مسنون اذکار کرے، اگر وہ اٹھ جائے، تو گناہ گار نہیں۔

سوال: ایک شخص گھر سے پیدل چلا، پھر راستہ میں سواری پر سوار ہو گیا، کیا اس کے لیے پیدل چلنے کا اجر لکھا جائے گا؟

جواب: جتنا پیدل چلا ہے، اتنا پیدل چلنے کا اجر لکھا جائے گا اور جتنا سوار ہوا ہے، اتنا سوار ہونے کا اجر لکھا جائے گا۔

سوال: کیا خون دینے کی قیمت وصول کرنا جائز ہے؟

جواب: خون کی خرید و فروخت جائز نہیں۔ کسی کو خون انتہائی مجبوری میں دیا جا سکتا ہے، بلا وجہ خون دینا یا خون فروخت کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کسی کو مجبوری میں خون دیا اور اس نے بطور ہدیہ کچھ رقم یا شے دے دی، تو وہ رقم یا شے قبول کرنے میں حرج نہیں۔

سوال: حالت روزہ میں مجبوراً خون دینا پڑا، کیا روزہ باقی ہے؟

جواب: روزہ باقی ہے۔

سوال: ایک مدرسہ میں سو کے قریب طلبہ ہیں، کیا وہ مدرسہ میں ہی جماعت کرا سکتے ہیں، جبکہ وہاں قریب مسجد بھی ہے؟

جواب: جب قریب مسجد ہے، تو اہل مدرسہ کو مسجد میں ہی نماز پڑھنی چاہیے یا مدرسہ میں ہی الگ مسجد بنالیں اور وہاں جماعت کرالیا کریں۔

سوال: ایک شخص اجر وثواب کی نیت سے مسجد کی طرف پیدل چل کر گیا، تاکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے، مگر مسجد کا راستہ بھول گیا، کچھ دیر بعد وہ واپس گھر لوٹ آیا، کیا اسے مسجد کی طرف پیدل چلنے کا اجر ملے گا؟

جواب: ان شاء اللہ ضرور ملے گا۔

سوال: جو جماعت میں تکبیر تحریمہ یا ایک دو رکعت سے لیٹ ہو جاتا ہے، کیا وہ اس سستی پر گناہ گار ہے؟

جواب: اگر وہ سستی کی وجہ سے لیٹ ہوتا ہے، تو وہ اس سستی پر گناہ گار ہے، نیز اس کے اجر وثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

سوال: ایک شخص نے بھول کر تین رکعت نفل پڑھ لے، اب وہ کیا کرے؟

جواب: سجدہ سہو کر لے۔

سوال: کیا محرم کے سارے مہینے کے روزے رکھ سکتے ہیں؟

جواب: نفلی روزوں کے لیے سب سے افضل مہینہ محرم ہے۔ اس مہینے میں جتنے روزے رکھنا ممکن ہو، رکھے جا سکتے ہیں۔ جتنے زیادہ روزے، اتنی زیادہ فضیلت۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ، صَلَاةُ اللَّيْلِ .

”رمضان المبارک کے بعد افضل ترین روزے محرم کے ہیں اور فرائض کے

بعد افضل ترین نماز تہجد کی۔“

(صحیح مسلم : 202/1163)

سوال: ایک شخص جماعت کی تیسری رکعت میں شامل ہوا، جب امام نے سلام پھیرا، تو وہ کھڑا ہو گیا، پھر امام نے سجدہ سہو کیا، اب وہ اپنی نماز جاری رکھے یا تشہد میں بیٹھ کر امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہو؟

جواب: اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ کھڑا ہو چکا ہے، تو اپنی نماز جاری رکھے اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کر لے اور اگر وہ ابھی کھڑا نہیں ہوا تھا، بلکہ اٹھ رہا تھا، تو واپس بیٹھ جائے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہو، بعد میں بقیہ نماز مکمل کر لے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ .

”امام اس لیے بنایا جاتا ہے، تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔“

(صحیح البخاري : 688، صحیح مسلم : 412)

سوال: تشہد میں بیٹھ کر ہاتھ کہاں رکھنے چاہییں؟

جواب: تشہد میں بیٹھ کر ہاتھ گھٹنوں پر بھی رکھے جا سکتے ہیں اور رانوں پر بھی۔ اس میں توسع ہے۔ دونوں طرح کی احادیث ملتی ہیں۔

ہاتھ گھٹنوں پر:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى

عَلٰی رُکْبَتِهِ الْیُمْنٰی، وَعَقَدَ ثَلَاثَةً وَّخَمْسِینَ، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ .

”رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے، تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے، جبکہ بائیاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر۔ نیز 53 کی گرہ بناتے اور سبّابہ کے ساتھ اشارہ فرماتے۔“

(صحیح مسلم: 580)

❀ سیدنا عباس بن سہل ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِجْتَمَعَ أَبُو حُمَیْدٍ، وَأَبُو أُسَیْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَکَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَیْدٍ : أَنَا أَعْلَمُکُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ، یَعْنِي لِلتَّشَهُّدِ، فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی، وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْیُمْنٰی عَلٰی قِبْلَتِهٖ، وَوَضَعَ کَفَّهُ الْیُمْنٰی عَلٰی رُکْبَتِهِ الْیُمْنٰی، وَکَفَّهُ الْیُسْرٰی عَلٰی رُکْبَتِهِ الْیُسْرٰی، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهٖ، یَعْنِي السَّبَّابَةَ .

”سیدنا ابوحُمید، ابو اُسَید، سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہوئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں بات چیت کی۔ سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں تم سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں جانتا ہوں۔ آپ ﷺ جب تشہد کے لیے بیٹھتے، تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیتے اور دائیں پاؤں کے سامنے والے حصے کو قبلے کے رُخ کھڑا

کرتے۔ نیز اپنی دائیں ہتھیلی کو دائیں گھٹنے پر رکھتے، جبکہ بائیں ہتھیلی کو بائیں گھٹنے پر اور اپنی سبّابہ انگلی کے ساتھ اشارہ فرماتے۔“

(سنن التّرمذي : 293، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى، وَيُشِيرُ بِإِصْبَعِهٖ .

”وہ اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھتے اور اپنی (شہادت والی) انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے۔“

(الثّقات لابن حبّان : 448/7، العِلَل للدّارقطني : 2899، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا صَلّٰى؛ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ، يَمُدُّهَا يُشِيرُ بِهَا .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز پڑھتے، تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی سبّابہ انگلی کو کھڑا کر کے اس کے ساتھ اشارہ کرتے۔“

(ذیل تاریخ بغداد لابن النجّار : 220/19، وسندهٗ حسنٌ)

ہاتھ رانوں پر:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى،

وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ كُلَّهَا وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ، وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى.

رسول اللہ ﷺ جب نماز میں (تشہد کے لیے) بیٹھتے، تو اپنی دائیں ہتھیلی دائیں ران پر رکھتے اور ساری انگلیوں کو بند کر کے انگشتِ شہادت کے ساتھ اشارہ فرماتے۔ نیز اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھتے۔"

(صحيح مسلم: 580)

❀ سیدنا نمیر خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ وَهُوَ قَاعِدٌ فِي الصَّلَاةِ ـ قَدْ وَضَعَ ذِرَاعَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى، رَافِعًا بِأُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ، قَدْ حَنَاهَا شَيْئًا ـ وَهُوَ يَدْعُو ـ.

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں (تشہد کے لیے) بیٹھے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اپنا دائیاں ہاتھ دائیں ران پر رکھا ہوا تھا اور سبّابہ انگلی کو کچھ خم دے کر اٹھایا ہوا تھا۔ یوں آپ ﷺ دُعا کر رہے تھے۔"

(مسند أحمد: 471/3، سنن أبي داوٗد: 991، سنن النسائي: 1272، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن خزیمہ (۷۱۶) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (۱۹۴۶) نے "صحیح" کہا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي التَّشَهُّدِ، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى، وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ

الْيُسْرٰى، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ، وَلَمْ يُجَاوِزْ بَصَرُهٗ إِشَارَتَهٗ .

”رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے، تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے۔ سبّابہ انگلی کے ساتھ اشارہ فرماتے اور آپ ﷺ کی نظر اس اشارے سے آگے نہ جاتی تھی۔“

(مسند أحمد : 3/4، سنن أبي داوٗد : 990، سنن النسائي : 1276، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کی اصل صحیح مسلم (579) میں ہے۔

اسے امام ابن خزیمہ (۷۱۸)، امام ابوعوانہ (۲۰۱۸) اور امام ابن حبان رحمہم اللہ (۱۹۴۴) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں یا رانوں پر، دونوں طرح جائز ہے، مگر بہتر ہے کہ ہاتھوں کا کچھ حصہ رانوں پر ہو اور کچھ حصہ گھٹنوں پر ہو، یا بائیں ہاتھ کو گھٹنے پر رکھا جائے اور دائیں کو ران پر، اس طرح دونوں طرح احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ فِي الصَّلَاةِ؛ جَعَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى بَيْنَ فَخِذِهٖ وَسَاقِهٖ، وَفَرَشَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهٖ .

”رسول اللہ ﷺ جب نماز میں (تشہد کے لیے) بیٹھتے، تو اپنے بائیں پاؤں کو

(دائیں) ران اور پنڈلی کے درمیان میں رکھا، جبکہ بائیں پاؤں کو بچھا لیا۔ بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا اور اپنی (شہادت والی) انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔''

(صحيح مسلم: 579)

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ قَعَدَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى، فَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهٖ وَرُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى، وَجَعَلَ حَدَّ مِرْفَقِهِ الْأَيْمَنِ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى، ثُمَّ قَبَضَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ، فَحَلَّقَ حَلْقَةً، ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهٗ، فَرَأَيْتُهٗ يُحَرِّكُهَا، يَدْعُو بِهَا .

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیا، نیز اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں ران اور بائیں گھٹنے پر اور اپنی دائیں کہنی کے کنارے کو اپنی دائیں ران پر رکھا۔ پھر اپنی انگلیوں کو بند کر کے دائرہ بنایا، پھر اپنی (شہادت والی) انگلی کو اٹھا لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے حرکت دے کر اس کے ساتھ دُعا کر رہے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد: 318/4، سنن النّسائي: 890، 1269، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن جارود (۲۰۸)، امام ابن خزیمہ (۷۱۴) اور امام ابن حبان رحمہم اللہ (۱۸۶۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(زاد المَعاد: 231/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(المَجموع : 3/312)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

مَنْ صَلّٰى خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ فَكَأَنَّمَا صَلّٰى خَلْفَ نَبِيٍّ .

''جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی، اس نے گویا نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔''

(الهِداية : 1/57)

جواب: بے سند روایت ہے۔ کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

''یہ روایت میرے علم میں نہیں۔''

(التّنبيه، ص 146)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''یہ بے اصل روایت ہے۔''

(نصب الرّاية : 2/26)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ لَيْسَ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔''

(البِناية : 331/2)

✿ علامہ عجلونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَقِفْ عَلَيْهِ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(کَشف الخفاء : 1865)

سوال: عورت کا عورت کے سامنے جسم کا کون کون سا حصہ چھپانا ضروری ہے؟

جواب: اگر عورت قریبی ہے، تو اس پر ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپانا ضروری ہے، مگر کمال حیا کا تقاضا ہے کہ وہ اس کے علاوہ حصے کو بھی کسی عورت پر ظاہر نہ کرے، الا کہ کوئی مجبوری ہو، تو الگ بات ہے۔

اجنبی عورتوں کے سامنے جسم کے اعضا واضح نہیں کرنے چاہییں کہ وہ دوسروں پر ظاہر کرتی پھریں۔

سوال: ایک شخص جماعت کی دوسری رکعت میں شامل ہوا، امام نے سلام پھیر دیا، بعد میں ملنے والا شخص (مسبوق) بقیہ نماز مکمل کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ امام نے ایک رکعت کم پڑھا دی، اب امام بقیہ نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوا، اب مسبوق کیا کرے؟

جواب: اسے اختیار ہے کہ امام کے ساتھ مل جائے یا اپنی نماز جاری رکھے، البتہ اگر امام کے ساتھ ملنا ممکن ہے، تو یہی بہتر ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص نمازیوں اور اہل تقویٰ کا استہزاء کرے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نمازی یا متقی شخص سے استہزاء اس کی دین داری کی بنا پر کرتا ہے، تو

یہ کفر وارتداد ہے۔ اہل دین کا استہزاء دراصل دین کا استہزاء ہے اور دین کا استہزاء اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا استہزاء ہے، جو کہ بالاتفاق ارتداد ہے۔

سوال: ایک شخص نے ایسے امام کی اقتدا کی، جو رکوع وسجود میں اطمینان نہیں کرتا، اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو امام رکوع وسجود مکمل نہیں کرتا، ارکان میں طمانینت نہیں ہے، تو اس کی نماز باطل ہے، اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہے۔

سوال: ایک شخص کے لباس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے، کیا وہ ان کپڑوں میں بیت الخلاء جا سکتا ہے؟

جواب: لباس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھنا جائز نہیں، اس میں باری تعالیٰ کے نام کی توہین ہوتی ہے، کیونکہ کپڑے پلید بھی ہو جاتے ہیں، نیز بیت الخلاء میں بھی جانا پڑتا ہے، اس لیے عقل اور دین کا تقاضا ہے کہ ملبوسات پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لکھا جائے۔ بہر حال اگر کسی بھی چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے، اسے بیت الخلا میں داخل کرنا جائز نہیں۔

سوال: ایک شخص اتنی تیز نماز پڑھاتا ہے کہ میرے لیے سورت فاتحہ پڑھنا ممکن نہیں ہوتا، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

جواب: ایسے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

سوال: ایک شخص نے مجھ سے پوچھا: کیا آپ شادی شدہ ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: میری ایک بیٹی ہے، میں اس کا نکاح آپ سے کر رہا ہوں، تو میں نے کہا: مجھے قبول ہے۔ کیا میرا نکاح ہو گیا؟

جواب: اگر بچی راضی ہے، تو یہ نکاح مکمل ہو گیا، البتہ حق مہر کی ادائیگی لازمی ہے۔

اگر حق مہر کی مقدار مقرر نہیں کی گئی، تو مہر مثل لازم ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے قرآن کریم کی طرف پاؤں کیے، تو کیا وہ اس عمل سے کافر ہو جائے گا؟

جواب: اگر اہانت اور استخفاف کی نیت سے قرآن کریم کی طرف پاؤں کیے، تو یہ کفر وارتداد ہے، اگر قرآن کریم کی توہین یا استخفاف کا ارادہ نہیں ہے، تو یہ کفر وارتداد نہیں ہے، البتہ وہ ایسے عمل سے مجتنب رہے۔ قرآن کریم کی تکریم وتعظیم چاہیے۔

سوال: ایک متشرع شخص جادوگر اور شعبدہ باز کے پاس جاتا ہے اور لوگوں پر اس کا شر واضح کرنے کے لیے اس سے کسی چیز کی بابت سوال کرتا ہے، کیا اس کے لیے ایسا کرنا ممنوع ہے؟

جواب: جادوگر سے قسمت کا حال معلوم کرانے کے لیے جانا ممنوع ہے، اس بارے میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص جادوگر یا کسی شعبدہ باز کا شر اور برائی کو لوگوں پر آشکارہ کرنے کے لیے ان کے پاس جاتا ہے، اس کی حقیقت واضح کرتا ہے، تو ایسا کرنا جائز اور مستحسن ہے، کیونکہ یہ منکر پر نکیر کی قبیل سے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ابن صیاد (دجال صغیر) سے بھی اس کے دعووں پر دلیل مانگی اور اس کا امتحان لیا، جس سے اس کے جھوٹے دعووں کی قلعی کھل گئی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ : مَاذَا تَرٰى قَالَ : يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ،
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّي خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا

قَالَ : هُوَ الدُّخُّ، قَالَ : اخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَتَأْذَنُ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ يَكُنْ هُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ .

''رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا: تم کیا دیکھتے ہو؟ کہنے لگا: میرے پاس ایک سچا اور ایک جھوٹا آتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر معاملہ خلط ملط کر دیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات سوچی ہے (وہ بات کیا ہے؟) کہنے لگا: وہ دُخ (دھواں) ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رسوا ہو جا، تو اس سے زائد بات نہیں بتا پائے گا۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول ! مجھے اجازت دیں، میں اس کی گردن اتار دوں، فرمایا: اگر یہ واقعی وہ (بڑا دجال) ہے، تو آپ کو اس پر مسلط نہیں کیا جائے گا اور اگر یہ وہ نہیں ہے، تو آپ کے لیے اسے قتل کرنے میں کوئی خیر نہیں۔''

(صحيح البخاري : 6173، صحيح مسلم : 2030)

نبی کریم ﷺ نے ابن صیاد کو قتل کیوں نہ کیا، اہل علم نے اس کی دو وجوہات بیان کی ہیں؛

① ابن صیاد نے جب یہ کلمہ بولا، تو وہ نابالغ بچہ تھا اور بچوں کے اقوال معتبر نہیں، لہٰذا نبی کریم ﷺ نے اسے قتل نہیں کیا۔

② جن دنوں ابن صیاد نے یہ کلمہ کہا، ان دنوں نبی کریم ﷺ کی یہود ونصاریٰ سے مصالحت ہوئی تھی، جس کی رعایت میں نبی کریم ﷺ نے اسے قتل نہیں کیا، البتہ اس کے دعوؤں کا بطلان واضح کیا۔

آج بھی کسی جھوٹے جادوگرد، شعبدہ باز اور عامل کی حقیقت واضح کرنے کے لیے اس سے پوچھ گچھ کی جاسکتی ہے، اس کے دعووں پر دلیل مانگی جاسکتی ہے، محض اس لیے تاکہ اس کا جھوٹ اور مکر واضح ہو جائے، لوگوں کو اس کے شر سے چھٹکارا مل جائے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''ملل'' (اُکتانا) ثابت ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ مِّنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دُووِمَ عَلَيْهِ، وَإِنْ قَلَّ، وَكَانَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلُوا عَمَلًا أَثْبَتُوهُ.

''لوگو! حسب استطاعت عمل کرتے رہو، اللہ اجر دینے سے نہیں اکتاتا، آپ ہی اکتا جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے، جسے باقاعدگی سے کیا جائے، بھلے وہ تھوڑا ہی ہو۔ (راویٔ حدیث بیان کرتے ہیں:) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت جب کوئی عمل شروع کرتے، تو اسے مستقل طور پر سر انجام دیتے تھے۔''

(صحيح البخاري: 5861، صحيح مسلم: 782)

❀ صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَمُ اللّٰهُ حَتّٰى تَسْأَمُوا.

''اللہ کی قسم! اللہ نہیں اُکتاتا، یہاں تک کہ آپ اکتا جاتے ہیں۔''

(صحيح مسلم: 785)

صفت ملل کے بارے میں یہ حدیث بنیاد ہے،بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے ملل کی نفی کی گئی ہے،لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ بھی اُکتاتا ہے۔

جبکہ دیگر اہل علم نے اسی حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ملل کا اثبات کیا ہے۔ جس کا معنی اُکتانا ہوتا ہے،مگر اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صفت نقص نہیں، بلکہ دیگر تمام صفات کی طرح یہ صفت بھی صفت کمال ہے،اور مخلوق کے مشابہ نہیں،مطلب کہ اللہ تعالیٰ کا اُکتانا مخلوق کے اُکتانے کی طرح نہیں۔

سوال: کیا اذان کے بعد مسجد سے باہر جا سکتا ہے؟

جواب: مؤذن ہو یا مسجد میں بیٹھا کوئی اور شخص،بغیر عذر مسجد سے باہر نہیں جا سکتا۔

❀ ابوشعثاء بشیر بن نہیک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا قُعُودًا فِي الْمَسْجِدِ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِي فَأَتْبَعَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ بَصَرَهُ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَمَّا هٰذَا، فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”ہم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے،مؤذن نے اذان کہی،ایک شخص مسجد سے کھڑا ہوا اور چل دیا،سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے رہے،یہاں تک کہ وہ مسجد سے باہر نکل گیا،تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔“

(صحیح مسلم : 655)

البتہ اگر عذر ہو،تو بعد اذان مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔

(صحيح البخاري : 629، صحيح مسلم : 605)

تنبیہ:

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَهُ الْأَذَانُ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ خَرَجَ، لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ، وَهُوَ لَا يُرِيدُ الرَّجْعَةَ، فَهُوَ مُنَافِقٌ.

''جو مسجد میں تھا اور اذان ہوگئی، پھر وہ مسجد سے بغیر ضرورت نکل دیا، وہ واپس آنے کا ارادہ نہیں رکھتا، تو وہ منافق ہے۔''

(سنن ابن ماجه : 734)

سند سخت ضعیف ہے۔

① اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ متروک ہے۔

② عبدالجبار بن عمر ایلی ضعیف ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الدّراية :1/204)

سوال: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاق کیا گیا، کیا اس کے بعد اس کے نشانات سینے پر باقی رہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر نشانات باقی تھے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَدْ كُنْتُ أَرٰى أَثَرَ ذٰلِكَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ.

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے مبارکہ میں (شق صدر کے بعد) سلائی کے

نشانات دیکھے ہیں۔‘‘

(صحیح مسلم : 162)

سوال: قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کا اہل مکہ سے قضیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ قضیہ شرح مشکل الآثار للطحاوی (۱۴/ ۳۳۹۔۳۴۰) میں آتا ہے۔اس کی سند باطل ہے۔

① ہشام بن عبیداللہ رازی متکلم فیہ ہے۔

② موسیٰ بن نصر رازی کی توثیق نہیں۔

③ محمد بن احمد بن عباس رازی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

سوال: سجدہ سہو کی خاص دعا ہے؟

جواب: سجدہ سہو کی کوئی خاص دعا نہیں، عام سجدوں والی دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

سوال: گونگا بہرہ شخص امام کی اقتدا کیسے کرے؟

جواب: وہ امام کی حرکات کو دیکھ کر اقتدا کرے یا ساتھ والے نمازی کے ساتھ منتقل ہوتا رہے۔

سوال: شوہر غیر حاضر ہے، اس نے بیوی کو طلاق دے دی، یا وہ فوت ہو گیا، تو بیوی کب سے عدت کا آغاز کرے گی؟

جواب: اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، مگر راجح قول یہی ہے کہ جس دن شوہر نے بیوی کو طلاق دی، اسی دن سے طلاق کی عدت شروع ہو جائے گی، خواہ اس کو طلاق کی خبر بعد میں ملے۔اسی طرح جس کا شوہر فوت ہو جائے، تو اس کی عدت کا آغاز ہو جاتا ہے، خواہ اسے وفات شوہر کی خبر کئی دن بعد معلوم ہو۔ بیوی حاملہ ہو، تو شوہر طلاق دے دے،

اس کے بعد وضع حمل ہو جائے، تو عدت ختم ہو جائے گی، خواہ اسے طلاق کا علم وضع حمل کے بعد ہو۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

تَعْتَدُّ الْمُطَلَّقَةُ وَالْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا مُنْذُ يَوْمِ طُلِّقَتْ وَتُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا .

''مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا اس دن سے عدت کا آغاز کرے گی، جس نے اسے طلاق دی گئی یا جس دن اس کا شوہر فوت ہوا۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 425/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

تَعْتَدُّ مِنْ يَوْمِ طَلَّقَهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا .

''عورت عدت کا آغاز اسی دن سے کرے گی، جس دن شوہر نے اسے طلاق دی یا اس کی وفات ہوئی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 425/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

الرَّجُلُ يُطَلِّقُ الْمَرْأَةَ أَوْ يَمُوتُ عَنْهَا وَهُوَ بِمِصْرٍ وَهِيَ بِمِصْرٍ آخَرَ مِنْ أَيِّ يَومٍ تَعْتَدُّ؟ قَالَ : مِنْ يَوْمِ مَاتَ أَوْ طَلَّقَهَا تَعْتَدُّ .

''ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا وہ فوت ہو گیا، یہ آدمی ایک شہر میں ہے اور اس کی بیوی دوسرے شہر میں ہے، تو عورت کس دن سے عدت کا آغاز کرے گی؟ فرمایا: اس کی عدت اسی دن سے شروع ہو جائے گی، جس نے

شوہر کی وفات ہوئی یا اس نے طلاق دی۔"

(مَعرفة السّنن والآثار للبيهقي : 11/199، وسندهٗ حسنٌ)

دیگر کئی اہل علم کا بھی یہی موقف ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

تَعْتَدُّ مِنْ يَوْمِ يَأْتِيهَا الْخَبَرُ .

"عورت عدت کا آغاز اس دن سے کرے گی، جس دن اسے (طلاق یا وفات شوہر کی) خبر پہنچی۔"

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 7/425)

سند ضعیف ہے۔ ابو صادق کا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

ایک سند میں ابو صادق اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان ربیعہ بن ناجد کا واسطہ ہے۔

(الأم للشّافعي : 7/182)

یہ سند بھی ضعیف ہے۔

① حکم بن عتیبہ کا عنعنہ ہے۔

② اشعث بن سوار ضعیف ہے۔

③ ہشیم مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مہدی کا نام کیا ہوگا؟

جواب: قرب قیامت مہدی پیدا ہوں گے، جو نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے، ان کا نام نبی کریم ﷺ کے نام پر محمد ہوگا اور والد کا نام نبی کریم ﷺ کے والد کے نام پر عبداللہ ہوگا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَّطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ رَجُلًا مِّنِّي، أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمَ أَبِي .

”اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی ہوا (اور مہدی نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ اسی دن کو لمبا کر دے گا، حتی کہ میری نسل سے یا میرے اہل بیت سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا، جس کا نام میرے نام پر اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا۔“

(مسند الإمام أحمد : 377/1، 430، سنن أبي داوٗد : 4282، سنن التّرمذي : 2230، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(العِلَل المُتناهية : 378/2)

راوی حدیث عاصم بن ابی نجود حسن الحدیث ہے، ائمہ نے اس کی توثیق کی ہے، بے شک آخر عمر میں اس کا حافظہ ذرا کمزور ہو گیا تھا، مگر یہ ساقط الحدیث نہیں ہوا، البتہ بعض روایات حافظہ میں کمزوری کی وجہ سے منکر اور مضطرب ہوئی ہیں۔ بعض میں اوہام داخل ہو گئے تھے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَاصِمٌ ثَبْتاً فِي الْقِرَاءَةِ، صَدُوْقاً فِي الْحَدِيْثِ .

''عاصم بن بہدلہ قراءت میں ثبت تھے اور حدیث میں صدوق۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 260/5)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا فِي الْقِرَاءَةِ فَثَبْتٌ إِمَامٌ، وَأَمَّا فِي الْحَدِيثِ فَحَسَنُ الْحَدِيثِ .

''عاصم فن قراءت میں ثبت امام تھے اور فن حدیث میں حسن الحدیث تھے۔''

(تاريخ الإسلام : 435/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِمَامٌ فِي الْقِرَاءَةِ صَدُوقٌ فِي الْحَدِيثِ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي حِفْظِهِ .

''عاصم قراءۃ کے امام ہیں، حدیث میں صدوق ہیں، بعض نے ان کے حافظہ پر کلام کیا ہے۔''

(مُوافقة الخُبر الخَبر : 304/2)

عاصم بن بہدلہ کی مذکورہ حدیث ثابت ہے، عاصم سے نیچے سند متواتر ہے۔ عاصم سے یہ روایت سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، زائدہ بن قدامہ، فطر بن خلیفہ، ابوبکر بن عیاش، حماد بن سلمہ، اعمش، عمر بن عبید طنافسی اور عمرو بن ابی قیس رازی جیسے ثقہ ائمہ حدیث نے نقل کی ہے۔

❀ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... حَدِيثُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَشُعْبَةَ، وَزَائِدَةَ، وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، عَنْ عَاصِمِ ابْنِ بَهْدَلَةَ ....

”عاصم بن بہدلہ سے یہ روایت سفیان ثوری، شعبہ، زائد بن قدامہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے نقل کی ہے۔“

(المُستدرك على الصّحيحين : 442/4)

کبار ائمہ کا عاصم بن بہدلہ سے روایت لینا اس بات کی دلیل ہے کہ عاصم نے اس روایت خطا نہیں کی۔ نیز علل حدیث کے ماہرین نے اس حدیث پر نقد بھی نہیں کیا، بلکہ مسلمانوں نے اس حدیث کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔ اس مطابق مہدی کے بارے میں عقیدہ بنایا۔

سوال: مسجد میں کتا داخل ہو گیا، کیا مسجد کو دھونا واجب ہے؟

جواب: مسجد میں کتا داخل ہو جائے اور پیشاب کر دے یا غلاظت گرا دے، تو مسجد کے اس حصے کو دھونا واجب ہے۔ اگر محض مسجد میں داخل ہوا ہے، گندگی نہیں لگی، تو مسجد کو دھونا واجب نہیں، اس سے مسجد ناپاک نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُولُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمْ يَكُونُوا

يَرُشُّونَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ .

”کتے مسجد میں آتے جاتے وقت پیشاب کر دیتے تھے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر پانی کے چھینٹے نہیں مارتے تھے۔“

(مُسند الإمام أحمد : 71/2، سنن أبي داود : 382، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(شرح السّنة : 292)

اس حدیث کے مفہوم میں اگر چہ اہل علم نے اختلاف کیا ہے، مگر سب سے بہتر معنی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کتے مسجد میں داخل ہو کر پیشاب کر دیتے تھے، پھر وہ پیشاب خشک ہو جاتا، تو اس پر پانی نہیں بہایا جاتا تھا، کیونکہ زمین پیشاب وغیرہ سے ناپاک ہو جائے، تو دھوپ یا ہوا سے خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ أَهْلُ بَيْتٍ مِنَّا يُقَالُ لَهُمْ : بَنُو أُبَيْرِقٍ بِشْرٌ وَبُشَيْرٌ وَمُبَشِّرٌ، وَكَانَ بُشَيْرٌ رَجُلًا مُنَافِقًا يَقُولُ الشِّعْرَ يَهْجُو بِهٖ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَنْحَلُهٗ بَعْضَ الْعَرَبِ ثُمَّ يَقُولُ : قَالَ فُلَانٌ كَذَا وَكَذَا، فَإِذَا سَمِعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الشِّعْرَ قَالُوا : وَاللّٰهِ مَا يَقُولُ هٰذَا الشِّعْرَ إِلَّا هٰذَا الْخَبِيثُ ....

”ہم میں سے ایک گھرانہ تھا، جسے بنو اُبیرق کہا جاتا تھا، اس میں بشر، بشیر اور

مبشر نامی بھائی تھے۔ بشیر منافق آدمی تھا، وہ شعر کہتا تھا، جس میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی ہجو و مذمت کرتا تھا، پھر وہ شعر کسی عربی کی طرف منسوب کر دیتا تھا، کہتا تھا کہ فلاں یہ یہ کہتا ہے۔

جب اصحاب رسول ﷺ یہ شعر سنتے، تو کہتے: اللہ کی قسم! یہ شعر صرف یہی خبیث (منافق) کہہ سکتا ہے......۔''

جواب: یہ طویل روایت سنن ترمذی (۳۰۳۶) اور مستدرک حاکم (۸۱۶۴) میں آتی ہے۔ سند ضعیف ہے۔ یہ عاصم بن عمر بن قتادہ کی مرسل ہے۔ اس روایت میں ''عن ابیہ عن جدہ'' کا واسطہ ذکر کرنا خطا ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تُطَيِّبِي وَأَنْتِ مُحْرِمَةٌ، وَلَا تَمَسِّي الْحِنَّاءَ فَإِنَّهُ طِيبٌ.

''(اُم سلمہ!) حالت احرام میں خوشبو مت لگائیں، نہ مہندی لگائیں، کیونکہ مہندی (عورتوں کی) خوشبو ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني: 418/23)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابن لہیعہ ضعیف ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ.

''یہ سند ضعیف ہے۔''

(مَعرفة السّنن والآثار: 168/7)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التّوضیح : 551/25)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التّلخیص الحبیر : 595/2)

سوال: بعض اہل بدعت نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی قبر کو میلہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے کہ اس کے پاس سال بعد نہ آیا جائے، بلکہ ہمیشہ یہاں ہجوم رہے، کوئی یہاں اعتکاف کرے، کوئی طواف کرے، کوئی مجاور بن کر بیٹھے، وغیرہ وغیرہ۔ اس استدلال کی کیا حقیقت ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَّلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَّصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ .

''گھروں کو قبرستان مت بنائیں، نہ ہی میری قبر کو میلہ گاہ بنانا، مجھ پر درود پڑھیں، آپ جہاں بھی ہوں گے، آپ کا درود مجھ تک پہنچے گا۔''

(مُسند الإمام أحمد : 368/2، سنن أبي داوٗد : 2042، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (الاذکار ص 106، خلاصۃ الاحکام : 440/1) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری : 488/6) نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ، فَإِنَّ رُوَاتَهٗ كُلَّهُمْ ثِقَاتٌ مَّشَاهِيرُ .

''اس کی سند حسن ہے، اس کے تمام راوی مشہور ثقہ ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المُستقیم : 654/2)

جواب: یہ استدلال حدیث کی معنوی تحریف ہے۔ اسلاف اُمت میں کسی نے یہ معنی بیان نہیں کیا۔ ہر دور کے اہل بدعت اپنی بدعت کو سہارا دینے کے لیے قرآن وحدیث کی نصوص کو اپنی خواہش کی بھینٹ چڑھاتے رہتے ہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''بعض لوگ جو شرک میں عیسائیوں اور تحریف میں یہودیوں جیسے ہیں، انہوں نے ان احادیث میں تحریف کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان احادیث میں تو نبی کریم ﷺ کی قبر لازم پکڑنے، اس پر اعتکاف کرنے، بار بار اس کی طرف جانے کا حکم ہے اور ممانعت یہ ہے کہ عید کی طرح سال کے سال جایا جائے، یعنی سال میں صرف ایک دو مرتبہ جانے سے منع کیا گیا ہے۔ گویا کہ آپ ﷺ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ میری قبر کو اس عید کی طرح نہ بنانا جو سال بعد آتی ہے، بلکہ ہر وقت، ہر گھڑی اس کا قصد کرنا۔ حالانکہ ان احادیث کا یہ مطلب لینا اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور اس کی مخالفت ہے۔ نیز یہ رسول اللہ ﷺ کی مراد کے خلاف ہے۔ اس سے حقائق بدلنے کی کوشش کی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف تناقض کے ساتھ ساتھ تدلیس و تلبیس کی نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل باطل کو تباہ و برباد کرے، وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں! جو شخص لوگوں کو اپنی قبر کی طرف بہت زیادہ آنے، اسے لازم پکڑنے اور بار بار زیارت کا حکم یہ کہہ کر دیتا ہے کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا، وہ فصاحت و بلاغت کی بجائے تلبیس اور تناقض کے زیادہ قریب ہے، اگر یہ

گستاخی نہیں تو پھر دنیا میں گستاخی کا وجود ہی نہیں، اس شخص کی طرح جو رسول اللہ ﷺ کے اعوان و انصار اور آپ ﷺ کی جماعت کو اپنی (شرک و بدعت اور باطل تاویل کی) بیماری اور مصیبت میں ملوث کرتا ہے اور خود بریٔ الذمہ ہو جاتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ شرک کے بعد آپ ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کی سنت کے بارے میں ایسے تاثرات کے اظہار سے ہر کبیرہ گناہ کم تر قباحت اور ہلکے عذاب والا ہے۔ سابقہ رسولوں کے ادیان بھی اسی طرح بدل دیے گئے تھے۔ اگر اللہ اپنے دین کے مددگار اور محافظ پیدا نہ کرتا جو اس سے تحریف کا ازالہ کرتے ہیں، تو اسلام پر بھی وہی حالات آجاتے جو پہلے ادیان پر گزرے تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی مراد وہی ہوتی، جو یہ بیان کرتے ہیں، تو آپ ﷺ انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع نہ فرماتے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت در لعنت نہ فرماتے۔ جب آپ ﷺ قبروں پر مسجدیں بنانے، جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی تھی، والوں پر لعنت کر رہے ہیں، تو کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ قبروں کو لازم پکڑنے، ان پر اعتکاف کرنے اور ان پر بار بار آنے کا حکم دیں اور اس سے منع کریں کہ ان پر سال کے سال آکر میلہ گاہ نہ بنایا جائے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے ربّ سے یہ دعا کریں کہ آپ کی قبر بت نہ بنے، جس کی عبادت کی جائے؟ اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والی شخصیت (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کہیں کہ آپ ﷺ کی قبر اسی لیے کھلی نہیں رکھی گئی کہ لوگوں کی طرف سے اسے سجدہ گاہ بنائے جانے کا ڈر تھا؟ اور پھر آپ ﷺ یہ کیسے فرما

سکتے تھے کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا، بلکہ جہاں بھی ہونا، درود پڑھ دینا، آپ جہاں بھی ہو گے، درود مجھ تک (فرشتوں کے ذریعے) پہنچ جائے گا؟ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ بات آپ کے صحابہ اور آپ کے اہل بیت کی سمجھ میں نہ آئی، جو شرک و تحریف کو جمع کرنے والے گمراہوں کی سمجھ میں آئی ہے۔''

(اغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان، ص 192-193)

سوال: سبھی گونگے ہیں، جماعت کیسے کرائیں؟

جواب: گونگوں میں سب سے زیادہ قرآن جاننے والے کو آگے کیا جائے گا، وہ اونچی قرأت نہیں کر سکتا، لہٰذا وہ جہری نمازوں میں بھی آہستہ قرأت کریں گے، تکبیرات انتقال بھی اونچی نہیں کہہ سکتے، لہٰذا اس کی حرکات کے ساتھ ہی اگلے رکن میں منتقل ہوں گے۔ سجدہ سے اٹھتے ہوئے گونگا امام اشارہ کر سکتا ہے یا کسی طرح مقتدیوں کو مطلع کر سکتا ہے، جسے گونگے بہتر سمجھتے ہیں۔

سوال: دعوت کے لیے انگریزی زبان سیکھنا کیسا ہے؟

جواب: بہت اچھی بات ہے۔ کوئی بھی زبان سیکھی جا سکتی ہے، جب مقصد دعوت ہو، تو زبان سیکھنے میں بھی نیکی ہے۔ جس طرح دین سیکھنے کے لیے عربی زبان سیکھی جاتی ہے، اسی طرح دین سکھانے کے لیے دیگر زبانیں بھی سیکھی جا سکتی ہیں۔ زیادہ زبانیں جاننا کسی انسان کی عظمت کی دلیل ہوتی ہے۔

سوال: ایک شخص کو سورت فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے میں شک ہوا، اب وہ کیا کرے؟

جواب: ظن غالب پر بنیاد ڈالے۔ اگر غالب گمان یہ ہو کہ سورت فاتحہ پڑھ لی ہے، تو آخر میں سجدہ سہو کر لے، اگر ظن غالب یہ ہے کہ سورت فاتحہ نہیں پڑھے، تو دوبارہ رکعت

پڑھے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

سوال: کیا احناف اس بات کے قائل ہیں کہ جب تک شراب پینے سے نشہ پیدا نہ ہو، تب تک شراب پینا حرام نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر نشہ آور شے کو حرام کر دیا ہے، جس شے کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے، اس کی معمولی مقدار بھی حرام ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ، فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ .

”جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ دے، اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔“

(سنن أبي داوٗد : 3681، سنن الترمذي : 1865، سنن ابن ماجه : 3393، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن غریب (حسن لذاتہ)“، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۸۶۰) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۳۸۲) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ، فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ .

”ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس چیز کا ایک فرق (ایک پیمانہ جو دو سیر چار چھٹانک کا ہوتا ہے) نشہ کرے، اس کی ایک ہتھیلی بھر مقدار بھی حرام ہے۔“

(مسند أحمد : 82/6، سنن أبي داوٗد : 3687، سنن الترمذي : 1866، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن جارود رحمہ اللہ (۸۶۱) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۳۸۳) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

فقہ حنفی کا فتویٰ:

ان احادیث صحیحہ کے برعکس علمائے احناف کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو؛

۞ لکھتے ہیں:

إِذَا شَرِبَ تِسْعَةَ أَقْدَاحٍ مِنْ نَبِيذِ التَّمْرِ فَأُوجِرَ الْعَاشِرَ فَسَكِرَ لَمْ يُحَدَّ؛ لِأَنَّ السُّكْرَ يُضَافُ إِلٰى مَا هُوَ أَقْرَبُ إِلَيْهِ كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ.

''جب آدمی کھجور کی نبیذ کے نَو پیالے اپنی مرضی سے پی لے، پھر دسواں پیالہ اسے دھمکا کر پلا دیا جائے اور اسے نشہ ہو جائے، تو اس پر حد نافذ نہیں ہو گی کیونکہ نشہ قریبی پیالے کی طرف منسوب ہو گا۔فتاویٰ سراجیہ میں اسی طرح ہے۔''

(فتاوی عالمگیری:413/5)

۞ امام نسائی رحمہ اللہ ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى تَحْرِيمِ السَّكَرِ قَلِيلِهٖ وَكَثِيرِهٖ، وَلَيْسَ كَمَا يَقُولُ الْمُخَادِعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ بِتَحْرِيمِهِمْ آخِرِ الشَّرْبَةِ، وَتَحْلِيلِهِمْ مَا تَقَدَّمَهَا الَّذِي يُشْرَبُ فِي الْفَرَقِ قَبْلَهَا، وَلَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ السُّكْرَ بِكُلِّيَّتِهِ لَا يَحْدُثُ عَلَى الشَّرْبَةِ الْآخِرَةِ دُونَ الْأُولٰى، وَالثَّانِيَةِ بَعْدَهَا.

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ نشہ آور شے قلیل ہو یا کثیر بہر صورت حرام ہے، جبکہ بعض لوگ جو خود کو دھوکہ دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ ''فرق'' (ایک برتن کا نام) کا آخری گھونٹ حرام ہے،اس سے پہلے جتنے گھونٹ پیئے، وہ حلال ہیں۔اس

بارے میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ نشہ آور شے کلی طور پر حرام ہے، ایسا نہیں کہ یہ حرمت پہلے گھونٹوں کی نہیں ہے، بلکہ آخری گھونٹ کی ہے۔

(سنن النّسائي، تحت الحديث : 5610)

بعض دلائل کا جائزہ:

ہر نشہ آور شے حرام ہے، اس کی مقدار کا کوئی تعین نہیں، البتہ بعض دلائل میں احناف کی مؤقف کی طرف اشارہ ملتا ہے، جن کا جائزہ پیش خدمت ہے:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا::

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : إِنَّ هٰذَا الشَّرَابَ إِذَا أَكْثَرْنَا مِنْهُ سَكِرْنَا؟ قَالَ : لَيْسَ كَذٰلِكَ إِذَا شَرِبَ تِسْعَةً فَلَمْ يَسْكَرْ لَا بَأْسَ وَإِذَا شَرِبَ الْعَاشِرَ فَسَكِرَ فَذٰلِكَ حَرَامٌ .

”ہر نشہ آور شے حرام ہے۔ایک شخص نے عرض کیا: اگر ہم یہ شراب زیادہ مقدار میں پیتے ہیں، تو ہمیں نشہ ہو جاتا ہے۔فرمایا: ایسے نہیں ہے، بلکہ جب کوئی نو پیالے پیئے اور اسے نشہ نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں اور جب دسواں پیالہ پیئے اور اسے نشہ ہو جائے، تو وہ پیالہ حرام ہے۔“

(المُحلّٰى بالآثار لابن حزم : 184/6)

باطل روایت ہے۔ یہ سلسلہ سند جھوٹا ہے۔

❀ امام دارمی رحمہ اللہ اس سلسلہ سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

اِجْتَمَعَ أَهْلُ العِلْمِ عَلٰى تَرْكِهَا .

”اس سلسلہ سند کے ترک کرنے پر اہل علم کا اجماع ہے۔“

(النّقض على المَريسي، ص 243)

① محمد بن سائب کلبی متروک وکذاب ہے۔

❀ امام دارمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْأَثَرِ عَلٰى أَنْ لَا يَحْتَجُّوا بِالْكَلْبِيِّ فِي أَدْنٰى حَلَالٍ وَّلَا حَرَامٍ، فَكَيْفَ فِي تَفْسِيرِ تَوْحِيدِ اللّٰه وَتَفْسِيرِ كِتَابِهٖ؟ وَكَذٰلِكَ أَبُو صَالِحٍ .

”محدثین کا اجماع ہے کہ حلال وحرام کے ادنیٰ سے مسئلہ میں بھی کلبی سے حجت نہیں پکڑی جائے گی، بھلا توحید باری تعالیٰ کی تفسیر اور کتاب اللہ کی تفسیر میں اس سے حجت کیسے پکڑی جاسکتی ہے؟ یہی معاملہ ابوصالح باذام کا ہے۔“

(النّقض على المَريسي، ص 126)

❀ علامہ نحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ سَكَتَ الْعُلَمَاءُ عَنْ كُلِّ مَا رَوَاهُ الْكَلْبِيُّ فَلَمْ يَحْتَجُّوا بِشَيْءٍ مِنْهُ .

”اہل علم نے کلبی کی ہر روایت کو ترک کر دیا ہے، اس کی کسی روایت سے حجت نہیں پکڑی۔“

(النّاسخ والمَنسوخ، ص 183)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو صَالِحٍ هٰذَا وَالْكَلْبِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ كُلُّهُمْ مَتْرُوكٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، لَا يَحْتَجُّونَ بِشَيْءٍ مِّنْ رِوَايَاتِهِمْ

لِكَثْرَةِ الْمَنَاكِيرِ فِيهَا، وَظُهُورِ الْكَذِبِ مِنْهُمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ.

''ابو صالح، کلبی اور محمد بن مروان تینوں محدثین کے ہاں متروک ہیں، ان کی کسی روایت سے حجت نہیں پکڑی جائے گی، کیونکہ ان کی روایات میں بکثرت منکر روایات ہیں، نیز ان کی روایات میں ان کا جھوٹ واضح ہو چکا ہے۔''

(الأسماء والصّفات : 311/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِيِّ ضَعِيفٌ بِالِاتِّفَاقِ مَنْسُوبٌ إِلَى الْكَذِبِ.

''محمد بن سائب کلبی باتفاق ضعیف اور متہم بالکذب ہے۔''

(عمدة القاري : 101/7)

❁ حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا ابْنُ الْكَلْبِيِّ فَمُضَعَّفٌ عِنْدَهُمْ، وَرِوَايَتُهُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَّخْصُوصَةٌ بِمَزِيدِ تَضْعِيفٍ.

''کلبی تو محدثین کے ہاں ضعیف ہے، اس کی روایت خاص ابو صالح عن ابن عباس کے طریق سے ہے اور بھی ضعیف ہے۔''

(عيون الأثر : 318/1، نصب الرّاية للزّيلعي : 430/3)

② ابو صالح باذام ''ضعیف، متروک الحدیث، مختلط و مدلس'' ہے۔

❁ کلبی خود کہتا ہے کہ مجھے ابو صالح نے کہا:

كُلُّ مَاحَدَّثْتُكَ فَهُوَ كِذْبٌ.

''جو میں نے تجھے بیان کیا، وہ جھوٹ ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 2128/6، السنن الكبرٰى للبيهقي : 123/7، الجَوهر النَّقي لابن التّركماني الحَنفي : 278/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نیز کہتا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ أُحَدِّثُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ فَهُوَ كِذْبٌ .

''میں نے جو کچھ ابوصالح سے بیان کیا، وہ جھوٹ ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 2127/6، سنن الدارقطني : 130/4، ح : 4182، السنن الكبرٰى للبيهقي : 290/1، تَقدِمة الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم، ص 73، بيان الوَهم والإيهام لابن القطّان : 1332، وسندهٗ صحيحٌ)

③ ابوصالح نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ .

''یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے، اس نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔''

(كتاب المجروحين : 185/1)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيهِ لِأَنَّهٗ فَضِيحَةُ الدَّهْرِ مَوْضُوعٌ بِلَا شَكٍّ .

''اس روایت میں احناف کی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ یہ روایت زمانہ بھر کی رسوائی اور بلاشبہ من گھڑت ہے۔''

(المُحلّٰى : 184/6)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

هِيَ الشَّرْبَةُ الَّتِي أَسْكَرَتْكَ .

”شراب کا وہ گھونٹ حرام ہے، جو آپ پر نشہ طاری کرے۔“

(سنن الدّارقطني : 450/5)

روایت باطل ہے۔

① حجاج بن ارطاۃ ضعیف، مختلط اور مدلس ہے۔

② ابراہیم بن یزید نخعی کا عنعنہ ہے۔

③ حماد بن ابی سلیمان مدلس و مختلط ہے۔

④ عمار بن مطر ضعیف و متروک ہے۔

اس کی متابعت عباس بن زرارہ نے کی ہے، جس کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❁ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ .

”یہ حدیث باطل ہے۔“

(سنن الدّارقطني : 450/5، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 518/8، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ مُضْطَرِبٌ ...... وَلَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ .

”یہ حدیث باطل مضطرب ہے۔...... سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ثابت نہیں ہے۔“

(الأباطيل والمَناكير : 281/2)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ: هُوَ الْقَدَحُ الَّذِي يَسْكُرُ مِنْهُ.

''ہر نشہ آور شے حرام ہے، اس سے مراد وہ پیالہ ہے، جس سے نشہ پیدا ہو۔''

(سنن الدّارقطني : 450/5)

اس قول کی سند ضعیف ہے۔

① حماد بن ابی سلیمان مختلط و مدلس ہے۔

② محمد بن حماد بن ماہان غیر قوی ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

''قوی نہیں ہے۔''

(سوالات الحاكم : 189)

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(سنن الدّارقطني : 450/5)

باطل سند ہے۔

① عمار بن مطر ضعیف و متروک ہے۔

② ابوحمزہ میمون قصاب ضعیف ہے۔

❁ اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

(العِلَل ومعرفة الرجال برواية ابنه عبد اللّٰه : 3214)

③ شریک بن عبداللہ قاضی سیء الحفظ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

اَلصَّيْدُ لِمَنْ أَخَذَهٗ .

”شکار اسی کا ہے، جس نے اسے پکڑا ہو۔“

(الهداية : 4/410)

جواب: یہ روایت بے اصل اور بے سند ہے۔ کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ . ”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 613)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ . ”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 4/318)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَيْرُ مَعْرُوفٍ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں یہ حدیث غیر معروف (بے وجود) ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 5/850)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْ لَهٗ أَصْلًا .

”مجھے اس کی اصل نہیں ملی۔“

(الدّراية : 256/2)

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ أَجِدْهُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”یہ حدیث بے اصل ہے، یہ مجھے کتب حدیث میں نہیں ملی۔“

(البِناية : 458/12)

سوال: کیا کار خریدنے کے لیے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

جواب: نہیں دی جا سکتی، کیونکہ کار بنیادی ضروریات میں سے نہیں۔

سوال: ایک شخص ہر روز قبروں پر پانی چھڑکتا ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: بے دلیل عمل ہے۔ قبر کی مٹی کو پختہ کرنے کے لیے پانی کا چھڑکاؤ کیا جا سکتا ہے، لیکن ہر روز ایسا کرنا محتاج دلیل ہے۔

سوال: نماز مغرب کو نماز خوف میں ادا کیسے کیا جائے؟

جواب: نماز خوف کو ادا کرنے کی جتنی صورتیں جائز ہیں، ان میں سے کسی صورت کے مطابق نماز مغرب کو بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

سوال: امام پہلے تشہد سے اٹھ گیا، لیکن مقتدی نے ابھی تشہد مکمل نہیں کیا، تو وہ تشہد مکمل کرے یا امام کی اقتدا ء میں اٹھ جائے؟

جواب: مقتدی تشہد مکمل کر لے۔

سوال: جو پانی پینے کے لیے مختص ہے، اس سے وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: پینے والے پانی سے وضو صحیح ہے۔ البتہ اگر وضو کے لیے الگ پانی موجود ہے، تو پینے والے پانی سے وضو نہ کرے۔

سوال: پانی چوری کر کے وضو کیا، کیا حکم ہے؟

جواب: چوری کرنا کبیرہ گناہ ہے، پانی چوری کرنے کا گناہ ملے گا، مگر اس پانی سے طہارت حاصل ہو جائے گی اور اس سے پڑھی گئی نماز صحیح ہوگی۔

سوال: کیا اسلاف اُمت میں سے کوئی فنائے نار کا قائل تھا؟

جواب: ہمارے علم کے مطابق اسلاف اُمت میں کوئی بھی مطلق طور پر فنائے نار کا قائل نہیں، بلکہ ساری اُمت کا اتفاق ہے کہ جہنم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے، اس کو کلی طور پر فنا نہیں کیا جائے گا۔ کتاب وسنت کے متواتر دلائل اس پر شاہد ہیں۔

❁ امام اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

يَشْهَدُ أَهْلُ السُّنَّةِ أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مَخْلُوقَتَانِ، وَأَنَّهُمَا بَاقِيَتَانِ لَا تَفْنِيَانِ أَبَدًا، وَأَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا أَبَدًا، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا خُلِقُوا لَهَا، لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا أَبَدًا .

''اہل سنت گواہی دیتے ہیں کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں، یہ باقی رہنے والی ہیں، کبھی فنا نہ ہوں گی۔ جنتی لوگ جنت سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے، اسی طرح وہ جہنمی لوگ، جو پیدا ہی جہنم کے لیے ہوئے ہیں، ان کو بھی کبھی جہنم سے نہیں نکالا جائے گا۔''

(عقيدة السّلف أصحابِ الحديث، ص 364)

بعض سلف سے فنائے نار کے آثار مروی ہیں، لیکن باعتبار سند ثابت نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۴)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: سونے کی قلم استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: اس کی ممانعت نہیں۔

سوال: جان بوجھ کر سجدہ سہو ترک کر دیا، کیا حکم ہے؟

جواب: جانتے بوجھتے سجدہ سہو ترک کرنا جائز نہیں، ایسی نماز ناقص ہے۔

سوال: ایک عورت مردوں کے ہجوم میں ہے، نماز کا وقت ہے، اسے کوئی الگ جگہ نہیں مل رہی، جہاں وہ نماز پڑھ سکے، اب وہ کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ نماز کے لیے الگ جگہ تلاش کرے، ورنہ نماز کو مؤخر کر دے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ قنوت نازلہ کرنا ممنوع ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: قنوت نازلہ مشروع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قنوت نازلہ کی، اسی طرح کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قنوت نازلہ ثابت ہے، بلکہ ہر دور کے مسلمان نوازل پر قنوت کرتے آئیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے قنوت نازلہ کی ممانعت ثابت نہیں۔

سوال: کیا قبر میں دفن کرتے ہوئے میت کا چہرہ ڈھانپا جائے گا؟

جواب: قبر میں میت کا سر اور چہرہ ڈھانپا جائے گا۔

❀ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَضٰى لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ يُوجَدْ لَهٗ شَيْءٌ يُّكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا نَمِرَةٌ فَكُنَّا إِذَا وَضَعْنَاهَا عَلٰى رَأْسِهٖ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا وَضَعْنَاهَا عَلٰى رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهٗ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ضَعُوهَا مِمَّا يَلِي رَأْسَهٗ وَاجْعَلُوا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخَرِ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ کی راہ میں رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہجرت کی، چنانچہ ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہو گیا، ہم میں سے کچھ تو اس طرح فوت ہو گئے کہ انہوں نے (دنیا میں) اپنے اجر کا کچھ بھی حصہ حاصل نہیں کیا، سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی انہی میں شامل ہیں، جو جنگ احد میں شہید ہوئے، تو انہیں کفن دینے کے لیے ایک دھاری دار چادر کے علاوہ کوئی چیز نہ ملی، اگر ہم وہ چادر آپ کے سر پر ڈالتے، تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں پر ڈالتے، تو سر ننگا ہو جاتا۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چادر سر کی طرف ڈال دیں اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دیں۔ ہم میں سے کچھ ایسے ہیں، جن کا پھل پک چکا ہے اور وہ اسے کاٹ رہے ہیں۔''

(صحیح البخاري : 1276، صحیح مسلم : 940، المُنتقٰی لابن الجارود : 522)

یہ حدیث دلیل ہے کہ میت کا سر اور چہرہ ڈھانپا جائے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ رَجُلٌ عَنْ بَعِيرِهٖ فَوُقِصَ فَمَاتَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهٗ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُهِلُّ .

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی احرام کی حالت میں اپنے اونٹ سے گرا اور گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مرگیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پانی میں بیری کے پتے ڈال کر غسل دیں اوراس کی اسی دو چادروں میں کفن دے دیں، لیکن اس کا سر نہ ڈھانپنا، کیونکہ اللہ تعالی اسے قیامت کے دن اٹھائے گا،تو یہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔''

(صحيح البخاري : 1267 ، صحيح مسلم : 1206 ، المُنتقٰى لابن الجارود : 506)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں وفات پانے والے محرم کے سر اور چہرے کو ننگا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے،اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو حالت احرام میں وفات نہ پائے، اس کا سر اور چہرہ ڈھانپ دیا جائے۔

سوال: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے،اچانک انتہائی تیز بدبو آئے، وہ برداشت نہ کر سکا،اس نے نماز توڑ دی،کیا حکم ہے؟

جواب: بعض لوگ تیز بدبو برداشت نہیں کر پاتے،ایسا شخص اگر نماز میں بدبو محسوس کرے اور بدبو ناقابل برداشت ہو،تو وہ نماز توڑ سکتا ہے اور کسی ایسی جگہ نماز پڑھ لے،

جہاں بدبو محسوس نہ ہو۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾(البقرة : ٢٨٦)

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ مکلّف نہیں ٹھہراتا۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾(النّساء : ٢٨)

''اللہ تم سے تخفیف اور آسانی کا ارادہ فرماتا ہے، انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ صَلَّى بِأَهْلِ مِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَلَمَّا سَلَّمَ، أَقْبَلَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ : إِنِّي تَأَهَّلْتُ بِمَكَّةَ، وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ تَأَهَّلَ فِي بَلْدَةٍ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِهَا، فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا، فَلِذٰلِكَ صَلَّيْتُ أَرْبَعًا .

''آپ رضی اللہ عنہ نے منیٰ والوں کو چار رکعت نماز پڑھائی، جب سلام پھیرا، تو ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نے مکہ میں شادی کر لی ہے (اس لیے چار رکعت نماز پڑھائی ہے) کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو کسی علاقہ میں شادی کر لے، وہ اس علاقے کے باشندوں میں شمار ہوگا، لہٰذا وہ چار رکعت (مکمل) نماز پڑھے۔ اسی وجہ سے میں نے بھی چار رکعت (مکمل) نماز

پڑھائی ہے۔"

(مُسند الحُمَیْدي : 36، مُسند الإمام أحمد : 62/1، شرح مُشکِل الآثار للطّحاوي : 4221، واللّفظ لہٗ)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عکرمہ بن ابراہیم ازدی موصلی ضعیف ہے۔

② عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ابی ذباب کا اپنے والد سے یا عبدالرحمٰن بن حارث کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

۞ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰی عَنْ أَبِیہِ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ مُرْسَلٌ .

"عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن حارث نے اپنے باپ کے واسطہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، یہ مرسل ہے۔"

(الجرح والتّعدیل لابن أبي حاتم : 94/5)

۞ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہٰذَا مُنْقَطِعٌ .

"یہ روایت منقطع ہے۔"

(مَعرفة السّنن والآثار : 261/4)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہٰذَا الْحَدِیثُ لَا یَصِحُّ .

"یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔"

(البداية والنّهاية : 397/10)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيث لَا يَصِحُّ لِأَنَّهٗ مُنْقَطِعٌ وَفِي رُوَاتِهٖ مَنْ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''یہ حدیث ثابت نہیں کیونکہ یہ منقطع ہے، نیز اس میں ایک ایسا راوی (عکرمہ بن ابراہیم) ہے، جس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(فتح الباري : 570/2)

سوال: گیلے جائے نماز پر نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائے نماز پاک ہے، تو نماز درست ہے۔

سوال: درج ذیل حدیث مبارکہ کے مطابق جس علاقہ میں طاعون ہو، اس کے لیے وہاں سے نکلنا یا وہاں جانا ممنوع ہے، کیا یہ حکم صرف طاعون کے ساتھ خاص ہے یا دیگر بیماریوں میں بھی یہی حکم ہے؟

❀ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَّأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِّنْهُ .

''اگر آپ کو کسی جگہ طاعون کے مرض کا علم ہو، تو وہاں مت جائیں اور اگر آپ کے علاقے میں طاعون کا مرض نازل ہو، تو وہاں سے بھاگ کر مت جائیں۔''

(صحیح البخاري : 5729، صحیح مسلم : 2219)

جواب: یہ حکم ہر اس بیماری کے بارے میں ہے، جو متعدی ہے اور ایک دوسرے کو لگ سکتی ہے، اگر کسی علاقہ میں ایسی کوئی وباء پیدا ہو جائے، جو مہلک اور متعدی ہو، تو وہاں

جانا اور وہاں سے نکلنا ممنوع ہے۔

سوال: ہمارے پاس مسجد تعمیر کرنے کے لیے رقم جمع ہے، کیا سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ ہوگی؟

جواب: اس پر زکوٰۃ نہیں، کیونکہ وہ رقم کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں۔

سوال: اگر لڑکی عورتوں کے مجمع میں جارہی ہے، وہاں کوئی مرد نہیں، کیا وہ خوشبو لگا کر جاسکتی ہے؟

جواب: عورت کے لیے گھر سے خوشبو لگا کر نکلنا جائز نہیں، اگرچہ وہ عورتوں کے مجمع میں جارہی ہے، کیونکہ بعید نہیں کہ راستے میں اس کا گزر مردوں کے پاس سے ہو۔

البتہ گھر میں عورتوں کے سامنے یا شوہر کے لیے خوشبو لگا سکتی ہے۔

❀ سیدہ زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا .

''جب کوئی عورت مسجد میں جائے، تو خوشبو نہ لگائے۔''

(صحيح مسلم : 443)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ .

''جس عورت نے ''بخور'' لگائی ہے، وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں حاضر نہ ہو۔''

(صحيح مسلم : 444)

❀ عبید بن ابی عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ ضُحًى فَلَقِيَتْنَا امْرَأَةٌ بِهَا

مِنَ الْعِطْرِ شَيْءٌ لَمْ أَجِدْ بِأَنْفِي مِثْلَهُ قَطُّ، فَقَالَ لَهَا أَبُو هُرَيْرَةَ: عَلَيْكِ السَّلَامُ، فَقَالَتْ: وَعَلَيْكَ، قَالَ: فَأَيْنَ تُرِيدِينَ؟ قَالَتْ: الْمَسْجِدَ، قَالَ: وَلِأَيِّ شَيْءٍ تَطَيَّبْتِ بِهٰذَا الطِّيبِ؟ قَالَتْ: لِلْمَسْجِدِ، قَالَ: آللّٰهِ؟ قَالَتْ: آللّٰهِ، قَالَ: آللّٰهِ؟ قَالَتْ: آللّٰهِ، قَالَ: فَإِنَّ حِبِّي أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ لِامْرَأَةٍ صَلَاةٌ تَطَيَّبَتْ بِطِيبٍ لِغَيْرِ زَوْجِهَا حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنْهُ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ، فَاذْهَبِي فَاغْتَسِلِي مِنْهُ، ثُمَّ ارْجِعِي فَصَلِّي.

”(ایک دفعہ) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چاشت کے وقت مسجد سے نکلا، ہمیں ایک عورت ملی، جس نے ایسی خوشبو لگائی ہوئی تھی کہ میرے ناک نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کہا، تو اس نے سلام کا جواب دیا۔ پوچھا: کہاں جا رہی ہیں؟ کہا: مسجد۔ پوچھا: یہ خوشبو کس لیے لگائی ہے؟ کہنے لگی: مسجد جانے کے لیے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ قسم دے کر پوچھا کہ واقعی اسی لیے؟، تو اس نے تینوں دفعہ قسم کھا کر کہا کہ واقعی مسجد کے لیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے میرے محبوب ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی، جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی مقصد کے لیے خوشبو لگاتی ہے، تا آنکہ وہ خوشبو کو اسی طرح دھو نہیں لیتی، جس طرح غسل جنابت میں (گندگی کو) دھویا جاتا ہے۔“ جائیے، اسے دھویئے

اور واپس آ کر نماز پڑھیے۔‘‘

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 3/133، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ، ثُمَّ خَرَجَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ لِيُوجَدَ رِيحُهَا لَمْ تُقْبَلْ لَهَا صَلَاةٌ حَتّٰى تَغْتَسِلَ اغْتِسَالَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ .

’’جو عورت خوشبو لگائے، پھر مسجد کے لیے گھر سے نکلے، تاکہ اس سے خوشبو آئے، تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، تاآنکہ وہ (خوشبو کو) اسی طرح نہ دھولے، جس طرح غسل جنابت میں (گندگی کو) دھویا جاتا ہے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 9/26، وسندهٗ حسنٌ)

معلوم ہوا کہ عورت خوشبو لگا سکتی ہے، مگر اس کے لیے چند پابندیاں ہیں۔

سوال: میرے ساتھ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، وہ نماز میں اُونگھنے لگا، مجھے ہنسی آ رہی تھی، ایک بار میں بے قابو ہو گیا اور بے اختیار قہقہہ لگا بیٹھا، اب نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں مسکرانے سے نماز باطل نہیں ہوتی، البتہ قہقہہ لگانے (آواز کے ساتھ ہنسنے) سے نماز باطل ہو جاتی ہے، اس پر اجماع ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الضَّحِكَ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ لَا يَنْقُضُ طَهَارَةً وَلَا يُوجِبُ وُضُوءً، وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الضَّحِكَ فِي الصَّلَاةِ يَنْقُضُ الصَّلَاةَ .

’’اہل علم کا اجماع ہے کہ نماز کے علاوہ ہنسنا وضو کو نہیں توڑتا، نہ ہی وضو کو واجب

کرتا ہے، اس بات پر بھی اجماع ہے کہ نماز میں ہنسنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔“

(الأوسط :226/1)

سوال: ایک شخص کے کپڑوں پر نشانات ہیں، اب یہ معلوم نہیں کہ وہ پاک شے کے نشانات ہیں یا ناپاک، کیا حکم ہے؟

جواب: اصول یہ ہے کہ جب تک کسی شے کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو جائے، تو محض شک کی بنا پر اسے ناپاک نہیں کہا جائے گا۔ لہٰذا اگر کپڑوں میں لگے نشانات میں ناپاک شے کے آثار معلوم نہ ہوں، تو وہ کپڑا پاک ہی متصور ہوگا۔ البتہ شک دور کرنے کے لیے کپڑے کو دھولیا جائے یا تبدیل کر لیا جائے۔

سوال: بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ سفر کرتے ہوئے میوزک سنتے ہیں، کہتے ہیں کہ اس سے سفر جلدی طے ہو جاتا ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سفر کو عذاب کا ٹکڑا کہا گیا ہے، سفر طے کرنے کے لیے انسان کو کسی انیس (ساتھی) کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے وہ گفتگو کرتا رہے یا اس کی گفتگو سنتا رہے، تاکہ دل لگا رہے، یہ انیس کوئی شخص بھی ہو سکتا ہے یا کوئی آواز وغیرہ بھی ہو سکتی ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ سفر شروع کرتے ہوئے سفر کی مسنون دعائیں پڑھے، اچھا انیس بنائے، کسی اچھے دوست کو رفیق سفر بنا لے یا دوران سفر کوئی عمدہ کلام سنے، کسی اچھے قاری کی تلاوت سن لے، اچھے عالم کا بیان سن لے، اچھی نظمیں سن لے، کوئی کتاب پڑھ لے، قرآن کریم یا نظم پڑھ لے۔ اچھے اشعار سنے جا سکتے ہیں، مگر سفر میں دل لگانے کے لیے میوزک سننا یا فلمیں دیکھنا حرام اور ناجائز ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَلَا جَرَسٌ .

”فرشتے اس شخص کے ساتھ نہیں ہوتے، جس کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو۔“

(صحيح مسلم : 2113)

گھنٹی شیطان کا ساز ہے، جس کی قباحت میوزک کے مقابلہ میں کم معلوم ہوتی ہے، بھلا جس سفر میں میوزک بجایا جائے، اس میں فرشتے کہاں ساتھ ہوں گے، کیونکہ موسیقی میں آلات موسیقی کے ساتھ ساتھ اور کئی شرعی قباحتیں ہوتی ہیں۔ جس بنا پر سفر نا مبارک ہو جاتا ہے۔ برکت خیر کے کاموں میں ہے۔

سوال: کیا قریب البلوغ سے بھی پردہ ہے؟

جواب: اجنبی عورت کو چاہیے کہ قریب البلوغ سے بھی پردہ کرے۔

سوال: کیا مظلوم کا ظالم کی اولاد کی بربادی کی دعا کرنا جائز ہے؟

جواب: مظلوم کے لیے ظالم کے حق میں بددعا کرنا تو جائز ہے، مگر اس کی اولاد کی بربادی کی دعا کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس ظلم میں اولاد کا کوئی قصور نہیں۔ بلکہ مظلوم کو چاہیے کہ عفو ودرگزر سے کام لے اور اس کا انجام اللہ کے سپرد کردے۔ معافی کے ساتھ دل کو تسلی دے کہ جو بیت چکا سو بیت چکا، اب اس کی وجہ سے میں ثواب سے محروم کیوں رہوں کہ مسلمان بھائی کو معاف کرنا کارِ ثواب ہے۔ کئی قرآنی نصوص میں معاف کرنے اور درگزر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ (البقرة : ٢٣٧)

”معاف کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾(آل عمران : ١٣٤)

''جو آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں، غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں، اللہ ایسے نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

❁ فرمان خداوندی ہے:

﴿فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾(الشّوریٰ : ٤٠)

''جو معاف کردے اور صلح کرلے، تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾(الشّوریٰ : ٣٤)

''جو صبر کرے اور قصور معاف کردے، تو یہ ہمت کا کام ہے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾(الأعراف : ١٩٩)

''عفو اختیار کریں، نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض برتیں۔''

سوال: کیا مسافر نماز جمعہ کے ساتھ نماز عصر کو جمع کرسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، کرسکتا ہے، کوئی ممانعت نہیں۔

سوال: امام منبر پر بیٹھ چکا ہے کہ اچانک سفر کرنا پڑھا، کیا جمعہ کی رخصت ہے؟

جواب: امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد بلا عذر سفر کرنا جائز نہیں، اگر کوئی ضروری سفر آن پڑا ہے، تو وہ سفر شروع کرسکتا ہے، وہ سفر میں ظہر پڑھ لے۔

سوال: میں ڈاکٹر ہوں، میں جمعہ کے لیے نکلنے لگا، تو اچانک ایک مریض آ گیا، جس کا آپریشن کرنا ضروری تھا، میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر فوراً آپریشن کرنا ضروری ہے اور جمعہ تک رکنا ممکن نہیں، تو آپ جمعہ ترک کر سکتے ہیں، یہ شرعی ضروری ہے، کیونکہ کسی کی جان بچانا زیادہ اہم ہے۔ آپریشن کے بعد اگر کہیں جمعہ کی نماز مل جائے، تو درست، ورنہ نماز ظہر پڑھ لیں۔

سوال: میں ٹیکسی چلاتا ہوں، میں گھر میں تھا، امام نے خطبہ شروع کر دیا، اسی دوران ایک شخص نے کہیں سفر پر جانے کو کہا، میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں اس شخص کے سفر کی نوعیت کو دیکھا جائے گا، اگر وہ ایسا سفر ہے کہ جس کے لیے فوراً نکلنا ضروری ہے، جیسے کسی مریض کو اچانک ہسپتال لے جانا پڑے، جمعہ تک رکنا ممکن نہ ہو، تو آپ اپنی ٹیکسی میں اس مریض کو لے جا سکتے ہیں، بعد میں کہیں جمعہ پڑھنا ممکن ہو، تو پڑھ لیں، ورنہ نماز ظہر ادا کر لیں۔

اگر عام سفر ہے، تو آپ کے لیے جمعہ پڑھنا ضروری ہے، کیونکہ آپ مقیم ہے اور مقیم پر جمعہ پڑھنا فرض ہے، لہٰذا آپ جمعہ شروع ہونے کے بعد سفر شروع نہیں کر سکتے، ہاں اگر آپ کہیں اور جگہ جا کر جمعہ پڑھ سکتے ہیں، تو الگ بات ہے۔

سوال: ایک شخص نے دس لاکھ روپے الگ کیے ہیں کہ جب مسجد تعمیر کی جائے گی، تو اس مد میں دوں گا، اس رقم پر سال گزر گیا، کیا اس پر زکوۃ ہے؟

جواب: اس پر زکوۃ ہے، کیونکہ اس نے اپنے طور پر دس لاکھ الگ کیے ہیں، ابھی مسجد کی انتظامیہ کے حوالے نہیں کیے، تو گویا ابھی وہ رقم اس کی ملکیت میں ہے، لہٰذا اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

سوال: جماعت کو پانے کے لیے تیز گاڑی چلانا کیسا ہے؟

جواب: اتنی تیز نہیں ہونی چاہیے کہ گاڑی بے قابو ہو جائے محتاط انداز میں گاڑی کی رفتار تیز کر لی جائے، تو حرج نہیں، لیکن حد سے زیادہ تیز کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ آرام سے گاڑی چلائیں، جتنی نماز مل جائے، اتنی با جماعت پڑھ لے، باقی بعد میں ادا کر لے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَونَ وَأْتُوهَا وَأَنْتُم تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوا .

”جب آپ نماز کے لیے آئیں، تو دوڑیں نہ، بل کہ سکون کے ساتھ چل کر آئیں، نماز کا جو حصہ پالیں، پڑھ لیں اور جو چوک جائے، اسے پورا کر لیں۔“

(صحيح البخاري : 636، صحيح مسلم : 602، المُنتقٰى لابن الجارود : 305)

سوال: ایک شخص مسجد سے باہر وضو کے لیے جاتا ہے، کیا واپس آ کر تحیۃ المسجد ادا کرے گا؟

جواب: تحیۃ المسجد مستحب نماز ہے، جو شخص وضو کے لیے مسجد سے باہر جائے، تو وضو کے بعد مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اس کے لیے تحیۃ المسجد ادا کرنا مشروع و مستحب ہے۔

سوال: عید کے دن نوجوانوں کا اسلحہ سے کھیلنا کیسا ہے؟

جواب: احتیاط کے ساتھ کھیلا جا سکتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ يَوْمَ عِيدٍ، يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَإِمَّا سَأَلْتُ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِمَّا قَالَ : تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ؟ فَقُلْتُ : نَعَمْ، فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ، خَدِّي عَلٰى خَدِّهِ، وَهُوَ يَقُولُ : دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ حَتّٰى إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ : حَسْبُكِ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : فَاذْهَبِي .

''عید کا دن تھا، حبشی ڈھالوں اور نیزوں کے ساتھ (جنگی کھیل) کھیل رہے تھے، یا تو میں نے سوال کیا تھا یا پھر رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا تھا، کیا آپ دیکھنے کی خواہش مند ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا، میرا رخسار آپ کے رخسار کے اوپر تھا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: کھیلتے رہو، بنی ارفدہ! جب میں تھک گئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بس؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: اچھا جائیں۔''

(صحیح البخاري : 950، صحیح مسلم : 20/892)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

جَاءَ حَبَشٌ يَزْفِنُونَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي الْمَسْجِدِ .

''عید کے دن حبشی لوگ مسجد میں جنگی مشقیں کرنے لگے۔''

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَزْفِنُونَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْقُصُونَ وَيَقُولُونَ : مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا يَقُولُونَ؟ قَالُوا : يَقُولُونَ :

مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ .

''حبشی نبی کریم ﷺ کے سامنے جنگی مشقیں کر رہے تھے اور رقص کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: محمد ﷺ نیک آدمی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا: یہ کہہ رہے ہیں کہ محمد کریم ﷺ نیک آدمی ہیں۔''

(مُسند الإمام أحمد : 3/152، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۸۷۰) نے صحیح قرار دیا ہے۔

سوال: ایک کافر مسلم ریاست میں ہے اور سر عام شراب پیتا ہے، کیا اس کے شراب پینے پر پابندی لگائی جا سکتی ہے؟

جواب: کافر، یہودی اور عیسائی پر ایسی چیزوں کا اعلانیہ ارتکاب کرنے پر پابندی لگائی جا سکتی ہے، جو اسلام میں ممنوع اور حرام ہیں، جیسے شراب نوشی، خنزیر کا گوشت کھانا اور اس کی خرید و فروخت، صلیب بیچنا، وغیرہ۔

❀ امام عمرو بن میمون بن مہران رحمہ اللہ (۱۴۷ھ) بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنْ يُمْنَعَ النَّصَارٰى بِالشَّامِ أَنْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا، قَالَ : وَنُهُوا أَنْ يُفَرِّقُوا رُؤُوسَهُمْ وَأَمَرَ بِجَزِّ نَوَاصِيهِمْ وَأَنْ يَشُدُّوا مَنَاطِقَهُمْ، وَلَا يَرْكَبُوا عَلٰى سُرُجٍ وَلَا يَلْبَسُوا عَصْبًا وَلَا خَزًّا وَلَا يَرْفَعُوا صُلُبَهُمْ فَوْقَ كَنَائِسِهِمْ فَإِنْ قَدَرُوا عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ فَعَلَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا بَعْدَ التَّقَدُّمِ

إِلَيْهِ، فَإِنَّ سَلَبَهُ لِمَنْ وَجَدَهُ قَالَ : وَكَتَبَ أَنْ تُمْنَعَ نِسَاؤُهُمْ أَنْ يَرْكَبْنَ الرَّحَائِلَ .

''عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے لکھا کہ نصرانیوں کو شام میں ناقوس بجانے سے منع کر دیں، فرمایا: ان کو سر کی مانگ نکالنے سے منع کیا جائے گا۔ ان کے پیشانی کے بال کاٹنے کا حکم دیا، نیز حکم دیا کہ اپنی پٹیاں کس کر باندھیں، زین پر سوار نہ ہوں۔ عمامہ اور ریشم نہ پہنیں۔ اپنی صلیب گرجے کے اوپر آویزاں نہ کریں۔ تو اگر ان میں سے کوئی شخص ایسا کرے گا، اس کو اتار دیا جائے گا۔ نیز لکھا کہ ان کی خواتین کو کجاؤں پر سوار ہونے سے منع کیا جائے۔''

(مصنّف عبد الرّزاق : 19235 ، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: کیا ریڈیو سے خطبہ سن کر نماز جمعہ پڑھا جا سکتا ہے؟

جواب: نماز جمعہ کے لیے کسی مسجد کا قصد کرنا ضروری ہے، ریڈیو یا ٹی وی سے خطبہ سن کر جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔

سوال: عورت کا کسی مرد کی ویڈیو دیکھنا کیسا ہے؟

جواب: جس طرح مرد کے لیے اجنبی عورت کا چہرہ دیکھنا ممنوع ہے، اسی طرح عورت کے لیے بھی اجنبی مرد کا چہرہ دیکھنا ممنوع ہے۔ البتہ عورت مرد کے کسی عمل کو دیکھ سکتی ہے، مثلاً مرد نماز پڑھ رہے ہیں، مرد کھیل رہے ہیں، مرد بھاگ رہے ہیں، مرد کام کاج کر رہے ہیں، جس میں مقصود مردوں کے کام کو دیکھنا ہو، نہ کہ خاص ان مردوں کو۔ لہٰذا عورت کے لیے خاص اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔

سوال: دوران خطبہ بچہ شور کر رہا ہے، کیا خطیب بچے کو خاموش ہونے کے لیے کہہ

سکتا ہے؟

(جواب): دوران خطبہ خطیب کلام کرسکتا ہے، کسی کو مخاطب کر کے بات کرسکتا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَجَلَسَ، فَقَالَ لَهٗ: يَا سُلَيْكُ، قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا، ثُمَّ قَالَ: «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا»

”رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سلیک! کھڑے ہو کر دو مختصر رکعت ادا کیجیے۔ پھر فرمایا: جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آنے والا دو مختصر رکعت پڑھ کر بیٹھے۔“

(صحيح البخاري: 1166؛ صحيح مسلم: 875، واللّفظ لهٗ)

❁ ابوزاہریہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ جَالِسًا إِلٰى جَانِبِهٖ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ وَآنَيْتَ.

”جمعہ کے دن میں سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، وہ کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنیں

پھلانگتا ہوا آیا، رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: بیٹھ جائیں! آپ نے لوگوں کو تکلیف دی ہے اور آپ تاخیر سے آئے ہیں۔''

(مسند أحمد : 188/4، سنن أبي داوٗد : 1118، سنن النّسائي : 1400، وسندهٗ صحيح

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۹۴)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۸۱۱) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۷۹۰) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۲۸۸/۱) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے، حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الاحکام: ۷۸۵/۲) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ رِجَالِهٖ ثِقَاتٌ لَّا نَعْلَمُ فِيهِمْ جَرْحًا .

''اس حدیث کے سارے کے سارے راوی ثقہ ہیں، ہمیں ان میں سے کسی کے بارے میں جرح معلوم نہیں۔''

(البدر المنير : 680/4)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا قَالَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا وَضَعَهُمَا حَتّٰى ثَارَ سَحَابٌ كَأَمْثَالِ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنِ الْمِنْبَرِ حَتّٰى

رَأَيْتُ الْمطَرَ يَتَحادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى فَقَام ذٰلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ : رَجُلٌ غَيْرُهٗ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ : اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، قَالَ : فَمَا يُشِيرُ بِيَدِهٖ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتّٰى صَارَتْ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي وَادِي قَنَاةَ شَهْرًا وَّلَمْ يَجِيءْ رَجُلٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ مِّنَ النَّوَاحِي إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

”رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قحط پڑ گیا، ایک دن رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی کھڑا ہو کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مال برباد ہو گئے اور بچے بھوک سے مر گئے، لہٰذا اللہ تعالی سے ہمارے لیے دُعا کیجیے۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے، تو (اس وقت) آسمان پر کوئی بدلی موجود نہیں تھی، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی آپ نے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ پہاڑوں جیسے بادل اُمڈ آئے اور ابھی منبر سے نیچے نہیں اترے تھے کہ میں نے بارش کو آپ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک پر گرتے دیکھا، اس دن سے لے کر اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی، تو (اگلے جمعے) وہی دیہاتی یا کوئی اور آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! اب تو مکانات بھی گر گئے، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے (کہ بارش

روکے)۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے آس پاس بارش برسا اور ہم پر نہ برسا۔ غرض آپ مسجد کی جس جانب بھی ہاتھ سے اشارہ کرتے، ادھر سے ہی بدلی کھل جاتی، حتی کہ مدینہ (کھل کر) آنگن کی طرح ہو گیا اور وادی قناۃ مہینہ بھر بہتی رہی، نیز مدینہ کے گردونواح سے ہر آنے والے نے بارش کی خبر دی۔"

(صحيح البخاري: 933، 1033، صحيح مسلم: 897، مُنتقى ابن الجارود: 256)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا صحائف موسیٰ اور تورات میں فرق ہے؟

جواب: جی ہاں، موسیٰ علیہ السلام کو صحائف بھی دیے گئے اور تورات بھی۔

سوال: کیا نماز کے بعد والے اذکار رو بہ قبلہ ہو کر کرنے ضروری ہیں؟

جواب: نماز کے بعد والے اذکار کے لیے رو بہ قبلہ ہونا ضروری نہیں، کسی طرف بھی منہ کر کے اذکار کیے جا سکتے ہیں۔

سوال: بعض عوام کسی قاری کی قرائت سن کر اونچی آواز سے ''اللہ، اللہ'' کہتے ہیں اور لفظ اللہ کو کھینچ کر پڑھتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ نامناسب عمل ہے، اگر کسی کی قرائت پسند آئی ہے اور اسے داد دینا مقصود ہے، تو سبحان اللہ، جزاک اللہ اور ان جیسے کلمات کے ساتھ داد دی جائے۔ اللہ اللہ کہہ کر آواز کو کھینچنا درست نہیں، کیونکہ یہ مفرد لفظ کوئی ذکر نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصُودُ هُنَا أَنَّ الْمَشْرُوعَ فِي ذِكْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ هُوَ ذِكْرُهٗ بِجُمْلَةٍ تَامَّةٍ وَّهُوَ الْمُسَمّٰى بِالْكَلَامِ وَالْوَاحِدُ مِنْهُ بِالْكَلِمَةِ وَهُوَ الَّذِي يَنْفَعُ الْقُلُوبَ وَيَحْصُلُ بِهِ الثَّوَابُ وَالْأَجْرُ وَالْقُرْبُ

إِلَى اللّٰهِ وَمَعْرِفَتُهُ وَمَحَبَّتُهُ وَخَشْيَتُهُ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْمَطَالِبِ الْعَالِيَةِ وَالْمَقَاصِدِ السَّامِيَةِ، وَأَمَّا الْاقْتِصَارُ عَلَى الْاِسْمِ الْمُفْرَدِ مُظْهَرًا أَوْ مُضْمَرًا فَلَا أَصْلَ لَهُ فَضْلًا عَنْ أَنْ يَّكُونَ مِنْ ذِكْرِ الْخَاصَّةِ وَالْعَارِفِينَ بَلْ هُوَ وَسِيلَةٌ إِلٰى أَنْوَاعٍ مِّنَ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَاتِ وَذَرِيعَةٌ إِلٰى تَصَوُّرَاتِ أَحْوَالٍ فَاسِدَةٍ مِّنْ أَحْوَالِ أَهْلِ الْإِلْحَادِ وَأَهْلِ الْاِتِّحَادِ كَمَا قَدْ بُسِطَ الْكَلَامُ عَلَيْهِ فِي غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ، وَجِمَاعُ الدِّينِ أَصْلَانِ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَعْبُدَهُ إِلَّا بِمَا شَرَعَ لَا نَعْبُدُهُ بِالْبِدَعِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا﴾ .

’’مقصد یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں ذکر الٰہی جملہ تامہ، جسے کلام بھی کہتے ہیں، جس کا واحد کلمہ ہے، کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔ یہ دلوں کے نفع مند، اجر و ثواب، قرب الٰہی، اللہ کی معرفت، محبت اور خشیت کے علاوہ کئی ایک فوائد و ثمرات کا موجب ہے۔ ذکر میں صرف لفظ اللہ یا اس کی ضمیر پر اکتفا کرنے کا ذکر خاص اور ذکر العارفین ہونا تو کجا، اس کی دین میں کوئی اصل نہیں، بل کہ بدعات وخرافات اور الحاد اور وحدت الوجود جیسے گمراہ کن اعتقادات کا ذریعہ ہے، اس پر تفصیلی بحث کسی دوسری جگہ گزر چکی ہے۔ پورے دین کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے، دوسری کہ عبادت وہی ہے، جسے شریعت مقرر کرے، بدعات کو عبادت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ ”جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو، نیک اعمال کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔“

(مجموع الفتاوٰی : 5/216)

سوال: جادو کا جادو سے علاج کرنا کیسا ہے؟

جواب: جادو کا علاج قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں سے کرنا چاہیے، جادو کفر ہے، جادو کا جادو سے علاج کرنا بھی کفر ہے۔

سوال: بعض نے درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ سیدنا ادریس علیہ السلام کو بھی آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾(مریم : ٥٧)

”ہم نے انہیں بلند مقام پر فائز کیا ہے۔“

اس استدلال کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بعض اہل علم نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سیدنا ادریس علیہ السلام کو بھی آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا، مگر اس استدلال پر کوئی معتبر اور معتمد علیہ دلیل نہیں، لہٰذا یہ استدلال درست معلوم نہیں ہوتا۔ درست یہی ہے کہ یہاں بلندی سے مراد بلندئ درجات ہے، واللہ اعلم!

❁ مجاہد رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

إِدْرِيسُ رُفِعَ فَلَمْ يَمُتْ، كَمَا رُفِعَ عِيسٰى .

''سیدنا ادریس علیہ السلام کو (آسمان پر) اٹھا لیا گیا، آپ فوت نہیں ہوئے، جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو (زندہ) اٹھا لیا گیا۔''

(تفسير الطّبري : 563/15، وسندهٗ حسنٌ)

یہ قول مرجوح ہے، کیونکہ کتاب وسنت میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: اس شعر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

''......دل پے کلمے کی ضرب لگا   لا الہ الا اللہ......''

جواب: یہ شعر گمراہ صوفیا کے نظریے کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ قلبی ذکر کے قائل ہیں، جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک قلبی ذکر کی کوئی حیثیت نہیں، ذکر زبان سے کیا جاتا ہے، دل سے توجہ، خشیت اور عاجزی وانکساری اختیار کی جاتی ہے۔ دل پر ضربیں مارنا باطنی صوفیا کا شیوہ ہے۔ لہٰذا مذکورہ شعر شرعاً درست نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ؛ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ .

''دو کلمے رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر (ادا کرنے میں) بہت آسان ہیں اور میزان میں بہت وزنی ہیں؛ سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔''

(صحيح البخاري : 7563، صحيح مسلم : 2694)

حدیث میں اللِّسَانِ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر وہی معتبر ہے، جو زبان سے کیا جائے، صوفیا کی طرح دل سے ذکر کی کوئی حیثیت نہیں۔

سوال: کیا خواتین قبر نبوی کی زیارت کر سکتی ہیں؟

جواب: راجح مؤقف کے مطابق عورتیں قبروں کی زیارت کو جا سکتی ہیں، بشرطیکہ غیر شرعی اُمور کا اظہار نہ کریں، لہٰذا اگر عورتوں کے لیے قبر نبوی کی زیارت کرنا ممکن ہو، تو وہ زیارت کر سکتی ہیں۔

سوال: کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے وتر کو واجب کہنا ثابت ہے؟

جواب: نماز وتر سنت ہے۔ بے شمار احادیث، آثار سلف اور اجماع اُمت اس پر دلیل ہیں۔ البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وتر کو واجب سمجھتے تھے۔

❁ عبدالوارث بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبَا حَنِيفَةَ، أَوْ سُئِلَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ، عَنِ الْوِتْرِ؟ فَقَالَ : فَرِيْضَةٌ، فَقُلْتُ، أَوْ فَقِيلَ لَهٗ : فَكَمِ الْفَرْضُ؟ قَالَ : خَمْسُ صَلَوَاتٍ، فَقِيلَ لَهٗ : فَمَا تَقُوْلُ فِي الْوِتْرِ؟ قَالَ : فَرِيْضَةٌ، فَقُلْتُ، أَوْ فَقِيْلَ لَهٗ : أَنْتَ لَا تُحْسِنُ الْحِسَابَ .

”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے وتر کے بارے میں سوال ہوا، تو کہنے لگے: فرض ہے۔ پوچھا گیا: فرض نمازیں کتنی ہیں؟ جواب دیا: پانچ۔ وتر کے بارے میں کیا رائے ہے؟ کہا: فرض۔ تب سائل نے کہا: آپ تو حساب بھی نہیں جانتے۔“

(صحیح ابن خزیمة : 2/135۔ 136، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: بعض بینک اپنے کسٹمرز کے مابین سالانہ قرعہ اندازی کرتے ہیں، کوئی نہ کوئی چیز بطور انعام دیتے ہیں، ایسی شے وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر سودی اکاؤنٹ کھلوانے پر یہ سب کچھ ملتا ہے، تو جائز نہیں، اگر غیر سودی

اکاؤنٹ کھلوانے والا بھی اس انعام میں شریک ہوسکتا ہے،تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: جب مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے ،تو پھر کئی سنی علما جیسے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ہیں، نے کتابوں میں مشاجرات صحابہ کو تفصیل کے ساتھ درج کیوں کیا؟

جواب: یقیناً مشاجرات صحابہ میں اہل سنت والجماعت کا اتفاقی عقیدہ یہی ہے کہ صحابہ کے باہم اختلافات کو عام نہ کیا جائے، بلکہ زبان بندی کی جائے۔ اسی طرح ان مشاجرات کی بنیاد پر کسی صحابہ پر زبان طعن دراز نہ کی جائے، بلکہ ان کے متعلق عمدہ تاویل کی جائے اوران سے راضی رہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول ان سے راضی ہیں۔

جن اہل علم نے مشاجرات کو ذکر کیا ہے، انہوں نے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع بھی کیا کہ یہ سب کچھ ان سے اجتہاداً سرزد ہوگیا، نیز سامعین اور قارئین کو پیغام دیا ہے کہ ان سب اختلافات کے باوجود ہمیں صحابہ کے فضائل بیان کرنے چاہییں، ان کی غلطیوں پر ان کے لیے استغفار کرنی چاہیے، ان کے لیے کلمہ خیر کہنا چاہیے، الخ۔ گویا حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سمیت دیگر اہل سنت مصنفین نے مشاجرات صحابہ کو صحیح طور پر بیان کر کے اُمت کی راہنمائی کی ہے، نیز مشاجرات میں جو غلط اور جھوٹی باتوں کو شامل کر دیا گیا تھا، ان باتوں کو الگ کیا ہے۔ جو باتیں روافض نے سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کیں، انہیں مکمل سیاق وسباق سے بیان کر دیا ہے، تاکہ مسئلہ کی نوعیت واضح ہو جائے۔

اس لیے بلاضرورت مشاجرات صحابہ کو بیان نہیں کرنا چاہیے، لیکن جب مقصود صحابہ کا دفاع اور معاندین کا رد ہو، تو مشاجرات کو بیان کر کے ان میں صحیح اور سالم توجیہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُولٌ، أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ تَعَالَى وَأَصْفِيَاؤُهُ، وَخِيَرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ بَعْدَ أَنْبِيَائِهِ وَرُسُلِهِ، هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالَّذِي عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ مِنْ أَئِمَّةِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَقَدْ ذَهَبَتْ شِرْذِمَةٌ لَا مُبَالَاةَ بِهِمْ إِلٰى أَنَّ حَالَ الصَّحَابَةِ كَحَالِ غَيْرِهِمْ، فَيَلْزَمُ الْبَحْثُ عَنْ عَدَالَتِهِمْ، وَمِنْهُمْ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ حَالِهِمْ فِي بُدَاءَةِ الْأَمْرِ فَقَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْعَدَالَةِ إِذْ ذَاكَ، ثُمَّ تَغَيَّرَتْ بِهِمُ الْأَحْوَالُ فَظَهَرَتْ فِيهِمُ الْحُرُوبُ وَسَفْكُ الدِّمَاءِ، فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَحْثِ، وَهٰذَا مَرْدُودٌ، فَإِنَّ خِيَارَ الصَّحَابَةِ وَفُضَلَاءَ هُمْ كَعَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَغَيْرِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِمَّنْ أَثْنَى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَزَكَّاهُمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ وَوَعَدَهُمُ الْجَنَّةَ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿مَغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا﴾ وَخَاصَّةً الْعَشَرَةَ الْمَقْطُوعُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ بِإِخْبَارِ الرَّسُولِ هُمُ الْقُدْوَةُ مَعَ عِلْمِهِمْ بِكَثِيرٍ مِنَ الْفِتَنِ وَالْأُمُورِ الْجَارِيَةِ عَلَيْهِمْ بَعْدَ نَبِيِّهِمْ بِإِخْبَارِهِ لَهُمْ بِذٰلِكَ، وَذٰلِكَ غَيْرُ مُسْقِطٍ مِنْ مَرْتَبَتِهِمْ وَفَضْلِهِمْ، إِذْ كَانَتْ تِلْكَ الْأُمُورُ مَبْنِيَّةً عَلَى الْاجْتِهَادِ، وَكُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِيبٌ.

”تمام صحابہ عادل ہیں، اللہ کے ولی، اس کے پسندیدہ اور انبیا اور رسل کے بعد

تمام انسانوں میں افضل ہیں۔ یہ اہل سنت کا مذہب ہے، امت کے ائمہ کی ایک بڑی جماعت اسی مذہب پر قائم ہے۔اس کے برعکس ایک چھوٹا سا گروہ، جن کی کوئی حیثیت نہیں، کہتا ہے کہ صحابہ کا معاملہ بھی عام لوگوں کی طرح ہے، ان کی عدالت بھی چیک کی جائے گی۔ان لوگوں میں بعض یہ فرق کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کی حالت شروع اسلام میں مختلف تھی (اور بعد میں مختلف)۔ کہتے ہیں: اس وقت یہ صحابہ عدالت پر قائم تھے، پھر حالات نے پلٹا کھایا اور ان میں جنگیں چھڑ گئیں اور خون بہائے گئے، لہٰذا ان کی عدالت پر بحث کی جائے گی۔ یہ مردود بات ہے، کیونکہ بہترین اور فضلاء صحابہ کرام مثلا: علی، طلحہ، زبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے، ان کا تزکیہ کیا ہے، اللہ ان سے راضی ہو گیا، انہیں بھی راضی کر دیا اور ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿مَغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا﴾ ''ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر (جنت) ہے۔'' خصوصا عشرہ مبشرہ، جن کے قطعی طور پر جنتی ہونے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، وہ اُسوہ ہیں، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کی بنا پر یہ صحابہ جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت سے فتنوں اور حوادثات کا انہیں سامنا ہو گا۔ اس سے صحابہ کے مقام ومرتبہ اور فضیلت میں کمی واقع نہیں ہوئی، کیونکہ ان تمام معاملات کی بنیاد اجتہاد پر تھی اور ہر مجتہد کو اجر ملتا ہے۔''

(تفسير القرطبي: 299/16)

سوال: ایک شخص کا نام یوسف ہے، اگر کوئی اسے کسی شے سے منع کرنے کے لیے

درج ذیل آیت کریمہ پڑھے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

❁ قرآن کریم میں ہے:

﴿يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾(یوسف : ۲۹)

''یوسف! اس سے اعراض کیجئے۔''

جواب: ایسا کرنا جائز نہیں، یہ کفریہ عمل ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

سوال: کفر دون کفر سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد چھوٹا کفر ہے، جس کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، جیسے مسلمان سے لڑائی کرنا، انساب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا وغیرہ۔ان اوران جیسے بعض اُمور پر کفر کا اطلاق ہوا ہے، مگر اس سے مراد کفر اصغر ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ كُلُّ مَنْ قَامَ بِهٖ شُعْبَةٌ مِنْ شُعَبِ الْكُفْرِ يَصِيرُ كَافِرًا الْكُفْرَ الْمُطْلَقَ، حَتّٰى تَقُومَ بِهٖ حَقِيقَةُ الْكُفْرِ، كَمَا أَنَّهٗ لَيْسَ كُلُّ مَنْ قَامَ بِهٖ شُعْبَةٌ مِنْ شُعَبِ الْإِيمَانِ يَصِيرُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يَقُومَ بِهٖ أَصْلُ الْإِيمَانِ وَحَقِيقَتُهٗ.

''کفر کے ہر شعبہ کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا، جب تک کہ اس میں کفر کی حقیقت نہ پائی جائے، اسی طرح ایمان کے کسی شعبہ کی وجہ سے آدمی مومن نہیں بنتا، جب تک کہ اس میں اصل ایمان اور اس کی حقیقت نہ پائی جائے۔''

(اقتضاء الصّراط المُستقیم :237/1)

سوال: قریبی غیر محرم خواتین کو سلام کہنا کیسا ہے؟

جواب: فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو انہیں سلام کہا جا سکتا ہے، مگر مصافحہ یا معانقہ کسی صورت جائز نہیں۔ یہ حرام اُمور ہیں، جو کافروں سے بعض مسلمان خاندانوں میں سرایت کر گئے ہیں، لڑکے اپنے کزنز کو ملتے وقت گلے لگاتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم تو بہن بھائی ہیں۔ یہ شریعت کی واضح مخالفت ہے اور عذاب الٰہی کو دعوت دینے والی بات ہے۔

سوال: جعد بن درہم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: جعد بن درہم وہ پہلا برا شخص ہے، جس نے صفات باری تعالیٰ کی نفی کا نظریہ اختیار کیا، اس نے صفات میں تعطیل کی، کئی باطل فرقوں کی بنیاد یہی شخص ہے، اس کا انجام بخیر نہ ہو سکا۔ اس سے برے اعتقادات جہم بن صفوان نے نقل کیے۔ کتب عقائد میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

سوال: مسجد حرام میں پہلی صف کون سی ہوتی ہے؟

جواب: خانہ کعبہ کے گرد امام کے پیچھے بننے والا پہلا دائرہ ہی پہلی صف ہے۔ مسجد حرام میں پہلی صف گول ہوتی ہے، کیونکہ چاروں اطراف میں قبلہ سامنے ہے۔

سوال: میرے ایک دوست نے مجھے تحفہ دیا، اس کا والد سودی بینک میں ملازم ہے، کیا میرے لیے وہ تحفہ قبول کرنا جائز ہے؟

جواب: آپ کے لیے تحفہ قبول کرنا جائز ہے۔ اگر سودی لین دین کرنے والا شخص بھی آپ کو تحفہ دے، تو آپ وہ تحفہ لے سکتے ہیں، کیونکہ سودی رقم اس شخص کے لیے حرام ہے، جو اسے کما رہا ہے، دوسروں کے لیے وہ رقم حرام نہیں ہے۔

❀ حارث بن سوید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ : إِنَّ لِي

جَارًا، وَلَا أَعْلَمُ لَهٗ شَيْئًا إِلَّا خَبَثًا أَوْ حَرَامًا وَأَنَّهٗ يَدْعُونِي فَأُحْرَجُ أَنْ آتِيَهٗ وَأَتَحَرَّجُ أَنْ لَا آتِيَهٗ، فَقَالَ : ائْتِهِ أَوْ أَوْجِبْهُ فَإِنَّمَا وِزْرُهٗ عَلَيْهِ .

''ایک شخص سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، کہنے لگا: میرا ایک پڑوسی ہے، جتنا میں جانتا ہوں، اس کی کمائی حرام ہے، وہ مجھے (کھانے کی) دعوت دیتا ہے، میں یہ دعوت قبول کروں، تو حرج محسوس کرتا ہوں (کیونکہ اس کی کمائی حرام ہے) اور دعوت قبول نہ کروں، تو پھر بھی حرج محسوس کرتا ہوں (کہ وہ کیا خیال کرے گا کہ میری دعوت قبول کیوں نہیں کی)۔تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ دعوت قبول کریں، اس کی حرام کمائی کا گناہ اس کے سر ہے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 535/5، وسندهٗ حسنٌ)

جب حرام خور کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے، تو حرام خور کے بیٹے سے تحفہ بھی وصول کیا جاسکتا ہے۔

سوال: قمار اور میسر میں کیا فرق ہے؟

جواب: کوئی فرق نہیں ہے، دونوں سے مراد جوا ہے۔

سوال: مجھے ایک دوست نے کچھ رقم دی کہ مستحق طلبہ پر خرچ کر دیں، میں خود بھی مستحق ہوں، کیا میں وہ رقم خود پر خرچ کرسکتا ہوں؟

جواب: جب آپ کے دوست نے مستحق طلبہ کی تعیین نہیں کی، تو آپ اپنے اوپر بھی خرچ کرسکتے ہیں، بشرطیکہ آپ مستحق ہوں۔

سوال: ''اللہ اس کی قبر کو ٹھنڈا کرے۔'' یہ دعائیہ کلمات کہنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: ایک شخص رمضان کے روزوں کا فدیہ دینا چاہتا ہے، وہ روزے نہیں رکھ سکتا، اب وہ فدیہ کب ادا کرے؟

جواب: وہ رمضان کے کسی بھی حصہ میں فدیہ دے سکتا ہے، شروع میں، درمیان میں، آخر میں۔ بہتر ہے کہ رمضان کے اندر اندر ادا کر دے، البتہ اگر کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے، تو جتنا جلدی ہو سکے، ادا کر دینا چاہیے۔

سوال: ایک شخص نے بیماری کی وجہ سے رمضان کے دس روزے چھوڑے، اسے اُمید تھی کہ کچھ مہینوں بعد وہ صحت یاب ہو جائے گا، تو ان کی قضا دے دے گا، مگر اگلے شعبان تک اس کا مرض دور نہ ہوا، اب وہ کیا کرے؟

جواب: اگر ماہِ شعبان تک اس کا مرض دور نہ ہوا، تو وہ اپنے چھوڑے گئے روزوں کا فدیہ ادا کر دے۔

سوال: ایک لڑکی بالکل بھی نماز نہیں پڑھتی، کیا اس سے شادی کی جا سکتی ہے؟

جواب: جو مرد یا عورت بالکل بھی نماز نہیں پڑھتا، وہ کافر ہے، اس سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ جو کبھی کبھار پڑھ لیتا ہے یا پڑھ لیتی ہے، اس سے نکاح ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ مسلمان ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

مَنْ مَاتَ فِي طَرِيقِ الْحَجِّ، كُتِبَ لَهٗ حَجَّةٌ مَّبْرُورَةٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ.

”جو حج کے لیے جاتے ہوئے راستے میں فوت ہو گیا، اس کے لیے ہر سال حج

مبرور کا ثواب لکھا جائے گا۔‘‘

(الهِداية :1/180)

جواب: یہ روایت ان الفاظ سے بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

’’یہ روایت میرے علم میں نہیں۔‘‘

(التّنبيه، ص 324)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا أَصْلَ لَهٗ .

’’یہ حدیث بے اصل ہے۔‘‘

(التّنبيه على مُشكِلات الهداية : 3/1167)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

’’ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔‘‘

(الدّراية : 2/51)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

’’ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔‘‘

(البِناية : 4/481)

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ.

''یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔''

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية :736/1)

سوال: جو شخص اللہ تعالیٰ کے چہرے کو مخلوق کے چہرے سے تشبیہ دے، کیا وہ اہل سنت میں داخل ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی بنیاد ہی یہ ہے کہ خالق کو ذات وصفات میں مخلوق کے مشابہ قرار نہیں دیا جائے گا۔ جو بھی شخص باری تعالیٰ کی کسی صفت کو مخلوق کی صفت کے مشابہ کہے، وہ اہل سنت سے خارج ہے۔ ایسا شخص بدعتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشورٰی : ۱۱)

''اللہ تعالیٰ جیسی کوئی شے نہیں۔''

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے صفت مکر ثابت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت مکر اور صفت کید ثابت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی فعلی صفت ہے، کما یلیق بشانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت مکر مخلوق کی طرح نہیں، یہ بھی یاد رہے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے لیے حقیقتاً ثابت ہے، لیکن اللہ نے صرف انہیں مقابلتاً ثابت کیا ہے، انفراداً نہیں، لہٰذا اس صفت کو مطلق طور پر ثابت کرنا درست نہیں، نہ ہی اس سے اللہ کا نام مشتق کیا جا سکتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ''ماکر'' نہیں کہا جا سکتا، ایسا کرنے والا سخت گناہ گار ہے، کیونکہ یہ افعال مطلق طور پر قابل تعریف نہیں ہیں، بلکہ صرف حق وعدل کے قیام اور ظلم

وجور کے خاتمے کے لیے قابل مدح ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾(آل عمران : ٥٤)

''ان کفار نے مکر کیا اور اللہ نے بھی مکر کیا، اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر مکر کرنے والا ہے۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۞ وَّأَكِيدُ كَيْدًا﴾(الطّارق : ١٥ـ١٦)

''وہ کید ومکر کر رہے ہیں، میں بھی کید ومکر کر رہا ہوں۔''

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرْ هُدَايَ إِلَيَّ، وَانْصُرْنِي عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ، أَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي لَكَ شَاكِرًا، لَكَ ذَاكِرًا، لَكَ رَاهِبًا، لَكَ مِطْوَاعًا إِلَيْكَ، مُخْبِتًا، أَوْ مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي .

''میرے رب! میری مدد کر، میرے مخالف کی مدد نہ کر۔ میری نصرت فرما، میرے مخالف کی نصرت نہ فرما۔ میرے حق میں تدبیر کرنا، میرے خلاف تدبیر

نہ کرنا۔ مجھے ہدایت دے اور اتباع ہدایت میں آسانی دے۔ ظالم کے خلاف میری مدد فرما۔ میرے رب! مجھے اپنا شکر گزار بنا، ذکر کرنے والا اور تجھ سے ڈرنے والا بنا۔ فرمانبردار، عجز وانکساری کرنے والا، تیرے سامنے کراہنے والا، دعائیں کرنے والا اور تائب ومتواضع بنا۔ میرے رب! میری توبہ قبول فرما، میرے گناہ دھو دے، میری دلیل ثابت کر دے، میرے دل کو سیدھا کر دے، میری زبان کو راست کر دے اور میرے دل سے کینہ اور حسد وبغض کھینچ کر نکال دے۔“

(سنن أبي داوٗد : 1510، السّنن الکبریٰ للنّسائي : 10368، سنن التّرمذي : 3551، سنن ابن ماجه : 3830، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“، امام ابن حبان (948) نے ”صحیح“، امام حاکم رحمہ اللہ (520/1) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

سوال: مسجد میں ہنسنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد عبادت اور ذکر الٰہی کی جگہ ہے، یہاں ہنسی مذاق کی مجلسیں نہیں لگانی چاہییں، البتہ اگر کسی بات کو سن کر ہنسی آجائے، تو حرج نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ غَيْرَ نَاكِحِي نِسَائِهِمْ وَلَا آكِلِي ذَبَائِحِهِمْ .

”مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب والا معاملہ کریں، سوائے ان کی عورتوں سے نکاح کے اور ان کے ذبیحے کھانے کے۔“

(الهداية :1/188)

جواب: یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بے اصل ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ كَذٰلِكَ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیہ، ص 335)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 45/5)

البتہ روایت کا پہلا حصہ کتب حدیث میں منقول ہے۔

❀ ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ذَكَرَ الْمَجُوسَ فَقَالَ : مَا أَدْرِي كَيْفَ أَصْنَعُ فِي أَمْرِهِمْ؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں کا ذکر کیا اور فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ میں ان کے ساتھ (جزیہ وغیرہ کے معاملہ میں) کیا سلوک کروں؟ تو سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول

اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ان (مجوسیوں) کے ساتھ اہل کتاب والا سلوک کریں۔"

(موطأ الإمام مالك :278/1)

سند ضعیف ہے۔ ابو جعفر باقر نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْقَطِعٌ لِأَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ لَمْ يَلْقَ عُمَرَ وَلَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ .

"یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ محمد بن علی (ابو جعفر باقر رحمہ اللہ) نے سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف سے ملاقات نہیں کی۔"

(التّمهيد : 114/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

اَلْقِرَانُ رُخْصَةٌ .

"حج قران (عمرہ اور حج ایک ہی احرام کے ساتھ کرنا) رخصت ہے۔"

(الهداية :150/1)

جواب: یہ روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ . "یہ روایت میرے علم میں نہیں۔"

(التّنبيه، ص 307)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ بالکل بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 3/99)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا ذِكْرَ لِهٰذَا اللَّفْظِ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت مذکور نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 3/1070)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ . ”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 2/33)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔“

(البِناية : 4/282)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيثُ .

”یہ حدیث (کتب حدیث میں) معروف نہیں ہے۔“

(فتح القدير : 2/519)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ . ”یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية :1/678)

سوال: ایک شخص نے دوران طواف حجر اسود کو استلام نہیں کیا، کیا اس کا طواف صحیح ہے یا اسے دوبارہ کرنا پڑے گا؟

جواب: دوران طواف حجر اسود کو بوسہ دینا یا استلام کرنا سنت ہے اور با فضیلت عمل ہے، البتہ اگر یہ سنت رہ جائے، تو طواف درست ہے، اعادہ نہیں۔

سوال: اگر کوئی حاجی طواف افاضہ کرنا بھول گیا اور اپنے علاقہ میں واپس آ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: طواف افاضہ حج کا رکن ہے، اس کا بغیر حج نہیں۔طواف افاضہ کرنا واجب ہے، ورنہ اس کا حج نہ ہوگا۔اگر کوئی شخص طواف افاضہ سے پہلے اپنے ملک واپس آ گیا ہے، تو اسے دوبارہ حرم کعبہ میں آ کر طواف افاضہ کرنا ضروری ہے، اس دوران اگر اس نے میاں بیوی والے تعلقات قائم کر لیے، تو اس پر دَم بھی واجب ہے۔

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ أَنَّ الْوُقُوفَ بِعَرَفَةَ وَطَوَافَ الزِّيَارَةِ مِنْ جُمْلَةِ الْأَرْكَانِ .

”امت کا اجماع ہے کہ وقوف عرفہ اور طواف زیارت (افاضہ) حج کے ارکان میں سے ہیں۔“

(البِناية : 4/236)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا درندے نجس ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: مدارس میں نماز استسقاء پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: نماز استسقاء کہیں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنے میں حکمت کیا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے، کیونکہ ان دنوں میں رب تعالیٰ کے ہاں انسانوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

❀ سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّكَ تَصُومُ حَتّٰى لَا تَكَادَ تُفْطِرُ، وَتُفْطِرُ حَتّٰى لَا تَكَادَ أَنْ تَصُومَ، إِلَّا يَوْمَيْنِ إِنْ دَخَلَا فِي صِيَامِكَ وَإِلَّا صُمْتَهُمَا، قَالَ : أَيُّ يَوْمَيْنِ؟ قُلْتُ : يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، قَالَ : ذَانِكَ يَوْمَانِ تُعْرَضُ فِيهِمَا الْأَعْمَالُ عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ .

”میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ روزے رکھنا شروع کرتے ہیں، تو

چھوڑتے نہیں ہیں اور جب چھوڑنے لگتے ہیں، تو رکھتے نہیں ہیں، سوائے دو دنوں کے، ان دنوں میں آپ روزہ ضرور رکھتے ہیں۔فرمایا: کون سے دن؟ عرض کیا: سوموار اور جمعرات، فرمایا: سوموار اور جمعرات کو رب العالمین کی طرف اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں، تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔''

(سنن النّسائي : 2358، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: وتر میں ہیشگی کے ساتھ قنوت نازلہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہیشگی کے ساتھ نہیں ہونی چاہیے، البتہ جب ضرورت محسوس کریں، تو کی جا سکتی ہے۔سلف سے وتر میں قنوت نازلہ کرنا ثابت ہے۔

سوال: کسی شخص کو باکمال کہنا کیسا ہے، جبکہ کمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے؟

جواب: کسی انسان کو باکمال کہا جا سکتا ہے، اس سے مراد مخلوق میں باکمال ہونا ہے، مثلاً کسی کا علم وفقہ باکمال ہے، تو مراد انسانوں میں اعلیٰ ہونا ہے۔جبکہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق سے موازنہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔اللہ تعالیٰ کا کمال مخلوق کے کمال کی طرح نہیں۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کمال والا ہے، اس کا کمال اس کی شایان شان ہے اور مخلوق میں بعض کا بعض پر باکمال ہونا مخلوق کے شایان شان ہے۔

سوال: یہ کہنا کہ ''میرا توکل اللہ پر ہے اور تجھ پر ہے۔'' کیسا ہے؟

جواب: توکل صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، اللہ کے ساتھ کسی کو جمع نہیں کرنا چاہیے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

(آل عمران : ١٢٢، ١٦٠، المائدة : ١١، التّوبة : ٥١، إبراهيم : ١١، المُجادلة : ١٠، التّغابن : ١٣)

”مؤمنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔“

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾(التّوبة : ١٢٩)

”مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اسی پر میرا توکل ہے اور وہی عرشِ عظیم کا ربّ ہے۔“

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾(المُمْتَحِنَة : ٤)

”ہمارے رب! تجھ پر ہمارا توکل ہے، تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔“

سوال: کیا کسی کافر پر معین لعنت کی جاسکتی ہے؟

جواب: محتاط مؤقف یہی ہے کہ کسی پر معین لعنت نہیں کی جاسکتی، البتہ اس شخص پر معین لعنت کی جاسکتی ہے، جس پر کتاب وسنت میں لعنت کی گئی ہے۔ عمومی طور پر کافروں اور مشرکوں پر لعنت کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح بعض گناہوں پر لعنت کی گئی ہے، عمومی طور پر ایسے گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں پر بھی لعنت کی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا ”طٰہٰ“ نبی کریم ﷺ کا نام ہے؟

جواب: ”طٰہٰ“ نبی کریم ﷺ کا نام نہیں، اس پر کوئی دلیل شرعی وارد نہیں ہوئی۔ یہ قرآن کریم کے حروف مقطعات میں سے ہے، جس کا معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کا عمل قبول نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ

کا نام ''متکبر'' ہے؟ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا عمل قبول کرتا ہے، اگر وہ عمل اسلام کی عائد کردہ شرائط کے مطابق ہو۔ البتہ کافر کا عمل رد کر دیتا ہے، کیونکہ اس کے پاس عقیدہ توحید جیسی بنیادی شرط نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ گناہ گار مؤحدین کا عمل بھی قبول کرتا ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ سے کلام کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا سیدنا عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ سے بغیر واسطہ کے کلام کرنا ثابت ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَقِيَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي : يَا جَابِرُ مَا لِي أَرَاكَ مُنْكَسِرًا؟ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ اسْتُشْهِدَ أَبِي، وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا، قَالَ : أَفَلَا أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهٖ أَبَاكَ؟ قَالَ : بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : مَا كَلَّمَ اللّٰهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ، وَأَحْيَا أَبَاكَ فَكَلَّمَهٗ كِفَاحًا، فَقَالَ : يَا عَبْدِي تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ، قَالَ : يَا رَبِّ تُحْيِينِي فَأُقْتَلَ فِيكَ ثَانِيَةً، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ : إِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّي أَنَّهُمْ إِلَيْهَا لَا يُرْجَعُونَ قَالَ : وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾(آل عمران : ١٦٩)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے، تو مجھے فرمایا: جابر! کیا بات ہے، میں آپ کو شکست دل دیکھ رہا ہوں؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے والد شہید ہو گئے

ہیں۔ وہ بال بچے اور قرض چھوڑ گئے ہیں۔ فرمایا: کیا میں آپ کو اس نعمت کی خوش خبری نہ سناؤں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد دی ہے؟ عرض کیا: کیوں نہیں، اللہ کے رسول! فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس سے بھی کلام کیا ہے، تو حجاب کے پیچھے سے کیا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد کو زندہ کیا اور ان سے آمنے سامنے کلام کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے! مجھ سے تمنا کرو، میں تجھے عطا کر دوں گا۔ تو آپ کے والد نے کہا: میرے رب! مجھے دوبارہ (دنیا کی) زندگی عطا کر دے، تاکہ میں دوسری مرتبہ بھی تیری خاطر شہید کر دیا جاؤں، تو رب عزوجل نے فرمایا: میری طرف سے یہ فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہے کہ لوگوں کو دوبارہ دنیا میں لوٹایا نہیں جائے گا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ (آل عمران : ١٦٩) ''آپ راہِ خدا میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت سمجھیں (بلکہ وہ برزخی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں)۔''

(سنن التّرمذي : 3010، سنن ابن ماجه : 190، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب (حسن لذاتہ)'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴۹۱۴) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب : 314/2)

سوال: ایک عورت نے بوقت وفات وصیت کی کہ اس کا سارا مال اس کے چھوٹے بیٹے کو دے دیا جائے، اس وصیت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ نے تمام ورثاء کو اپنے اپنے حصے دے دیے ہیں، لہٰذا وارثوں کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ بس اتنا ہے کہ ان کے مقررہ کردہ حصے ان تک پہنچا دیے جائیں۔ وصیت زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کی جائز ہے، وہ بھی غیر ورثا کو۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرِضْتُ بِمَكَّةَ مَرَضًا أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَّلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي أَفَأُوصِي بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالشَّطْرُ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ؟ قَالَ: الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، أَوْ كَبِيرٌ إِنَّكَ إِنْ تَتْرُكْ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَتْرُكَهُمْ عَالَةً.

’’ایک دفعہ میں مکہ میں اس قدر بیمار ہوا کہ قریب المو ت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور صرف ایک بیٹی ہی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کرنے کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا: آدھا مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں! عرض کیا: ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ فرمایا: ایک تہائی (ہوسکتا ہے) لیکن یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ اپنے ورثا کو آسودہ حال چھوڑ کر جائیں، تو انہیں تنگ دست چھوڑنے سے بہتر ہے۔‘‘

(صحيح البخاري: 6373، صحيح مسلم: 1628، المنتقى لابن الجارود: 947)

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا، أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ، فَدَعَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَزَّأَهُمْ أَثْلَاثًا، ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً قَالَ: وَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا شَدِيدًا.

''ایک آدمی نے فوت ہوتے وقت (وصیت کرتے ہوئے) اپنے چھ غلام آزاد کردیے، جبکہ اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی مال ہی نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلا کر تین حصوں میں تقسیم کیا، پھر ان کے مابین قرعہ ڈال کر دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام بنا دیا اور اس آدمی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے سخت الفاظ استعمال کیے۔''

(صحيح مسلم: 1668، المنتقى لابن الجارود: 948)

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ مَنْ لَهُ وَارِثٌ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُوصِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ ثُلُثِهِ.

''اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ جس کا وارث موجود ہو، اس کے لیے ثلث مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں۔''

(المَسالك: 482/6)

سوال: ایک شخص نے جہالت کی بنیاد پر نماز عشاء کو نماز مغرب سے پہلے پڑھ لی، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: بغیر عذر کے نمازوں کی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ اب اس پر

لازم ہے کہ وہ نماز عشاء کو دہرائے گا۔

سوال: اسلام کے نظر میں سفید ریش بزرگوں کی بڑی عظمت ہے، تو کیا ہم بڑھاپا طاری ہونے کی دعا کر سکتے ہیں؟

جواب: اسلام میں ان بزرگوں کی بڑی فضیلت ہے، جو جوانی سے بزرگی تک اللہ تعالیٰ کے احکامات کے پابند رہے ہیں، مگر بڑھاپے یا رذیل عمر کی دعا کرنا جائز نہیں، کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ اس حالت میں اسلامی احکامات کی صحیح طور پر پابندی کر سکے گا بھی کہ نہیں؟ ہاں یہ دعا ضرور کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان وسلامتی والی لمبی عمر عطا کرے اور میرے عمل اور عمر میں برکت دے۔

رذیل عمر سے نبی کریم ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے۔ رذیل عمر سے مراد ایسا بڑھاپا، جس میں انسانی وجود انتہائی کمزور ہو جاتا ہے، عقل میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، بھول کا شکار ہو جاتا ہے، عمر کا یہ حصہ اپنے لیے اور گھر والوں کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کلمات کے ساتھ نماز کے بعد پناہ مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَعَذَابِ الْقَبْرِ .

”اللہ! میں بزدلی اور بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، ناکارہ عمر اور دنیا کے فتنے سے پناہ چاہتا ہوں اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔“

(صحيح البخاري : 6374)

سوال: مخلوق کا سونا ان کے لیے کمال ہے یا نقص؟

جواب: سونا ایک محتاجی اور نقص ہے، جو مخلوق خدا کو لاحق ہے، جو اس کے کمزوری اور تغیر پر دلالت کناں ہے۔مخلوق نیند نہ لے،تو اس کا جسم بیمار پڑ جاتا ہے،وہ حواس باختہ ہو جاتا ہے، نیز مخلوق نیند کے دوران دیگر مصروفیات سے غافل ہو جاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے نیند اور اونگھ کی نفی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾(البقرۃ : ۲۵۵)

”اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔“

سوال: ایک بوڑھا رذیل عمر کو پہنچ چکا ہے، وہ وضو کرتے ہوئے وسوسے کا شکار ہو جاتا ہے، کیا اسے تیمّم کرنے کا کہا جا سکتا ہے؟

جواب: اس صورت میں تیمّم کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ بزرگ کو چاہیے کہ وضو میں وسوسوں کو دور کرنے کی کوشش کرے، تعوذ پڑھے اور کلام الٰہی سے مدد مانگے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ”الشاہد“ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات توقیفی ہیں، کتاب و سنت کے دلائل سے ثابت ہوتے ہیں، باری تعالیٰ کے ناموں میں ”الشاہد“ نہیں، کیونکہ اس پر کتاب و سنت میں دلیل وارد نہیں ہوئی۔

سوال: گانا سن کر ساتھ ساتھ دہرانا کیسا ہے؟

جواب: اسلام صوتی ذوق کی تحسین کرتا ہے۔ البتہ اگر گانا آلات موسیقی کے ساتھ گایا جا رہا ہے، تو اسے سننا جائز نہیں، اگر گانا آلات موسیقی کے بغیر ہے اور نسوانی آواز بھی

نہیں، نیز گانا کے کلمات بھی شرعاً ممنوع نہیں، تو گیت یا نغمہ سنا بھی جا سکتا ہے اور گنگنایا بھی جا سکتا ہے، جس طرح ہمارے ہاں ٹپے، ڈوہڑے اور ماہیے سنے سنائے جاتے ہیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ کافر اسی شخص کو کہا جا سکتا ہے، جسے اللہ اور اس کا رسول کافر کہیں، باقی کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بلاشبہ تکفیر انتہائی حساس معاملہ ہے، اس کی شروط وقیود اور موانع ہیں۔ جس کو اللہ اور اس کا رسول کافر کہیں، وہ تو پکا کافر ہے ہی، البتہ جسے امت مسلمہ نے بالاتفاق کافر قرار دیا ہو، وہ بھی کافر ہے۔ اس کی تکفیر نہ کرنا روح اسلام کے خلاف ہے۔ شروط وقیود کے ساتھ تکفیر اب بھی ہو سکتی ہے، اگر کسی شخص میں کفر بواح ہو اور اس پر اتمام حجت قائم ہو جائے، نیز جہالت کا عذر رفع ہو جائے، تو اسے کافر قرار دیا جائے گا، البتہ تکفیر کا وظیفہ علمائے اہل سنت والجماعت کے ذمہ ہے، ہر کس و ناکس کو تکفیر کا حق نہیں۔ علما کی یہ جماعت ایسے شخص کے اقوال وافعال اور احوال کو مدنظر رکھ کر فیصلہ دیں گے کہ یہ شخص کافر ہے یا نہیں۔

اہل سنت والجماعت تکفیر کے سرے سے منکر نہیں، البتہ اس کی حساسیت سے بخوبی واقف ہیں۔ تاریخ میں کئی ایسے افراد گزرے ہیں، جن کی تکفیر پر اہل سنت والجماعت نے اجماع کیا ہے، یا علما کی ایک بڑی جماعت نے اسے کافر ثابت کیا ہے۔

یہ کہنا کہ ہم کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے، یہ حق صرف اللہ اور اس کے رسول کے پاس ہے۔ یہ سرے سے مسلمانوں کا نظریہ ہی نہیں۔ یہ کسی اسلام دشمن، انتہا پسند کا مؤقف تو ہو سکتا ہے، کسی سنی مسلمان کا نہیں۔ ہمارے مطابق کسی مسلمان کو کافر قرار دینا بھی انتہا پسندی ہے اور ثابت شدہ کافر کو کافر نہ کہنا بھی انتہاء پسندی ہے۔ بلکہ بعض کافر ایسے ہیں، جن کی تکفیر نہ کرنا خود انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت کرے، تو وہ بالاتفاق مرتد کافر ہے، اس کی تکفیر کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اگر کوئی مسلمان ایسے مدعی نبوت کی تکفیر نہ کرے، تو وہ خود بھی کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی کھلے عام اللہ اور اس کے رسول کو گالیاں دے، تو وہ مرتد کافر ہے، اسے کافر و مرتد قرار دینا واجب ہے، جو ایسے بد بخت کو بھی کافر نہ مانے، وہ خود کافر ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

مَنْ قَلَّدَ بَدَنَةً فَقَدْ أَحْرَمَ .

”جس نے ہدی کو قلادہ (ہار) پہنایا، وہ حالت احرام میں چلا گیا۔“

(الهداية: 149/1)

جواب: اس روایت کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 305)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

”اس کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية: 97/3)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”یہ حدیث (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 1062/3)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوعًا .

”مجھے یہ روایت مرفوع نہیں ملی۔“

(الدّرایة : 32/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

”یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے۔“

(البِنایة : 275/4)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

”یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے۔“

(فتح القدیر : 514/2)

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا اللَّفْظَ رَفْعُهُ غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”ان الفاظ کا مرفوع ہونا (کتب حدیث میں) معروف نہیں۔“

(فتح باب العِناية بشرح النقاية :673/1)

سوال: امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں غلط فتویٰ دینے کی وجہ سے بخاریٰ سے نکال دیا گیا، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: شیخ الاسلام، سید الفقہا، امیر المومنین فی الحدیث، امام محمد بن سماعیل بخاری رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ رحمہ اللہ بلند پایہ فقیہ، محدث اور مجتہد تھے۔ صحیح بخاری آپ رحمہ اللہ کی فقہ کا عظیم شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تا قیامت آپ کے علم و عمل کو صالحین کے لیے باقی رکھا ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف کو بارگاہِ خداوندی میں ڈھیروں برکات کا حصہ عنایت کیا گیا ہے۔ ایسا بے مثال حسن قبول نصیب ہوا کہ آج بھی لوگ اس سے ہدایت پا رہے ہیں۔

لیکن حدیث کے معاندین کو آپ رحمہ اللہ کی شخصیت ایک نظر نہیں بھاتی۔ دنیا میں ایسے ناعاقبت اندیش اور حاسدین بھی گزرے ہیں، جنہوں نے جھوٹ بول کر یہ باور کرانے کی ناکام اور مذموم کوشش کی کہ امام بخاری رحمہ اللہ فقیہ اور مجتہد نہ تھے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو؛

❁ علامہ سرخسی حنفی (۴۸۳ھ) نے لکھا ہے:

لَوْ أَنَّ صَبِيَّيْنِ شَرِبَا مِنْ لَبَنِ شَاةٍ أَوْ بَقَرَةٍ لَمْ تَثْبُتْ بِهِ حُرْمَةُ الرَّضَاعِ؛ لِأَنَّ الرَّضَاعَ مُعْتَبَرٌ بِالنَّسَبِ، وَكَمَا لَا يَتَحَقَّقُ النَّسَبُ بَيْنَ آدَمِيٍّ وَبَيْنَ الْبَهَائِمِ فَكَذٰلِكَ لَا تَثْبُتُ حُرْمَةُ الرَّضَاعِ بِشُرْبِ لَبَنِ الْبَهَائِمِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ صَاحِبُ التَّارِيخِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : تَثْبُتُ الْحُرْمَةُ وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ كَانَتْ سَبَبَ إِخْرَاجِهِ مِنْ بُخَارٰى،

فَإِنَّهُ قَدِمَ بُخَارٰى فِي زَمَنِ أَبِي حَفْصٍ الْكَبِيرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَجَعَلَ يُفْتِي فَنَهَاهُ أَبُو حَفْصٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ : لَسْتَ بِأَهْلٍ لَهُ فَلَمْ يَنْتَهِ حَتّٰى سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ فَأَفْتٰى بِالْحُرْمَةِ فَاجْتَمَعَ النَّاسُ وَأَخْرَجُوهُ.

''اگر دو بچے کسی ایک بکری یا گائے کا دودھ پئیں، تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہو گی، کیونکہ رضاعت کا اعتبار نسب میں ہوتا ہے اور جس طرح آدمی اور مویشیوں کے درمیان نسب قائم نہیں ہوسکتا، اسی طرح مویشیوں کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لیکن صاحب تاریخ امام محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اس طرح حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور یہی مسئلہ ان کے بخاریٰ سے نکالے جانے کا سبب بنا۔ وہ بخاریٰ میں ابوحفص کبیر رحمہ اللہ کے دور میں آئے اور فتویٰ دینا شروع کر دیا، ابوحفص رحمہ اللہ نے انہیں منع کیا اور کہا کہ آپ افتاء کے اہل نہیں، اس کے باوجود امام صاحب فتویٰ دینے سے نہیں رکے، یہاں تک کہ آپ رحمہ اللہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا، تو آپ نے حرمت ثابت ہونے کا فتویٰ دیا، اس پر لوگ جمع ہو گئے اور امام بخاری رحمہ اللہ کو بخاریٰ سے نکال دیا۔''

(المَبسوط : 297/30، تَبيين الحقائق للزيلعي : 186/2، البحر الرّائق لابن نجيم الحنفي : 246/3)

یہ سب سے بڑا جھوٹ اور بہتان ہے، جسے علامہ سرخسی حنفی نے وضع کیا ہے۔ دراصل یہ لوگ محدثین کے خلاف ایسی نامراد اور توہین آمیز کوششیں کرتے رہتے ہیں۔

ہمیشہ سے ان کی پروپیگنڈا رہا ہے کہ عوام الناس کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے کہ محدثین مجتہد نہیں تھے اور فقہ اسلامی سے کورے تھے (نعوذ باللہ!) دین تو ہمارے فقہا نے سمجھایا ہے۔

❁ شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام حنفی (۸۶۱ھ) نے لکھا ہے:

مَنْ لَمْ يَدِقَّ نَظَرُهُ فِي مُنَاطَاتِ الْأَحْكَامِ وَحِكَمِهَا كَثُرَ خَطَؤُهُ وَكَانَ ذٰلِكَ فِي زَمَنِ الشَّيْخِ أَبِي حَفْصٍ الْكَبِيرِ.

''جو شخص احکام کی علتوں اور حکمتوں میں دقت نظری سے کام نہیں لیتا، وہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے، یہ واقعہ شیخ ابو حفص کبیر کے زمانہ میں پیش آیا۔''

(فتح القدير : 457/3)

❁ علمائے احناف کے رد و جواب میں حنفی عالم علامہ عبد الحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

هِيَ حِكَايَةٌ مَّشْهُورَةٌ فِي كُتُبِ أَصْحَابِنَا ذَكَرَهَا أَيْضًا صَاحِبُ الْعِنَايَةِ وَغَيْرُهُ مِنْ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ لٰكِنِّي أَسْتَبْعِدُ وُقُوعَهَا بِالنِّسْبَةِ إِلٰى جَلَالَةِ قَدْرِ الْبُخَارِيِّ وَدِقَّةِ فَهْمِهٖ وَسِعَةِ نَظْرِهٖ وَغَوْرِ فِكْرِهٖ مِمَّا لَا يَخْفٰى عَلٰى مَنِ انْتَفَعَ بِصَحِيحِهٖ.

''ہمارے اصحاب کی کتابوں میں یہ حکایت مشہور ہے۔ صاحب عنایہ اور دیگر شارحین ہدایہ نے اسے ذکر کیا ہے، لیکن میرے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ کی جلالت قدر، دقت فہمی، وسعت نظری اور نکتہ شناسی کی موجودگی میں اس بات کا وقوع محال ہے۔ یہ ایسی بات ہے، جو صحیح بخاری سے استفادہ کرنے والے شخص

سے مخفی نہیں۔‘‘

(الفوائد البَهيّة في تراجم الحَنفية، ص 18)

معلوم ہوا کہ ان مقلدین جامدین اور معاندین وحاسدین نے امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح کو پڑھا تو ہے، مگر اسے سمجھا نہیں، ورنہ امام صاحب کی فقاہت اور ان کے اجتہاد کے حوالہ سے اس طرح کی جھوٹی حکایات نہ گھڑتے، محدثین کرام اس طرح کے تمام الزامات سے مبرا ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نہ صرف مجتہد تھے، بلکہ مجتہد گر بھی تھے، نہ صرف فقیہ تھے، بلکہ فقیہ گر بھی تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں تین ہزار نوسو بیاسی (۳۹۸۲) ابواب قائم کیے ہیں۔ جن سے ہزاروں مسائل کا استنباط کیا۔

❀ شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَبَلُ الْحِفْظِ وَإِمَامُ الدُّنْيَا فِي فِقْهِ الْحَدِيثِ .

’’امام بخاری رحمہ اللہ حافظہ کے پہاڑ تھے، فقہ حدیث میں دنیا کے امام تھے۔‘‘

(تقريب التّهذيب : 5727)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت بیان فرمادیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غَزْوَةٌ فِي الْبَحْرِ خَيْرٌ مِّنْ عَشْرِ غَزَوَاتٍ فِي الْبَرِّ، وَمَنْ أَجَازَ الْبَحْرَ، فَكَأَنَّمَا أَجَازَ الْأَوْدِيَةَ كُلَّهَا، وَالْمَائِدُ فِيهَا كَالْمُتَشَحِّطِ فِي دَمِهِ .

’’ایک بحری غزوہ میں شریک ہونا خشکی کے دس غزوات میں شریک ہونے

سے بہتر ہے، جس سے سمندر کو پار کر لیا، گویا اس نے تمام وادیوں کو پار کر لیا۔
سمندر میں ڈگمگانے والا (خشکی کے غزوہ کے دوران) خون میں لت پت
ہونے والے کی طرح ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطبراني : 3144، المُستدرك للحاكم : 2634، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 8667)

جواب: یہ روایت مرفوعاً ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن صالح مصری کثیر الخطا ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزَّوائد : 13/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْجُمْهُورُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

''جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(لسان الميزان : 12/4)

② یحییٰ بن ایوب غافقی وہم کھا جاتا تھا۔

فائدہ:

یہ روایت بایں الفاظ موقوف ثابت ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

غَزْوَةٌ فِي الْبَحْرِ تَعْدِلُ عَشْرًا فِي الْبَرِّ، وَالْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ كَالْمُتَشَحِّطِ فِي دَمِهِ فِي الْبَرِّ .

''ایک بحری غزوہ، خشکی کے دس غزوات کے برابر ہے، سمندر میں ڈگمگانے والا خشکی کے غزوہ کے دوران خون میں لت پت ہونے والے کی طرح ہے۔''

(سنن سعيد بن منصور : 2395، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

مرفوع روایت کے ضعیف شواہد بھی ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

مَنْ نَذَرَ وَسَمّٰى فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِمَا سَمّٰى .

''جس نے نذر مانی اور نذر کو مقید کیا، تو اس پر مقید نذر پوری کرنا ضروری ہے۔''

(الهداية : 321/2)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ کوئی حدیث نہیں ملی۔ یہ بے اصل ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

''یہ روایت میرے علم میں نہ آ سکی۔''

(التّنبيه، ص 403)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 300/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

”یہ حدیث منکر ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 99/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔“

(الدّراية : 92/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 142/6)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 252/2)

سوال: بعض لوگ زیور تیار کرانے کے لیے ایڈوانس میں کچھ رقم دے دیتے ہیں،

کچھ دنوں بعد بقیہ رقم دے کر زیور اٹھا لیتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔ بیعانہ دے کر مال تیار کروایا جا سکتا ہے۔ پاکستانی روپیہ نہ سونا ہے، نہ سونے کا بدل ہے، لہٰذا سونے کا ادھار روپے پیسے سے کیا جا سکتا ہے۔

سوال: ایک شخص روافض کی عیدوں میں شریک ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: روافض کی عیدوں میں شریک ہونا حرام و ناجائز ہے۔ یہ گناہ اور معصیت کی مجالس ہیں، بلکہ ان میں شرک کا ارتکاب ہوتا ہے، غیر شرعی طور طریقے روا سمجھے جاتے ہیں، ان میں شرکت کرنا جائز نہیں۔ اس سے اہل باطل کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اہل حق کی مداہنت ہوتی ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس کا سوال کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس کا سوال کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ سے کسی ایسے مرتبے کا سوال کیا جا سکتا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لیے خاص کیا ہے، مثلاً مقام محمود؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے اچھے انجام کا سوال کیا جا سکتا ہے، مگر وہ مقام و مرتبہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد کریم ﷺ کے لیے خاص کر دیا ہے، جیسے مقام محمود، تو اس کا سوال اپنے لیے نہیں کیا جا سکتا، البتہ نبی کریم ﷺ کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ اپنے لیے مقام محمود کا سوال کرنا دعا میں زیادتی ہے، جو کہ جائز نہیں۔

اسی طرح یہ دعا کرنا کہ اللہ! مجھے انبیائے کرام علیہم السلام کے مقام پر فائز فرما، بھی مبنی بر خطا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کا قرب نصیب فرما۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: روافض کہتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زندگی میں کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی، لہٰذا وہ معصوم عن الخطا ہیں، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ معصوم عن الخطا نہیں، بلکہ کوئی بھی صحابی معصوم نہیں ہے۔ عصمت صرف انبیائے کرام اور رسل عظام کو حاصل ہے، کسی اُمتی کو نہیں۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عظیم المرتبت صحابی ہیں، داماد رسول، حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والد گرامی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد ہیں، لیکن روافض نے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے عصمت کا دعویٰ کیا ہے، بلکہ اپنے دیگر ائمہ کو بھی معصوم عن الخطا قرار دیا ہے۔ یہ واضح غلو ہے۔

✿ ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) نے لکھا ہے:

اِعْلَمْ أَنَّ الْإِمَامِيَّةَ اتَّفَقُوا عَلٰى عِصْمَةِ الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الذُّنُوبِ صَغِيرِهَا وَكَبِيرِهَا، فَلَا يَقَعُ مِنْهُمْ ذَنْبٌ أَصْلًا، لَا عَمَدًا وَّلَا نِسْيَانًا، وَّلَا لِخَطَإٍ فِي التَّأْوِيلِ، وَلَا لِلْإِسْهَاءِ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ.

”جان لو کہ امامیہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ ائمہ علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں

سے معصوم ہیں۔ وہ بالکل بھی گناہ نہیں کرتے، نہ جان بوجھ کر، نہ بھول کر۔ انہیں (کسی آیت کی) تفسیر میں خطا نہیں ہوتی اور نہ اللہ تعالیٰ کوئی بات ان کے ذہن سے نکالتا ہے۔''

(بحار الأنوار : 209/25)

عصمت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ باطل اور مبنی بر غلو نظریہ ہے، کیونکہ انسان ہونے کے ناطے آپ رضی اللہ عنہ سے بھی بعض اجتہادی اُمور میں خطا سرزد ہوئی ہے، جنہیں یقیناً اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغفور و مرحوم ہیں۔ ان کی ایسی ایسی حسنات ہیں کہ جو ان کے غلطیوں کا کفارہ بن گئی ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ لِأَبِي بَكْرٍ فُتْيَا وَلَا حُكْمٌ خَالَفَ نَصًّا، وَقَدْ عُرِفَ لِعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ مِنْ ذٰلِكَ أَشْيَاءُ، وَالَّذِي عُرِفَ لِعَلِيٍّ أَكْثَرُ مِمَّا عُرِفَ لَهُمَا .

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی بھی فتویٰ اور فیصلہ ایسا نہیں معلوم ہوا، جو نص کے خلاف ہو، البتہ ان کے مقابلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعض فتاویٰ جات نص کے خلاف واقع ہوئے ہیں، بلکہ جو خلاف شرع فتاوا جات سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں، وہ دیگر دو (سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما) سے منقول نہیں ہیں۔''

(مِنهاج السّنّة النّبوية في نقض كلام الشّيعة والقدرية : 8/298-299)

مرتدین کو جلانا:

❁ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ، لِنَهْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ.

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق خارجی لائے گئے، انہوں نے ان کو (بطور سزا) جلا دیا۔ جب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم ہوا، تو انہوں نے فرمایا: میں ہوتا، تو کبھی نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے: آپ اللہ کا عذاب مت دیں، چنانچہ میں انہیں قتل کر دیتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مرتد ہو جائے اسے قتل کر دیں۔“

(صحيح البخاري : 6922)

❁ سنن ترمذی (۱۴۵۸، وقال: حسن صحیح، وسندہ صحیح) میں ہے:

بَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا، فَقَالَ: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

”جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی، تو فرمایا: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ کہا ہے۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد بن عباس رضی اللہ عنہما کی مدلل گفتگو سن کر نہ صرف اپنی اجتہادی غلطی کا اعتراف کر لیا، بلکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤقف کو درست بھی قرار دیا، اہل حق کا یہی شیوہ ہے کہ وہ حق کی طرف پھر جاتے ہیں۔

حاملہ کا خاوند فوت ہو جائے، تو اس کی عدت؟:

حاملہ کا خاوند فوت ہو جائے، تو اس کی عدت کیا ہے؟ اس بارے میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ تھا کہ وہ ابعد الاجلین عدت گزارے گی، یعنی عدت وفات شوہر چونکہ چار ماہ دس دن ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، لہٰذا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حاملہ کا شوہر فوت ہو جائے، تو اس عدت کا اعتبار کرے گی، جو بعد میں پوری ہو، اگر وضع حمل بعد میں ہو، تو اس مطابق عدت گزارے گی اور اگر چار ماہ دس دن بعد میں پورے ہوں اور وضع حمل پہلے ہو جائے، تو چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔

❁ مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ نے عامر شعبی رحمہ اللہ سے عرض کیا:

مَا أُصَدِّقُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ : آخِرُ الْأَجَلَيْنِ قَالَ : بَلٰى فَصَدِّقْ بِهٖ أَشَدَّ مَا صَدَّقْتَ بِشَيْءٍ قَطُّ .

”مجھے یقین نہیں ہوتا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (حاملہ کا شوہر فوت ہونے کی صورت میں اس کی عدت) آخر الاجلین (دونوں عدتوں میں سے آخر میں پوری ہونے والی عدت) بتائی ہو۔ عامر شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا: کیوں نہیں، اس بات پر اتنا یقین کیجئے کہ جتنا یقین آپ نے کسی بات پر نہ کیا ہو۔“

(سنن سعيد بن منصور : 1517، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہی بات عبدالرحمٰن بن معقل رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 17109، وسندهٗ صحيحٌ)

جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ مؤقف حدیث کے خلاف تھا، کیونکہ حاملہ کی عدت ہر صورت میں وضع حمل ہے، خواہ وہ بیوہ ہو یا مطلقہ۔ قرآن کریم نے حاملہ کی عدت وضع حمل بتائی

ہے۔لہٰذا ابعد الاجلین والاموقف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اجتہادی غلطی تھا۔

❁ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ اجْتَمَعَ هُوَ وَابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَذَكَرُوا الرَّجُلَ يُتَوَفّٰى عَنِ الْمَرْأَةِ فَتَلِدُ بَعْدَهُ بِلَيَالٍ قَلَائِلَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : حِلُّهَا آخِرُ الْأَجَلَيْنِ، وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ : إِذَا وَضَعَتْ فَقَدْ حَلَّتْ، فَتَرَاجَعَا فِي ذٰلِكَ بَيْنَهُمَا، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ، فَبَعَثُوا كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَسَأَلَهَا فَذَكَرَتْ أُمُّ سَلَمَةَ أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةَ مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَنَفِسَتْ بَعْدَهُ لِلَيَالٍ، وَّأَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ يُكْنٰى أَبَا السَّنَابِلِ بْنَ بَعْكَكَ خَطَبَهَا، وَأَخْبَرَهَا أَنَّهَا قَدْ حَلَّتْ، فَأَرَادَتْ أَنْ تَتَزَوَّجَ غَيْرَهُ، فَقَالَ لَهَا أَبُو السَّنَابِلِ : فَإِنَّكِ لَمْ تَحِلِّي، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ سُبَيْعَةُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ .

”وہ (ابوسلمہ رحمہ اللہ) اور عبداللہ بن عباس صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور اس آدمی کا تذکرہ کرنے لگے جو فوت ہو جائے اور کچھ دن بعد اس کی بیوی بچہ جن دے (تو وہ عورت کون سی عدت گزارے) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے: اس کی عدت وہ ہوگی، جو دونوں (وضع حمل یا چار ماہ

دس دن) میں سے بعد میں پوری ہوگی ، ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: جب بچہ پیدا ہو جائے گا ، تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ اس مسئلہ میں دونوں کے مابین تکرار ہوگئی ، تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں اپنے بھتیجے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں۔ پھر انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پوچھنے کے لیے بھیجا ، تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ سبیعہ بنت مالک اسلمیہ کا خاوند فوت ہو گیا اور اس کے چند دن بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا ، تو بنو عبدالدار کے ایک آدمی ، جس کی کنیت ابوالسنابل بن بعکک تھی ، نے انہیں شادی کا پیغام بھیجا اور انہیں بتایا کہ وہ حلال ہو چکی ہیں ، سبیعہ نے کسی اور سے شادی کرنا چاہی ، تو ابو سنابل کہنے لگا: آپ حلال نہیں ہوئیں ، سبیعہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی ، تو آپ نے انہیں شادی کرنے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري : 4909 ، صحيح مسلم : 485 ، المُنتقٰى لابن الجارود : 762)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْجُمْلَةِ لَا يُعْرَفُ لِأَبِي بَكْرٍ مَسْأَلَةٌ مِنَ الشَّرِيعَةِ غَلِطَ فِيهَا، وَقَدْ عُرِفَ لِغَيْرِهِ مَسَائِلُ كَثِيرَةٌ .

''حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ایسا کچھ منقول نہیں کہ انہوں نے کسی بھی مسئلہ میں اجتہادی خطا کی ہو ، دوسروں کے بارے میں ایسا بہت کچھ منقول ہے۔''

(مِنهاج السّنّة النّبويّة : 497/5)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

أَصَابَهَا مَرَضٌ وَأَنَّ بَعْضَ بَنِي أَخِيهَا ذَكَرُوا شَكْوَاهَا لِرَجُلٍ مِنَ الزُّطِّ يَتَطَيَّبُ، وَأَنَّهُ قَالَ لَهُمْ : إِنَّكُمْ لَتَذْكُرُونَ امْرَأَةً مَسْحُورَةً سَحَرَتْهَا جَارِيَةٌ لَّهَا فِي حِجْرِ الْجَارِيَةِ الْآنَ صَبِيٌّ قَدْ بَالَ فِي حِجْرِهَا، فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ : ادْعُوا لِي فُلَانَةً، لَجَارِيَةٍ لَهَا، قَالُوا : فِي حِجْرِهَا فُلَانٌ لِصَبِيٍّ لَّهُمْ، قَدْ بَالَ فِي حِجْرِهَا فَقَالَتْ : إِيْتُونِي بِهَا فَأُتِيَتْ بِهَا فَقَالَتْ : سَحَرْتِنِي؟ قَالَتْ : نَعَمْ، قَالَتْ : لِمَهْ؟ قَالَتْ : أَرَدْتُ أَنْ أُعْتَقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَعْتَقَتْهَا عَنْ دُبُرٍ مِّنْهَا، فَقَالَتْ : إِنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ أَنْ لَا تُعْتَقِي أَبَدًا انْظُرُوا أَسْوَأَ الْعَرَبِ مَلَكَةً فَبِيعُوهَا مِنْهُمْ، وَاشْتَرَتْ بِثَمَنِهَا جَارِيَةً فَأَعْتَقَتْهَا .

”آپ رضی اللہ عنہا سخت بیمار ہو گئیں، آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کی بیماری کا تذکرہ کسی طبیب کے گوش گزار کیا، (پوری صورت حال سننے کے بعد) اس نے انہیں کہا: تم جس خاتون کے متعلق بیان کر رہے ہو، ان پر جادو کیا گیا ہے، ان پر جادو انہیں کی لونڈی نے کیا ہے، جس کی گود میں ابھی بچہ ہے اور بچے نے اس کی گود میں پیشاب کر دیا ہے۔ (بھانجوں نے آ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ

کیا،تو) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میری فلاں لونڈی کو بلا لائیں، بھانجوں نے عرض کیا: اس کی گود میں ایک بچہ بھی ہے،جس نے اس کی گود میں پیشاب کر دیا ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آئیں،تو اسے لایا گیا،سیدہ نے پوچھا: تم نے مجھ پر جادو کیا ہے؟ کہنے لگی: ہاں،سیدہ نے فرمایا: کیوں؟ کہنے لگی: میں چاہتی تھی کہ میں آزاد ہو جاؤں۔ دراصل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے مدبر بنایا ہوا تھا (مدبر اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں، جو مالک کی وفات کے بعد آزاد ہو جاتا یا جاتی ہے۔) تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں کبھی آزادی نہ ملے۔(پھر بھانجوں سے فرمایا:) عرب کے برے آدمی کو دیکھیں اور اس لونڈی کو اسے فروخت کر دیں،تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی کی قیمت کے بدلے دوسری لونڈی خریدی، پھر اسے آزاد کر دیا۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 24126، الأدب المفرد للبخاري : 162، سنن الدّارقطني : 4267، السّنن الکبریٰ للبیهقي : 16506)

جواب: اس اثر کی سند صحیح ہے۔اسے امام حاکم رحمہ اللہ (۷۵۱۶) نے شیخین کی شرط پر ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔

سوال: جو شخص یہ کہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ظلم و جور ہے،اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسلام کا ہر حکم مبنی بر حکمت اور مصلحت ہے۔کسی حکم میں ظلم و جور نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ

يُّوقِنُونَ﴾(المائدة : ٥٠)

”کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ تلاش کرتے ہیں؟ بھلا ایمان والوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کس کا ہوسکتا ہے؟“

چور کا ہاتھ کاٹنا شرعی حکم ہے، کتاب وسنت میں اس پر متواتر دلائل موجود ہیں، نیز اُمت مسلمہ کا اجماع بھی ہے۔

جانتے بوجھتے اس شرعی حکم کو ظلم وجور سے تعبیر کرنا واضح کفر وارتداد ہے، ایسا شخص اگر تائب نہ ہو، تو مرتد ہے اور واجب القتل ہے، ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ اس پر حد نافذ کرے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

جَيِّدُهَا وَرَدِيئُهَا سَوَاءٌ .

”(ربوی اشیا میں) عمدہ اور ردی مال برابر ہے۔“

(الهداية : 3/61، 81)

جواب: یہ روایت بے اصل ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 493)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 37/4)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

”ان الفاظ کے ساتھ روایت غیر محفوظ (بے اصل) ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 412/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 156/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 267/8)

سوال: مسلمان دوران طواف حجر اسود کو بوسہ کیوں دیتے ہیں، کیا ایسا بطور تبرک کیا جاتا ہے؟

جواب: حجر اسود کو بوسہ بطور تبرک نہیں دیا جاتا، کیونکہ پتھروں سے تبرک جائز نہیں۔ بلکہ حجر اسود کو بوسہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کی پیروی میں دیا جاتا ہے۔ جس طرح

بیت اللہ کا طواف اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں کیا جاتا ہے، اسی طرح حجر اسود کو بوسہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت دیا جاتا ہے۔

اسلافِ امت حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے، رکن یمانی کو چھوتے تھے اور مقامِ ابراہیم پر نماز ادا کرتے تھے، لیکن تبرک کی نیت سے نہیں، بلکہ رسول ﷺ کی پیروی کی نیت سے ایسا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ؛ مَا قَبَّلْتُكَ .

''بلاشبہ میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے، نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔''

(صحيح البخاري : 1597، صحيح مسلم : 1270)

سوال: جو لوگ شرعی پردہ اور قربانی کا استہزاء کریں، ان کے ساتھ بیٹھک کرنا کیسا ہے؟

جواب: حجاب اور قربانی شریعت ہیں، ان کا استہزاء کفر ہے۔ جو لوگ ان اور دیگر مسائل شرعیہ کا استہزا یا استخفاف کریں، وہ پرلے درجہ کے ملحد ہیں، ایسوں کے ساتھ مجالس لگانا اور گپ شپ کرنا جائز نہیں، ان سے سوشل بائیکاٹ چاہیے۔ خاص طور پر عوام الناس کو ایسے ملحدین سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے اور اپنا دین بچا لینا چاہیے، کہیں وہ بھی ان ظالموں کے الحاد کا شکار نہ ہو جائیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ

إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾(النّساء : ١٤٠)

”آپ اس وقت تک ان کے ساتھ بیٹھک نہ کریں جب تک کہ وہ گفتگو کا موضوع بدل نہیں لیتے، ورنہ آپ میں اوران میں کوئی فرق نہ ہوگا۔“

مفسر علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ فَدَلَّ بِهٰذَا عَلٰى وُجُوبِ اجْتِنَابِ أَصْحَابِ الْمَعَاصِي إِذَا ظَهَرَ مِنْهُمْ مُنْكَرٌ، لِأَنَّ مَنْ لَمْ يَجْتَنِبْهُمْ فَقَدْ رَضِيَ فِعْلَهُمْ، وَالرِّضَا بِالْكُفْرِ كُفْرٌ.

”﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ اہل بدعت جب بدعت کا پرچار کررہے ہوں، تو ان سے اجتناب واجب ہے، جوان سے اجتناب نہیں کرتا، وہ ان کی بدعت سے راضی ہے اور کفر پر راضی ہوجانا بھی کفر ہے۔“

(تفسير القرطبي : 418/5)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(الأنعام : ٦٨)

”یاد آنے پر ظالموں سے کنارہ کشی کرلیجئے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَلَّا يَجْلِسَ مَعَ الْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُحَرِّفُونَ آيَاتِ اللّٰهِ وَيَضَعُونَهَا عَلٰى غَيْرِ مَوَاضِعِهَا، فَإِنْ جَلَسَ أَحَدٌ مَّعَهُمْ نَاسِيًا ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى﴾ بَعْدَ التَّذَكُّرِ ﴿مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾.

”آیات قرآنیہ میں تحریف کرنے والوں اور انہیں مطلب برآوری کے لئے

استعمال کرنے والے جھوٹوں کے ساتھ نہ بیٹھئے، اگر بھولے سے بیٹھ جائیں تو یاد آنے پر کنارہ کرلیں۔"

(تفسیر ابن کثیر : 278/3)

سوال: مرتد کون ہوتا ہے؟

جواب: مرتد سے مراد وہ شخص ہے، جس سے ایسی بات یا عمل کا صدور ہو، جو اسلام کے بنیادی اور متفقہ اُصولوں کے خلاف ہو، اس پر دلائل و براہین کو واضح کیا جائے، مگر وہ تائب نہ ہو، بلکہ اپنی بات یا عمل پر قائم رہے۔ ایسا شخص واجب القتل ہے، مگر اس پر حد نافذ کرنے کی ذمہ داری مسلمان حکمران پر عائد ہے، عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

❁ علامہ ابن مفلح رحمہ اللہ (۸۸۴ھ) فرماتے ہیں:

الْمُرْتَدُّ لُغَةً : الرَّاجِعُ ...... وَشَرْعًا، هُوَ : الرَّاجِعُ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ إِلَى الْكُفْرِ إِمَّا نُطْقًا أَوِ اعْتِقَادًا أَوْ شَكًّا، وَقَدْ يَحْصُلُ بِالْفِعْلِ .

"لغوی اعتبار سے مرتد کے معنی لوٹنے والے کے ہیں۔ ......شرعی اصطلاح میں مرتد سے مراد دین اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جانے والا شخص ہے، یہ ارتداد نطق (بولنے) کی وجہ سے ہو، یا کسی اعتقاد کی وجہ سے ہو یا (کتاب وسنت کے کسی متفق معاملہ میں) شک کرنے کی وجہ سے ہو۔ بسا اوقات کسی فعل کا ارتکاب کرنے سے بھی ارتداد لازم آتا ہے۔"

(المُبدع : 479/7)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْمَغْرِبَ وَأَخَّرُوا الْعِشَاءَ .

”میری اُمت تب تک خیر پر رہے تھی، جب تک مغرب کو جلدی اور عشاء کو تاخیر سے ادا کرتی رہے گی۔“

(الهداية :41/1)

جواب: یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں منقول نہیں۔

۞ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 107)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية :246/1)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ، لَا يُعْرَفُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”یہ حدیث منکر ہے، کتب حدیث میں یہ حدیث غیر معروف (بے وجود) ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية :468/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

”ان الفاظ سے مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 106/1)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 187/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

اَلثَّيِّبُ تُشَاوَرُ .

”شوہر دیدہ عورت سے مشاورت کی جائے گی۔“

(الهداية : 192/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت کتب حدیث میں نہیں ملی۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ . ”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 340)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 195/3)

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَرِدْ . ”یہ روایت ان الفاظ سے وارد نہیں ہوئی۔“

(التّنبیہ علی مشکلات الھدایۃ : 1212/3)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ سے مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔“

(الدّرایۃ : 62/2)

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِنایۃ : 86/5)

✿ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِنایۃ بشرح النّقایۃ : 34/2)

سوال: تعویذ فروش امام کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ شرکیہ تعویذ لکھتا ہے، تو وہ مشرک اور بدعتی ہے، اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ اگر اس کے تعویذ شرکیہ نہیں، بلکہ جائز کلمات پر مشتمل ہیں، تو اس کی اقتدا جائز ہے۔

(سوال): کیا کبائر کے ارتکاب سے نیکیاں ضائع ہوتی ہیں؟

(جواب): بعض کبائر کا ارتکاب کرنے سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں، اس بارے میں کئی عمومی احادیث موجود ہیں۔

(سوال): کیا سگریٹ نوشی کرنے والا فاسق ہے؟

(جواب): سگریٹ نوشی حرام ہے، اس میں کئی شرعی مفسدتیں ہیں، حرام اور کبیرہ گناہوں پر ہمیشگی کرنے والا فاسق ہے۔

(سوال): ایمان کی مضبوطی کے لیے کیا عمل کیا جائے؟

(جواب): ایمان کی مضبوطی کے لیے درج ذیل اعمال مفید رہیں گے:

① قرآن کریم کی بکثرت تلاوت۔

② آیات باری تعالیٰ میں غور وفکر۔

③ احکام شرعیہ کی پابندی اور معاصی سے اجتناب۔

④ مسنون اذکار کا اہتمام۔

⑤ لا الٰہ الا اللہ، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر سمیت دیگر عمدہ کلمات کا بکثرت ورد کیا جائے۔

⑥ بری مجالس سے اجتناب کیا جائے اور علمائے حقہ کی مجالس اختیار کی جائیں۔

⑦ سابقہ انبیائے کرام، صحابہ کرام اور صلحائے اُمت کے ثابت شدہ ایمان افروز واقعات پڑھے جائیں۔

⑧ باری تعالیٰ سے دعائیں مانگی جائیں، بالخصوص تہجد کے وقت۔

(سوال): ایک شخص کو شیطان وسوسے ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا۔ کیا اس

طرح کے وسوسوں سے آدمی کافر ہو جاتا ہے؟

جواب: کفریہ وسوسوں سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ کافر اس وقت ہوتا ہے، جب زبان یا عمل سے کفر کا ارتکاب کرے۔

البتہ جسے ایسے خطرناک وسوسے آتے ہوں، وہ اپنے ایمان کا جائزہ لے اور اپنے دل کا علاج کرے۔ کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرے، ذکر الٰہی اور استغفار کو لازم پکڑے، جب ایسے وسوسے آئیں، تو تعوذ کا ورد کرے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، فَإِذَا سَهَا وَغَفَلَ وَسْوَسَ، وَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ.

”شیطان انسان کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، جب انسان (اللہ کی یاد سے) غافل ہو جائے، تو اسے وسوسے ڈالتا ہے اور جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 196/8، وسندهٗ صحيحٌ)

سب سے بڑھ کر اہل حق علما کی صحبت اختیار کرے اور اہل الحاد اور بے دین لوگوں کی مجالس کا بائیکاٹ کرے۔

سوال: ایک مسلمان کہتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آخری نبی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قرب قیامت نازل ہوں گے، جبکہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر زندہ نہیں ہیں؟

جواب: بعض انبیاء کی انفرادی خصوصیات ہیں، جو دوسرے نبی کو حاصل نہیں۔ جیسے

سیدنا آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں، انسانیت کی ابتدا انہیں سے ہوئی، کوئی دوسرا نبی یا انسان اس خصوصیت میں شریک نہیں، اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی بھی بعض خصوصیات ہیں۔ مجموعی اعتبار سے سب سے زیادہ خصوصیات ہمارے نبی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہیں، اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم کے سردار ہیں اور سب سے افضل اور اکرم ہیں۔

✿ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّهٗ أَكْرَمُ الْبَشَرِ، وَسَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ، وَأَفْضَلُ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأَعْلَاهُمْ دَرَجَةً، وَأَقْرَبُهُمْ زُلْفٰى .

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عزت والے بشر ہیں، اولادِ آدم کے سردار ہیں، اللہ کے ہاں مقام ومرتبہ میں سب سے افضل اور بلند تر ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقرب ہیں۔''

(الشّفا بتعريف حقوق المُصطفٰی :323/1)

یہ کہنا کہ مطلق طور پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، باطل نظریہ ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ ہونا ان کی ایک خصوصیت ہے، جبکہ خاتم النبین ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خصوصیت ہے، پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت نازل ہوں گے اور شرعِ محمدی کے پیرو ہوں گے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خصوصیت ہے کہ صاحب شرع نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔

لہٰذا جو مسلمان جانتے بوجھتے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دے، تو وہ گمراہ بدعتی ہے، یہ اس صورت میں ہے، جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کا عقیدہ نہ رکھتا ہو، اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ درجہ کی تنقیص کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت

شدہ خصوصیات میں سے کسی خصوصیت کا انکار کرے، تو وہ واضح کافر اور مرتد ہے۔

سوال: میت مقروض ہے، اس کی اتنی وراثت نہیں کہ اس سے قرض ادا کیا جا سکے، تو قرض کی ادائیگی کیسے ہوگی؟

جواب: اس صورت میں قرض کی ادائیگی اولاد اور دیگر ورثاء کے ذمہ ہے۔ وہ میت کا قرض چکا دیں، یا قرض دہندہ سے مہلت مانگ لے اور بعد میں آہستہ آہستہ ادائیگی کر دیں۔ یا قریبی رشتہ داروں سے مدد مانگ لی جائے۔ ورثاء کو چاہیے کہ میت کا قرض اتاریں، یہ اس کے ساتھ بہترین خیر خواہی ہے۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کی:

يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، انْظُرْ مَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ، فَحَسَبُوهُ فَوَجَدُوهُ سِتَّةً وَّثَمَانِينَ أَلْفًا أَوْ نَحْوَهٗ، قَالَ : إِنْ وَفٰى لَهٗ مَالُ آلِ عُمَرَ فَأَدِّهٖ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَإِلَّا فَسَلْ فِي بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَإِنْ لَمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِي قُرَيْشٍ، وَلَا تَعْدُهُمْ إِلٰى غَيْرِهِمْ، فَأَدِّ عَنِّي هٰذَا الْمَالَ .

”عبداللہ بن عمر! دیکھنا کہ میرے ذمہ کتنا قرض ہے۔ حساب کیا، تو چھیاسی ہزار درہم یا اس کے لگ بھگ قرض بن گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آل عمر سے یہ قرض ادا ہو جائے، تو چکا دینا، نہیں تو بنو عدی بن کعب سے مانگنا، اگر پھر بھی پورا نہ ہو، تو قریش سے سوال کرنا۔ ان کے علاوہ کسی سے سوال نہ کرنا، بہر کیف میری طرف سے یہ قرض ادا کر دینا۔“

(صحيح البخاري : 3700)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلٰی نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ : يَا أَطْوَلَ النَّبِيِّينَ عُمْرًا كَيْفَ وَجَدْتَ الدُّنْيَا وَلَذَّتَهَا؟ قَالَ : كَرَجُلٍ دَخَلَ بَيْتًا لَهٗ بَابَانِ، فَقَامَ فِي وَسَطِ الْبَيْتِ هُنَيَّةً، ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ الْآخَرِ.

''ملک الموت سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: اے سب سے لمبی عمر والے نبی! آپ نے دنیا اور اس کی لذت کو کیسا پایا؟ فرمایا: بس اس آدمی کی طرح، جو کسی گھر میں داخل ہوا، جس کے دو دروازے ہیں، وہ لمحہ بھر کے لیے گھر کے درمیان میں کھڑا ہوا، پھر دوسرے دروازے سے نکل گیا۔''

(الزّهد لابن أبي الدّنيا : 358)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابو ہرمز نافع ضعیف و متروک ہے۔

سوال: جب یہود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے درپے ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور کسی دوسرے شخص پر مشابہت ڈال دی، یہود نے

اس مشابہ شخص کو قتل کر دیا، وہ شخص کون تھا؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے قتل نہیں، نہ انہیں سولی دیا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا، اس پر کتاب وسنت کے متواتر دلائل موجود ہیں، البتہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت میں کس شخص کو قتل کیا؟ صحیح معتبر نقل میں اس کا نام مذکور نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا، بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾

(النساء: ۱۵۷-۱۵۸)

''انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کیا، نہ ہی وہ آپ کو سولی دے سکے ہیں، بلکہ ان کو شبہ ڈال دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے اس پھانسی کے واقعہ میں اختلاف کیا ہے، وہ لوگ شک میں مبتلا ہیں، ان کو کوئی علم نہیں، سوائے ظن کی پیروی کے، انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے۔''

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین مخلوق ہیں؟

جواب: کئی دلائل سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں افضل ترین ہستی ہیں، مقام ومرتبہ میں ملائکہ، انسان اور جنات میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ،

وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ .

”روز قیامت اولادِ آدم کا سردار میں ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر کھولی جائے گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت ہی قبول ہوگی۔“

(صحيح البخاري : 4712، صحيح مسلم : 2278، واللّفظ لهٗ)

سوال: کیا کسی انسان کو فرشتہ نظر آ سکتا ہے؟

جواب: فرشتوں کے بارے میں اصل یہی ہے کہ وہ لطیف مخلوق ہیں، کسی کو نظر نہیں آتے، البتہ کسی غیر نبی کو رحمت یا عذاب کا فرشتہ نظر بھی آ سکتا ہے، جیسے پہلی اُمتوں میں بعض نیک لوگوں کو فرشتے نظر آ جاتے تھے، اسی طرح بعض صحابہ کو بسا اوقات فرشتے نظر آ جاتے تھے، لیکن فرشتے حقیقی شکل میں نظر نہیں آتے، بلکہ انسان شکل میں متشکل ہو کر آتے ہیں۔ لہٰذا غیر نبی کو فرشتہ نظر آ سکتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾(مريم : ١٧)

”ہم نے اس (مریم) کی طرف اپنا مقرب فرشتہ بھیجا، تو اس نے مکمل انسان کا روپ دھار لیا۔“

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى

جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ ...... قَالَ : ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي : يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ : فَإِنَّهٗ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ .

''ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، اسی اثنا میں ایک آدمی ظاہر ہوا، جس کے کپڑے چٹے سفید تھے، بال کالے سیاہ تھے، اس پر سفر کے اثرات نظر نہیں آ رہے تھے، نہ ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا، اس نے اپنے گھٹنے نبی کریم ﷺ کے گھٹنوں سے ملا لیے اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھ لیں۔...... (اس نے کچھ سوالات کیے) پھر چلا گیا، کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے عمر! کیا آپ جانتے ہیں کہ سوال کرنے والا کون تھا؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تھے، وہ آپ لوگوں کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔''

(صحیح مسلم : 8)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَمَعَهٗ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ، عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ، كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ .

''میں نے اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں دو آدمیوں کو لڑتے

دیکھا، ان پر سفید چادریں تھیں، وہ بہت سخت قتال کر رہے تھے، میں نے انہیں اس وقت سے پہلے یا بعد میں کبھی نہیں دیکھا (وہ دونوں جبریل اور میکائیل تھے، جیسا کہ دیگر روایات میں وضاحت ہے)۔‘‘

(صحیح البخاري : 4054، صحیح مسلم : 2306)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَبِي بَكْرٍ : مَعَ أَحَدِكُمَا جِبْرِيلُ، وَمَعَ الْآخَرِ مِيكَائِيلُ، وَإِسْرَافِيلُ مَلَكٌ عَظِيمٌ يَشْهَدُ الْقِتَالَ وَيَكُونُ فِي الصَّفِّ.

’’نبی کریم ﷺ نے مجھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ میں سے ایک کے ساتھ جبریل علیہ السلام اور دوسرے کے ساتھ میکائیل علیہ السلام ہیں، جبکہ اسرافیل علیہ السلام عظیم فرشتہ ہیں، جو لڑائی میں حاضر ہوتے ہیں اور جنگی صفوں میں موجود ہوتے ہیں۔‘‘

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 68/3، السّنة لابن أبي عاصم : 1252، مصنّف ابن أبي شيبة : 16/12، وسندهٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’صحیح‘‘ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: نبی کریم ﷺ نے سفر معراج پر مسجد اقصیٰ میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو امامت کیوں کرائی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو چھوٹے بڑے بے شمار معجزات عطا فرمائے، بڑے معجزات میں سے ایک معجزہ سفر اسراء و معراج ہے۔ اس معجزے میں کئی ایک معجزات

ہیں، نبی کریم ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور مسجد اقصیٰ سے ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی، یہ سب رات کے ایک حصہ میں ہوا۔ مسجد اقصیٰ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو جمع فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے انہیں امامت کرائی۔ یہ سب معجزات ہی ہیں۔ اس امامت میں کئی حکمتیں ہوسکتی ہیں۔

① محمد کریم ﷺ کی دیگر انبیا پر افضلیت کا اظہار۔

② نبی کریم ﷺ کے ختم نبوت پر دلالت، کہ نبی کریم ﷺ کی رسالت و بعثت کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان سچے رسول بھی امام نہیں بن سکتے، بھلا بعد میں آنے والے جھوٹے مدعیان نبوت کیسے نبی کریم ﷺ کی جگہ لے سکتے ہیں۔

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی، بھلا آپ علیہ السلام اپنی والدہ مریم رحمہا اللہ کے بطن پاک میں کتنا عرصہ رہے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بن باپ کے پیدا کیا۔ سیدہ مریم طاہرہ رحمہا اللہ کے پاس فرشتہ آیا، اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدہ کے گریبان میں روح پھونک دی، جس سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ اب یہ حمل کتنے عرصہ رہا، اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، لیکن کسی قول پر دلیل نہیں، لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنی ماں کے بطن میں نو مہینے رہے، جیسے عام بچے رہتے ہیں، کیونکہ اگرچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزاتی ہے، مگر مدت حمل کے بارے میں بھی معجزاتی ہے؟ اس پر کوئی دلیل نہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَ الْمُفَسِّرُوْنَ فِي مُدَّةِ حَمْلِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَالْمَشْهُوْرُ

عَنِ الْجُمْهُورِ أَنَّهَا حَمَلَتْ بِهٖ تِسْعَةَ أَشْهُرٍ .

”سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مدت حمل کے بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں، جمہور کا مشہور قول یہی ہے کہ سیدہ مریم رحمہا اللہ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نو ماہ اپنے بطن میں اٹھایا۔“

(تفسیر ابن کثیر : 222/5)

سوال: جن احادیث کا تعلق مستقبل کے غیبی اُمور سے ہے، کیا وہ بھی وحی ہیں؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صحیح حدیث وحی ہے، یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل کے جن معاملات کے متعلق خبر دی ہے، وہ بھی وحی ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی پیشین گوئیاں سچ ثابت ہو چکی ہیں، کچھ باقی ہیں، جو قیامت سے پہلے پہلے ضرور پوری ہوں گی، کیونکہ وہ پیشین گوئیاں کوئی اٹکل پچو نہیں، بلکہ وحی الٰہی کی روشنی میں دی گئی ہیں، وحی اللہ تعالیٰ کا علم ہے، جس میں خطا کا امکان نہیں۔

❁ محمود بن لبید، بنو عبد الاشہل کے لوگوں سے بیان کرتے ہیں:

قَالَ زَيْدُ بْنُ اللُّصَيْتِ، وَهُوَ فِي رَحْلِ عُمَارَةَ وَعُمَارَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَيْسَ مُحَمَّدٌ يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ، وَيُخْبِرُكُمْ عَنْ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَهُوَ لَا يَدْرِي أَيْنَ نَاقَتُهٗ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُمَارَةُ عِنْدَهٗ : إِنَّ رَجُلًا قَالَ : هٰذَا مُحَمَّدٌ يُخْبِرُكُمْ أَنَّهٗ نَبِيٌّ، وَيَزْعُمُ أَنَّهٗ يُخْبِرُكُمْ بِأَمْرِ السَّمَاءِ وَهُوَ لَا يَدْرِي أَيْنَ نَاقَتُهٗ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَعْلَمُ إِلَّا

مَا عَلَّمَنِي اللّٰهُ وَقَدْ دَلَّنِي اللّٰهُ عَلَيْهَا، وَهِيَ فِي هٰذَا الْوَادِي، فِي شِعْبِ كَذَا وَكَذَا، قَدْ حَبَسَتْهَا شَجَرَةٌ بِزِمَامِهَا، فَانْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُونِي بِهَا، فَذَهَبُوا، فَجَاؤُوا بِهَا.

”عمارہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، تو زید بن صلت نے ان کے گھر میں کہا: محمد ﷺ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں بتاتے ہیں، حالاں کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ تو عمارہ کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ کو خبر اپنی اونٹنی کی بھی نہیں ہے اور بتاتے آسمان کی خبریں ہیں۔ اللہ کی قسم! میرے پاس وہی علم ہے، جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے اور اس اونٹنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہی دے دی ہے کہ وہ فلاں وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے، اس کی لگام درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے، جائیں، اسے میرے پاس لے آئیں، صحابہ گئے اور اسے لے کر آ گئے۔“

(المَغازي لابن إسحاق كما في السّيرة لابن هشام: 523/2، وسندهٗ حسنٌ)

ایسی کئی ایک مثالیں موجود ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی دی گئی خبر سچ ثابت ہوئی، کبھی کوئی خبر جھوٹی ثابت نہیں ہوئی، کیونکہ وہ خبر وحی الٰہی پر مبنی ہوتی تھی۔

علم نبوت کے علاوہ کوئی علم نہیں، جس میں خیر اور شر اور سچ اور جھوٹ کے دونوں پہلو نہ ہوں۔ مگر علم نبوت میں سچائی ہی سچائی ہے، شر اور جھوٹ کا کوئی عمل دخل نہیں۔ لہٰذا علم نبوت میں اتار چڑھاؤ نہیں، اس میں شفا ہے، یقین ہے اور اطمینان ہے۔

جو لوگ صرف دنیاوی علم رکھتے ہیں، وہ شریعت کے علوم کو دنیاوی علم کی نظر سے دیکھتے

ہیں، اس لیے انہیں ٹھوکر لگ جاتی ہے۔

سوال: کیا اس وقت دنیا میں کوئی رسول یا نبی زندہ ہے؟

جواب: زمین پر اس وقت کوئی نبی یا رسول موجود نہیں، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قرب قیامت نازل ہوں گے۔ آپ علیہ السلام کے علاوہ کوئی نبی یا رسول زمین پر زندہ نہیں ہے۔

سوال: کیا ادریس علیہ السلام پہلے رسول ہیں؟

جواب: پہلے رسول سیدنا نوح علیہ السلام ہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ .

''سیدنا نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔''

(صحيح البخاري : 4476، صحيح مسلم : 193)

سوال: کیا کوئی سائل مفتی سے فتویٰ لیتے ہوئے حلف لے سکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص فتویٰ لینا چاہتا ہے، تو اسے چاہیے کہ کسی اہل حق مفتی کے پاس جائے، اپنی ساری صورت حال کھول کر بیان کرے، کتاب وسنت کے دلائل طلب کرے۔ اگر وہ چاہے، تو مفتی سے حلف بھی لے سکتا ہے، تا کہ بات مزید مؤکد ہو جائے، مفتی کو بھی چاہیے کہ اس بات کو اپنی توہین مت سمجھے، بلکہ مستفتی کے مطالبہ کے مطابق حلف دے دے کہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہی فتویٰ دے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَنْشُدُكَ اللّٰهَ! إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَامَ خَصْمُهُ، وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ، فَقَالَ: اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأْذَنْ لِي؟ قَالَ: قُلْ، قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلٰى هٰذَا، فَزَنٰى بِامْرَأَتِهٖ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَّخَادِمٍ، ثُمَّ سَأَلْتُ رِجَالًا مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَّتَغْرِيبَ عَامٍ، وَعَلَى امْرَأَتِهِ الرَّجْمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ، الْمِائَةُ شَاةٍ وَّالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيبُ عَامٍ، وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا.

"ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! آپ کو اللہ کا واسطہ، ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیے۔ اس کا مدمقابل کھڑا ہوا، وہ اس سے زیادہ سمجھ دار بھی تھا۔ اس نے کہا: ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیے اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بولیے۔ اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدوری کرتا تھا، اس نے اس شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا۔ میں نے ایک سو بکری اور ایک غلام اس کے فدیے کے طور پر دیا۔ پھر میں نے اہل علم لوگوں سے سوال کیا، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو

کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ملے گی، جبکہ اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں آپ کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور غلام آپ کو لوٹا دیے جائیں گے۔ آپ کے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا ہوگی۔ اے اُنَیس! اِن کی بیوی کے پاس جائیے، اگر وہ اعترافِ جرم کرے، تو اسے رجم کر دیں۔''

(صحيح البخاري : 6827، صحيح مسلم : 1697)

سوال: قرض لیتے دیتے وقت اشٹام پیپر پر لکھنا ضروری ہے یا کسی ڈیجیٹل فارم میں بھی لکھا جا سکتا ہے؟

جواب: قرض لیتے دیتے وقت لکھنا مستحب ہے، یہ لکھت کسی پر معتبر ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔ اشٹام پیپر معتبر ذریعہ ہے، اس پر لکھا جائے، تو سب سے بہتر ہے۔ البتہ اگر کوئی اور جدید ذریعہ اختیار کیا جائے، تو بھی حرج نہیں، بشرطیکہ محفوظ ہو، مثلاً جس اکاؤنٹ پر رقم بھیجی ہے، اس کی رسید محفوظ کر لی جائے۔

سوال: جو شخص آخرت کا منکر ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص بالاتفاق کافر ہے۔ آخرت پر ایمان لانا مؤمن ہونے کے لیے شرط ہے، یہ ایمانیات ستہ میں سے ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوا قُلْ بَلٰى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ﴾(التّغابُن : ٧)

”کافروں کا کہنا ہے کہ وہ ہرگز (دوبارہ زندہ کر کے) نہیں اٹھائے جائیں گے، (اے نبی!) کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! تمھیں ضرور بالضرور اٹھایا جائے گا، پھر تمھیں تمہارے اعمال کے متعلق پوری طرح آگاہ کیا جائے گا، ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔“

❁ حدیث جبریل علیہ السلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهٖ، وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ.

”(ایمان یہ ہے کہ) آپ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، روز آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائیں۔“

(صحیح مسلم: 8)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ جَمِيعُ أَهْلِ الْقِبْلَةِ عَلٰى تَنَابُذِ فِرَقِهِمْ عَلَى الْقَوْلِ بِالْبَعْثِ فِي الْقِيَامَةِ وعَلٰى تَكْفِيرِ مَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ.

”اختلافات کے باوجود تمام اہل قبلہ کا روز قیامت بعث (دوبارہ زندہ کیا جانا) پر اتفاق ہے۔ نیز اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس کا منکر کافر ہے۔“

(الفصل في المِلَل والأهواء والنّحل: 66/4)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ مَنْ أَنْكَرَ الْبَعْثَ بَعْدَ الْمَوْتِ فَلَيْسَ بِمُؤْمِنٍ وَلَا مُسْلِمٍ وَلَا يَنْفَعُهٗ مَا شَهِدَ بِهٖ.

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو شخص موت کے بعد جی اٹھنے کا انکار کرے، وہ مؤمن یا مسلمان نہیں، نیز اسے اس کا کلمہ پڑھنا کچھ فائدہ نہ دے گا۔“

(الاستذکار : 339/7)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَنْكَرَ الْجَنَّةَ أَوِ النَّارَ أَوِ الْبَعْثَ أَوِ الْحِسَابَ أَوِ الْقِيَامَةَ فَهُوَ كَافِرٌ بِإِجْمَاعٍ لِلنَّصِّ عَلَيْهِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ عَلٰى صِحَّةِ نَقْلِهٖ مُتَوَاتِرًا .

”جس نے جنت، جہنم، بعث، حساب یا قیامت کا انکار کیا، وہ بالا جماع کافر ہے، کیونکہ اس پر نص قائم ہے اور اس نص کی متواتر نقل کے صحیح ہونے پر اُمت کا اجماع ہے۔“

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفٰی : 290/2)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

الْإِيمَانُ بِالْمَعَادِ الْجُسْمَانِيِّ وَاجِبٌ، وَجَحْدُهٗ كُفْرٌ، وَقَدِ اتَّفَقَتْ عَلَيْهِ أَهْلُ الْمِلَلِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”جسمانی معاد (جسموں کے ساتھ اٹھائے جانے) پر ایمان واجب ہے۔ اس کا انکار کفر ہے، اس پر تمام ملتیں متفق ہیں، واللہ اعلم!“

(طَرح التّثریب : 309/3)

❁ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى ...... أَنَّ الْأَجْسَادَ الَّتِي أَطَاعَتْ وَعَصَتْ هِيَ الَّتِي تُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

”اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ......جن جسموں نے (دنیا میں) اطاعت اور نافرمانی کی ہے، انہی جسموں کو روز قیامت اٹھایا جائے گا۔“

(رسالة إلٰی أهل الثّغر، ص 161)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَعَادُ الْأَبْدَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَهٰذَا كُلُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ .

”انہی جسموں کو (قبروں سے) اٹھایا جائے گا، اس پر مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کا اتفاق ہے۔ ان تمام باتوں پر علمائے اہل سنت والجماعت کا اتفاق واجماع ہے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 284/4)

سوال: کیا گناہ گار مؤمنوں کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا، جو بعد میں جہنم سے نکال لیے جائیں گے؟

جواب: دیدار الٰہی ہر جنتی کو نصیب ہوگا۔ اس شرف سے وہ مؤمنین بھی بہرہ مند ہوں گے، جو پہلی فرصت جنت میں داخل کر دیے جائیں اور وہ مؤمن بھی رب تعالیٰ کا دیدار کریں گے، جو اپنے گناہوں کے باعث وقت مقرر تک جہنم رسید کر دیے جائیں گے، بعد میں گناہوں سے پاک ہو کر یا شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے، جنت میں داخل ہونے کے بعد انہیں بھی شرف رؤیت حاصل ہوگا۔

سوال: کیا شہید عذاب قبر سے محفوظ رہے گا؟

جواب: جو شخص راہِ خدا میں شہید کر دیا جائے اور اس کی شہادت قبول ہو جائے، تو

اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔

❁ ایک صحابی بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا بَالُ الْمُؤْمِنِينَ يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ إِلَّا الشَّهِيدَ؟ قَالَ : كَفٰى بِبَارِقَةِ السُّيُوفِ عَلٰى رَأْسِهٖ فِتْنَةً .

''ایک آدمی عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ اہل ایمان کا ان کی قبروں میں امتحان لیا جاتا ہے، مگر شہید کا نہیں؟ فرمایا: اس کے سر پر چمکتی تلواریں اس کے لیے امتحان سے کافی ہوگئیں۔''

(سنن النّسائي : 99/4، ح : 2053، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

(بيان الوهم والإيهام في كتاب الأحكام : 743/5)

❁ سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ : يُغْفَرُ لَهٗ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ، وَيَرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ، الْيَاقُوتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهٖ .

''اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کو چھ انعامات سے نوازا جاتا ہے؛ ① جان نکلتے ہی تمام گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ ② اس کا جنتی مسکن دکھا دیا جاتا ہے اور عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ ③ حشر کی ہولناکیوں سے بے خوف و خطر ہو

گا۔④ عزت ووقار کی تاج پوشی ہوگی، جس کا ایک ایک موتی دنیا ومافیها سے بہتر ہے۔⑤ موٹی موٹی خوبصورت آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے بیاہ دیا جائے گا۔⑥ ستر (۷۰) رشتہ داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

(مسند أحمد : 131/4، سنن التّرمذي : 1663، سنن ابن ماجه : 2299، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا قیس جذامی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُعْطَى الشَّهِيدُ سِتَّ خِصَالٍ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهٖ، يُكَفَّرُ عَنْهُ كُلُّ خَطِيئَةٍ، وَيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُؤَمَّنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيُحَلّٰى حُلَّةَ الْإِيمَانِ .

''خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کو چھ اعزاز دیے جاتے ہیں: ① تمام گناہ مٹا دیے جاتے، ② جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، ③ حورعین کے ساتھ شادی کردی جاتی ہے، ④ فزع اکبر (حشر کی ہولناکیوں) سے محفوظ ومامون رہے گا، ⑤ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا، ⑥ ایمان کی پوشاک پہنائی جائے گی۔''

(مسند الإمام أحمد : 200/3، التّاريخ الكبير للبخاري : 134/7، حسنٌ)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ وَالْمُكَاتَبُ شَيْئًا إِلَّا الطَّلَاقَ .

''غلام اور مکاتب (غلام) سوائے (اپنی بیوی کو) طلاق دینے کسی چیز کا اختیار

نہیں رکھتا۔''

(الهداية : 278/3)

جواب: بے سند اور بے اصل ہے۔

۞ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

''یہ روایت میرے علم میں نہیں۔''

(التّنبيه، ص 373)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ . ''یہ بے اصل روایت ہے۔''

(نصب الرّاية : 165/4)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ، لَا أَصْلَ لَهُ .

''یہ حدیث منکر ہے، اس کی کوئی اصل (سند) نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 648/5)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ . ''مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية : 198/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذِهِ الْعِبَارَةِ لَمْ يَثْبُتْ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(البِناية: 86/11)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ.

''یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔''

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية: 422/3)

سوال: جس مسلمان کی نیکیاں اس کے گناہوں سے زیادہ ہوں، کیا اسے عذاب قبر ہوسکتا ہے؟

جواب: نیکیوں کی کمی یا زیادتی کا وزن قیامت کے دن ہوگا، جب عدل کا ترازو لگے گا اور ہر کسی کی نیکیوں اور برائیوں کا وزن ہوگا، اس وقت جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا، وہ جہنم کے عذاب سے بچ جائے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

رہا عذاب قبر، تو وہ وزن اعمال سے پہلے ہوگا، تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم پر ہے کہ کس کو عذاب دے اور کس کو عذاب نہ دے؟ البتہ عذاب قبر اسے ہوگا، جو قبر کے سوالات میں ناکام ہو جائے گا۔ ایسا ممکن ہے کہ بعض گناہ گار مؤحدین کو قبر میں کچھ نہ کچھ عذاب ہو اور روز قیامت نجات کا پروانہ مل جائے۔

سوال: فاسق مسلمان کی روح قبض کرنے کے لیے کون سے فرشتے آئیں گے، عذاب والے یا رحمت والے؟

جواب: کتاب وسنت کے دلائل میں یہ بات واضح ہے کہ کافر اور منافق کی روح قبض کرنے کے لیے عذاب والے فرشتے آئیں گے اور سختی کے ساتھ اس کی روح قبض

کریں گے اور خالص الایمان مسلمان کی روح کو قبض کرنے کے لیے رحمت والے فرشتے آتے ہیں اور نرمی کے ساتھ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔

رہا فاسق و فاجر مسلمان کا معاملہ تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اس کی روح کون سے فرشتے قبض کرتے ہیں، ہمیں اس بات پر آگاہی نہیں دی گئی۔

سوال: کیا قیامت جمعہ کے دن واقع ہوگی؟

جواب: اس کا صحیح علم اللہ کے پاس ہے، البتہ جمعہ کا ذکر کسی صحیح روایت میں ثابت نہیں۔

سوال: بعض لوگ قیامت کے ترازو کی شبیہ پیش کرتے ہیں اور اچھی چیزوں مثلاً مسجد، مصحف وغیرہ کو ایک پلڑے میں رکھتے ہیں اور بری چیزوں مثلاً آلات موسیقی وغیرہ کو دوسرے پلڑے میں رکھتے ہیں اور اچھی چیزوں والے پلڑے کو جھکا کر پیش کرتے ہیں۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: قیامت کے کسی منظر کی شبیہ پیش نہیں کی جا سکتی، نہ ویڈیو میں، نہ اوراق پر تصویروں میں اور نہ مجسم صورت میں۔

غیبی اُمور کی کیفیت کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جو لوگ ایسی شبیہ بناتے ہیں، ان کی نیت خواہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، مگر ان کا طرزِ عمل درست نہیں، یہ شرعی اقدار کی خلاف ورزی ہے۔

بعض قرآن کریم کی تلاوت لگاتے ہیں اور ویڈیو میں جنت اور جہنم کے مناظر دکھاتے ہیں، یہ بھی درست عمل نہیں ہے۔

سوال: اگر کسی مسلمان نے کسی کافر پر ظلم ڈھایا ہو، تو کیا قیامت کے دن مسلمان ظالم سے کافر مظلوم کو بدلہ دیا جائے گا؟

جواب: قیامت کا دن عدل وانصاف کا دن ہے، اس دن کسی پر کوئی ظلم وزیادتی نہ ہوگی، جس نے جس کا جتنا حق تلف کیا، یا اس پر ظلم ڈھایا، اس کا بدلہ دیا جائے گا، خواہ ظلم کرنے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو اور مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو۔

اس بارے میں دلائل عام ہیں، جو کافر اور مسلم سب کو شامل ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا .

”جس (مسلمان) نے کسی ذمی کو (بلا وجہ) قتل کر دیا، تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، جبکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک محسوس ہوگی۔“

(صحيح البخاري : 3166)

❀ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ أَنْ يَّجِدَ رِيحَهَا .

”جس نے کسی معاہد (ذمی) کو بلا وجہ قتل کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دے گا۔“

(مسند الإمام أحمد : 39,38/5، سنن أبي داوٗد : 2760، سنن التّرمذي : 4751، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۰۷۰) نے ”صحیح“ امام حاکم رحمہ اللہ (۱۴۲/۲) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۵۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ماہِ رمضان کی مبارک باد دینا کیسا ہے؟

جواب: یقیناً ماہِ رمضان مبارک مہینہ ہے، اس میں بے شمار برکتیں اور رحمتیں ہیں، نیکیوں کمانے اور گناہ بخشوانے کا بہترین موسم ہے۔ ماہِ رمضان کی آمد مسلمانوں کے لیے باعث مسرت ہے۔

مگر ماہِ رمضان کی آمد پر ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرنا اور بطور تحیہ ایک دوسرے کو پیغام بھیجنا بے اصل ہے، خیر القرون اور اسلاف اُمت میں یہ عمل نہیں تھا۔ بعد والوں کا استنباط کمزور ہے، مسلک محدثین کی پیروی کرنا لازم ہے، نہ کہ بعد والوں کے استنباط واستدلال کی، واللہ اعلم!

تنبیہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُ أَصْحَابَهُ يَقُولُ : جَاءَكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ ....

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: آپ کے پاس مبارک مہینہ رمضان آچکا ہے......۔“

(مسند إسحاق بن راهويه :1، مسند الإمام أحمد : 230/2، مسند عبد بن حميد : 1429، مصنّف ابن أبي شيبة : 8867)

سند ضعیف ہے۔ابو قلابہ کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

سوال: کرام کاتبین کو اعمال لکھنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اس میں حکمت کیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہر شے کا بخوبی علم رکھنے والے ہیں اور ہر شے پر قادر قدیر ہیں، اس کا ہر کام مبنی بر حکمت ہے، خواہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ہمارے ذمہ تسلیم کرنا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم بجالانا ہے، یاد رہے کہ مسلمان کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو حق اور سچ تسلیم کرے، خواہ عقل میں آئے یا نہ آئے، اگر عقل میں آجائے، تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر سمجھ نہ آئے، تو بھی دل وجان سے اس بات کو صحیح کہے، کیونکہ کتاب وسنت کا علم کبھی خطا نہیں کرتا، یہ علم نبوت ہے، جو وحی الٰہی پر قائم ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾(البقرة : ١٤٢)

”عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا، جس پر وہ پہلے تھے، کہہ دیجئے کہ مشرق ومغرب سب اللہ تعالیٰ کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے راہِ راست کی توفیق دیتا ہے۔“

❁ علامہ ابن عرفہ رحمہ اللہ (۸۰۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْحُكْمَ الشَّرْعِيَّ إِذَا لَمْ تَظْهَرْ لَنَا عِلَّتُهُ فَالْأَصْلُ فِيهِ التَّعَبُّدُ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ جس حکم شرعی کی علت ہم پر ظاہر نہ ہو، تب بھی قاعدہ یہی ہے کہ اس حکم پر عمل کرنا ہے۔''

(تفسير ابن عرفة : 451/2)

عقل کا کام وحی کو سمجھنا ہے، ہر حکم کی علت اور حکمت معلوم ہونا ضروری نہیں، سب سے بڑی عقل مندی یہی ہے کہ شریعت کو دل و جان سے تسلیم کر لیا جائے، یہ جان لیا جائے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقینی طور پر مبنی بر حکمت ہے۔ اسی میں ہی عافیت اور بھلائی ہے۔ عقل کو وحی پر معیار نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ وحی اس کا علم ہے، جس نے عقل اور اہل عقل کو تخلیق کیا ہے، بھلا مخلوق کا علم خالق کے علم پر حاکم بن سکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں!

لہٰذا کرام کاتبین کو اعمال لکھنے کے لیے مقرر کیوں کیا، اس میں بھی کئی حکمتیں ہیں، جن کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، گو کہ اہل علم نے بعض حکمتیں ذکر بھی کی ہیں۔

سوال: میرے ایک دوست کے قریبی رشتہ داروں میں یکے بعد دیگرے تین آدمیوں کی وفات ہوئی، تینوں وفات ایک ہی مہینے میں ہوئیں، تو میں نے کسی کو از سر مذاح کہہ دیا کہ فلاں آدمی کے خاندان سے ملک الموت کی اَن بَن چل رہی ہے، اسی لیے ہر ہفتے ایک آدھ آدمی فوت ہو جاتا ہے، کیا میرا یہ قول کفر ہے؟

جواب: انسان کو اپنی زبان کا محتاط استعمال کرنا چاہیے، یہ ایسی چیز ہے کہ اس کا صحیح اور درست استعمال انسان کو اوج ثریا تک پہنچا سکتا ہے اور اس کا غلط استعمال اسے جہنم کی وادیوں میں دھکیل سکتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ، لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا، يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ، لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا، يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ.

''بندہ کبھی بے خبری میں رضائے الٰہی کی ایسی بات کہتا ہے کہ اللہ اس کی وجہ سے درجات بلند فرما دیتے ہیں، کبھی غفلت میں غضب الٰہی کی ایسی بات کر لیتا ہے، جس کی وجہ سے جہنم میں گر جاتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6478)

❀ سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلرَّجُلُ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا تَبْلُغُ، فَيَكْتُبُ اللّٰهُ بِهَا سَخَطَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، فَيَكْتُبُ اللّٰهُ بِهَا رِضَاهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

''کبھی انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا ایسا کلمہ بولتا ہے، جس کی ہولناکی کا اسے اندازہ بھی نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے وہ قیامت تک اللہ کی ناراضی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ کبھی انسان رضائے الٰہی کا کلمہ بولتا ہے، جس کی حقیقت کا اسے علم نہیں ہوتا، تو اللہ قیامت تک اس سے راضی ہونے کا اعلان کر دیتا ہے۔''

(موطأ الإمام مالك : 985/2، مُسند الحُميدى : 935، سنن التّرمذي : 2319، سنن ابن ماجه : 3969، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کوامام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (281-280)، اور امام حاکم رحمہ اللہ (45/1) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی محترم مخلوق ہیں، فرشتوں پر ایمان لانا، ان کی عزت وتکریم کرنا ایمانیات ستہ میں سے ہے، جیسا کہ حدیث جبریل علیہ السلام میں ہے۔

فرشتے جو کچھ بھی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں، وہ مالک کی نافرمانی نہیں کرتے، ملک الموت بھی اسی کی جان قبض کرتا ہے، جس کے بارے میں اسے حکم ہوتا ہے، وہ اپنی طرف ایسا نہیں کرتا، لہٰذا فرشتوں سے استہزاء اللہ تعالیٰ سے استہزاء ہے، جو واضح کفر ہے۔ جس نے ملک الموت کے متعلق مزاح کیا ہے، یہ حرام فعل ہے، بلکہ کفریہ عمل ہے، اس پر توبہ واجب ہے، ورنہ ارتداد لازم آئے گا۔

اہل علم نے اس بارے میں واضح لکھا ہے کہ تمام فرشتوں سے یا کسی بھی فرشتے سے استہزاء کرنا کفر ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۞ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ (التّوبة : ٦٥-٦٦)

''اگر آپ ان سے پوچھیں (کہ کیسی مجلسیں لگائے ہوئے ہیں؟!) تو وہ ضرور بالضرور کہیں گے کہ ہم تو محض دل لگی اور ہنسی مذاح کر رہے ہیں، کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا استہزاء کر رہے ہو؟ بہانے مت

بناؤ، یقیناً تم ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں، تو دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے، کیونکہ وہ مجرم ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیوں) میں بہت سی چیزیں داخل ہیں، انبیائے کرام فرشتے، قرآن کریم، ارکان اسلام اور فرائض دینیہ اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیاں) ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ استہزا کرنا بھی کفر ہے۔

✿ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

صَحَّ بِالنَّصِّ أَنَّ كُلَّ مَنِ اسْتَهْزَأَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى أَوْ بِمَلَكٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ أَو بِنَبِيٍّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَوْ بِآيَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ أَوْ بِفَرِيضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ الدِّينِ فَهِيَ كُلُّهَا آيَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ بُلُوغِ الْحُجَّةِ إِلَيْهِ فَهُوَ كَافِرٌ .

''نص قطعی سے ثابت ہوا کہ ہر وہ شخص، جو اللہ تعالیٰ، کسی بھی فرشتے، کسی بھی نبی یا قرآن کریم کی کسی آیت یا فرائض دینیہ میں سے کسی بھی فریضہ کے ساتھ استہزاء کرتا ہے، بعد اس کے کہ اس پر حجت تمام ہو چکی ہے، تو وہ کافر ہے، کیونکہ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی آیات میں داخل ہیں۔''

(الفصل في المِلَل والأهواء والنّحل : 142/3)

✿ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ كُلَّ مَنْ سَبَّ اللّٰهَ تَعَالَى، أَوْ اسْتَهْزَأَ بِهِ، أَوْ سَبَّ مَلَكًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ أَوْ اسْتَهْزَأَ بِهِ، أَوْ سَبَّ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، أَوْ اسْتَهْزَأَ بِهِ،

أَوْ سَبَّ آيَةً مِّنْ آيَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى، أَوِ اسْتَهْزَأَ بِهَا وَالشَّرَائِعُ كُلُّهَا، وَالْقُرْآنُ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَهُوَ بِذٰلِكَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ، لَهٗ حُكْمُ الْمُرْتَدِّ، وَبِهٰذَا نَقُولُ وَبِاللّٰهِ تَعَالَى التَّوْفِيقُ .

''جس نے بھی اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہا یا اللہ تعالیٰ سے استہزا کیا یا کسی فرشتے کو برا بھلا کہا یا اس سے استہزاء کیا یا کسی نبی کو برا بھلا کہا یا اس کا استہزا کیا یا اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے کسی آیت کو برا بھلا کہا یا اس کے ساتھ استہزا کیا، یاد رہے کہ تمام شرعی احکام اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہی ہیں، تو (حجت تمام ہونے کے بعد) وہ کافر مرتد ہے، اس کا حکم مرتد والا ہے، ہمارا یہی مؤقف ہے، توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے۔''

(المُحلّٰی : 438/12)

❀ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

يَكْفُرُ ...... بِعَيْبِهِ مَلَكًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ أَوْ الْاِسْتِخْفَافِ بِهٖ .

''کسی بھی فرشتے پر عیب جوئی کرنے سے یا اس کا استخفاف کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔''

(البحر الرّائق : 131/5)

سوال: کیا قیامت جمعہ کے دن واقع ہوگی؟

جواب: قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی، مگر وہ جمعہ کس مہینے، کس سال اور کس صدی میں ہوگا، اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ .

”قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی۔“

(صحيح مسلم : 854)

سوال: بعض عوام کو سنا گیا ہے کہ وہ نرسوں کو رحمت کے فرشتے قرار دیتے ہیں کہ یہ مریضوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں؟

جواب: ایسا کہنا نری جہالت ہے، جانتے بوجھتے نرسوں کو رحمت کے فرشتے کہنا واضح کفر ہے۔ایسے لوگوں پر نکیر واجب ہے۔

سوال: تشہد میں فرشتوں پر درود بھیجنا کیسا ہے؟

جواب: تشہد میں وہی کلمات پڑھے جائیں گے، جو کلمات تشہد احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔تشہد کے کلمات توقیفی ہیں، اپنی طرف سے الفاظ نہیں پڑھ سکتے۔فرشتوں پر درود کا ذکر کسی حدیث میں وارد نہیں ہوا، لہٰذا اجتناب ضروری ہے۔

سوال: کیا بچوں کو فرشتے نظر آتے ہیں؟

جواب: یہ بات عوام الناس میں مشہور ہے، مگر بے دلیل ہے۔بسا اوقات فرشتے انسانی شکل میں نظر آ سکتے ہیں، اس کے لیے بچوں کی قید نہیں، مگر فرشتے اپنی حقیقی شکل میں انسانوں کو نظر نہیں آتے، بلکہ صرف پیغمبر کو ہی نظر آ سکتے ہیں۔

سوال: کیا فرشتوں کو موت آئے گی؟

جواب: فرشتے اللہ تعالیٰ کی لطیف اور معصوم مخلوق ہیں، انہیں موت آئے گی یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے، کتاب وسنت میں کوئی واضح نص نہیں کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ فرشتوں کو بھی موت آئے گی یا نہیں۔اس بارے میں مروی جو بھی

روایات ہیں، وہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔

لٰہذا بہتر یہی ہے کہ اس کا علم اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور اس بارے میں کوئی حتمی بات کرنے سے مجتنب رہا جائے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَصَّ وَلَا إِجْمَاعَ عَلٰى أَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَمُوتُ، وَلَو جَاءَ بِذٰلِكَ نَصٌّ لَّقُلْنَا بِهٖ، بَلِ الْبُرْهَانُ مُوجِبٌ أَنْ لَّا يَمُوتُوا، لِأَنَّ الْجَنَّةَ دَارٌ لَّا مَوْتَ فِيهَا، وَالْمَلَائِكَةُ سُكَّانُ الْجِنَانِ فِيهَا خُلِقُوا، وَفِيهَا يَخْلُدُونَ أَبَدًا .

”فرشتوں کی موت پر نہ کوئی نص ہے اور نہ اجماع۔ اگر ایسی کوئی نص ہوتی، تو ہم ضرور اس کے موافق موقف اختیار کرتے۔ اس کے برعکس دلیل اس بات کی متقاضی ہے کہ فرشتوں کو موت نہ آئے، کیونکہ جنت ایسی جگہ ہے، جہاں موت نہیں اور فرشتے جنت کے باسی ہیں، اسی میں وہ پیدا ہوئے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

(الفصل في الملل والأهواء والنحل : 21/4)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لِهٰذَا الْمَلَائِكَةُ لَا تَتَنَاسَلُ، فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ كَمَا تَمُوتُ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ .

”اسی لیے فرشتوں کی نسل کا سلسلہ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جنوں اور انسانوں کی طرح مرتے نہیں ہیں۔“

(حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح : 247)

تنبیہ:

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمَلَائِكَةُ، فَيَمُوتُونَ بِالنُّصُوصِ وَالْإِجْمَاعِ .

''فرشتوں کو موت آئے گی، جیسا کہ نصوص اور اجماع نے بتایا ہے۔''

(الحاوي للفتاوي :379/1)

یہ بات درست نہیں، کیونکہ اس سلسلے میں جتنی بھی احادیث ہیں، وہ ساری کی ساری ضعیف ہیں۔ ان میں سے اکثر کا دارومدار اسماعیل بن رافع مدنی ''ضعیف'' پر ہے۔ اسی طرح ان کو یزید رقاشی، ابوبکر ہذلی اور حفص بن عمر عدنی جیسے ''ضعیف'' راویوں نے بیان کیا ہے۔ یہ روایات اس لائق نہیں کہ ان کو نصوص قرار دے کر اپنے دلائل میں شمار کیا جائے۔

رہی بات اجماع کی، تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ اجماع کس نے کب اور کہاں کیا؟

سوال: فرشتے مذکر ہیں یا مؤنث؟

جواب: فرشتے اللہ تعالیٰ کی معزز اور لطیف مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ان کے متعلق جتنی معلومات کتاب وسنت میں مذکور ہیں، ان پر ایمان لانا ضروری ہے، ہمیں جن باتوں کا علم نہیں دیا گیا، ان کے بارے میں گفتگو کرنا مناسب نہیں۔

فرشتوں کے مذکر یا مؤنث ہونے کی صراحت کتاب وسنت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مؤنث ہونے کی نفی کی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا

خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ﴾(الزّخرف : ١٩)

”انہوں نے فرشتوں کہ جو رحمٰن کے بندے ہیں، کو عورتیں قرار دیا، کیا وہ ان کی تخلیق کے وقت حاضر تھے، عنقریب ہم ان کی گواہیاں لکھ لیں گے اور (ان گواہیوں کے بارے میں) ان سے باز پرس کریں گے۔“

اس آیت اور دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مؤنث ہونے کا انکار کیا ہے اور کہیں بھی فرشتوں کے مذکر ہونے کا اثبات بھی نہیں کیا، نہ کسی حدیث میں اس کی صراحت آئی ہے۔ دراصل فرشتوں میں توالد وتناسل کا سلسلہ ہی نہیں ہے، تو مذکر ومؤنث کی بحث کیوں کی جائے۔ ہمیں غیبی اُمور میں بحث مباحثہ سے مجتنب رہنا چاہیے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾(بني إسرائيل : ٣٦)

”جس کا علم نہیں، اُس کے پیچھے نہ پڑیں، کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں باز پرس ضرور ہوگی۔“

سوال: روح قبض کرنے والے فرشتے کا کیا نام ہے؟

جواب: روح قبض کرنے والے فرشتے کو ”ملک الموت“ کہتے ہیں، اس کے نام کے بارے میں کوئی صحیح خبر منقول نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ملک الموت کا نام عزرائیل ہے، مگر اس بارے میں کوئی ثقہ روایت نہیں، بعض ضعیف روایات میں اس نام کا ذکر ہے۔

بعض آثار میں عزرائیل نام وارد ہوا ہے، مگر کوئی مرفوع یا موقوف روایت ثابت نہیں، ممکن ہے کہ یہ نام اسرائیلی روایات سے لیا گیا ہو۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَلَكُ الْمَوْتِ فَلَيْسَ بِمُصَرَّحٍ بِاسْمِهٖ فِي الْقُرْآنِ، وَلَا فِي الْأَحَادِيثِ الصِّحَاحِ، وَقَدْ جَاءَ تَسْمِيَتُهٗ فِي بَعْضِ الْآثَارِ بِعِزْرَائِيلَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''ملک الموت کے نام کی صراحت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں وارد نہیں ہوئی، البتہ بعض آثار میں عزرائیل نام کی صراحت آئی ہے، واللہ اعلم!''

(البداية والنّهاية : 106/1)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَرِدْ تَسْمِيَتُهٗ فِي حَدِيثٍ مَرْفُوعٍ.

''ملک الموت کا نام کسی مرفوع حدیث میں وارد نہیں ہوا۔''

(حاشية السّيوطي على سنن النّسائي : 118/4)

علامہ عبدالرؤف مناوی (۱۰۳۱ھ) نے لکھا ہے:

لَمْ أَقِفْ عَلٰى تَسْمِيَتِهٖ بِذٰلِكَ فِي الْخَبَرِ.

''ملک الموت کے عزرائیل نام ہونے کے بارے میں مجھے کسی حدیث پر دسترس نہیں ہوسکی۔''

(فيض القدير : 21/3)

سوال: میں انگلش سیکھنا چاہتا ہوں، مگر ہمارے ملک میں انگلش سکھانے کے لیے جولٹریچر دیا جاتا ہے، وہ انجیل ہے، کیا میں انگلش سیکھنے کے لیے انجیل یا عیسائیوں کی کوئی مذہبی کتاب پڑھ سکتا ہوں؟

جواب: کوئی بھی زبان سیکھنا یا بولنا عظمت ہوتی ہے، انگلش سیکھنا بھی جائز اور درست ہے، بلکہ اگر اس کے پیش نظر نیک مقاصد ہوں، تو انگلش سیکھنا بھی کار خیر ہے۔

البتہ جو صورت حال بیان کی گئی ہے، اس میں عیسائیوں کے برے عزائم دکھائی دیتے ہیں، وہ انگلش سکھانے کی لالچ میں اپنے برے اعتقادات کی ترویج کر رہے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو ملحد اور بے دین بنا رہے ہیں یا اپنے مذہب پر لانے کوشش کر رہے ہیں۔

اس لیے آپ انگلش ضرور سیکھیں، مگر انجیل یا غیر مسلموں کی کوئی مذہبی کتاب نہیں پڑھ سکتے، کیونکہ انجیل محرف ومبدل کتاب ہے، اس میں کئی جھوٹ داخل کر دیے گئے ہیں، لہٰذا انگلش سیکھنے کے لیے انجیل کا مطالعہ کرنا جائز نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيَهْلِكُ مِنْ أُمَّتِي أَهْلُ الْكِتَابِ وَأَهْلُ اللَّبنِ قَالَ عُقْبَةُ : مَا أَهْلُ الْكِتَابِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : قَوْمٌ يَتَعَلَّمُونَ كِتَابَ اللّٰهِ يُجَادِلُونَ بِهِ الَّذِينَ آمَنُوا قَالَ : فَقُلْتُ : مَا أَهْلُ اللَّبنِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : قَوْمٌ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ وَيُضِيعُونَ الصَّلَوَاتِ .

”عنقریب میری اُمت کے اہل کتاب اور اہل لبن (دودھ والے) ہلاک ہو جائیں گے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! (آپ کی اُمت کے) اہل کتاب کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو کتاب اللہ کا علم اس لیے سیکھتے ہیں، تاکہ وہ اس کے ذریعہ اہل ایمان سے مجادلہ کریں۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! دودھ والے کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو خواہشات کی پیروی کرتے

ہیں اور نمازوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔"

(المُستدرك للحاكم : 374/2)

جواب: سند صحیح ہے۔ اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے "صحیح الاسناد" اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے "صحیح" کہا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ الْهِجْرَةَ ابْتَاعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعِيرَيْنِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَلِّنِي أَحَدَهُمَا، فَقَالَ : هُوَ لَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ، فَقَالَ : أَمَّا بِغَيْرِ ثَمَنٍ فَلَا .

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کا ارادہ کیا، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ خریدے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: ایک مجھے دیے دیجئے۔ عرض کیا: ایک اونٹ آپ کا ہوا، بغیر معاوضہ کے۔ فرمایا: بغیر قیمت کے تو میں نہیں لوں گا۔"

(الهِداية : 56/3)

جواب: بے اصل روایت ہے۔ کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

"یہ روایت میرے علم میں نہیں۔"

(التّنبيه، ص 491)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 31/4)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ مُنْكَرٌ لَا يُعْرَفُ .

”یہ الفاظ منکر ہیں، معروف نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 395/4)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 154/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 148/8)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيمَا لَا يَسْتَطِيعُ الرِّجَالُ النَّظْرَ إِلَيْهِ .

”جن معاملات میں مرد نظر نہیں کر سکتے، ان میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔“

(الهداية : 282/2، 117/3)

جواب: یہ روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہ آسکی۔“

(التّنبيه، ص 517)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 264/3، 80/4)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ لَا يُعْرَفُ .

”یہ الفاظ مروی نہیں ہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 1441/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔“

(الدّراية : 80/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 109/9)

سوال: اگر آج کوئی یہودی یا عیسائی توحید باری تعالیٰ کا اقرار کرے، مگر قرآن کریم کو نہ مانے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری منزل کتاب ہے۔ اس پر ایمان لانا فرض وواجب ہے، اگر کوئی شخص قرآن پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی توحید کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ شرعاً وہ مؤمن نہیں، کیونکہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا واجب ہے، اس میں آخری کتاب قرآن ہے، تو جو قرآن پر ایمان نہیں لاتا، وہ کیسا مؤمن؟ اور کیسا مؤحد؟

ویسے بھی دین اسلام کے آنے کے بعد کسی عیسائی یا یہودی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے دین پر قائم رہے، خواہ کتنا ہی توحید پرست کیوں نہ ہو۔ جنت میں جانے کے لیے شرع محمدی پر ایمان لانا اور اسی کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ .

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کا جو بھی یہودی و نصرانی میرا پیغام سنے اور میری تعلیمات پر ایمان لائے بغیر مر جائے،

وہ جہنمی ہے۔“

(صحیح مسلم : 153)

سوال: کیا انجیل کا مطالعہ کرنا جائز ہے، کیونکہ اس میں کئی اچھی چیزیں بھی ہیں؟

جواب: قرآن پہلے کتابوں پر نگہبان ہے، اسی کا مطالعہ کیا جائے۔ کسی مسلمان کے لیے انجیل کا مطالعہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ محرف ومبدل کتاب ہے، باقی رہا اچھی باتوں کا معاملہ، تو قرآن کریم نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ جو شے بھی انسان کے لیے مفید اور کارآمد تھی، اسے کتاب وسنت میں ذکر کر دیا گیا ہے، پہلی کتابوں کی خیر کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جمع کر دیا ہے اور اس کے نزول سے اپنی نعمت کو تمام کر دیا ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِي وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾(المائدۃ : ٣)

”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔“

البتہ محققین علما جو دین کی اساس اور بنیاد سے پوری طرح واقف ہیں، وہ فرق ضالہ اور باطلہ کا رد کرنے کے لیے سابقہ کتب کا مطالعہ کر سکتے ہیں، ایسا صرف احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے کیا جائے، نہ کہ ہدایت اور راہنمائی لینے کے لیے۔ ہدایت صرف قرآن وحدیث سے لی جائے، کیونکہ دین اسلام کا نصاب یہی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهٖ، وَإِنَّ السَّعِيدَ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ، فَاتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا ....

”بہترین کلام کتاب اللہ ہے، بہترین منہج محمد ﷺ کا ہے اور بدترین کام بدعت ہیں۔ بدبخت وہی ہے، جو شکم مادر میں بدبخت لکھ دیا گیا تھا اور نیک بخت وہ ہے، جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ لہٰذا آپ اتباع کریں، بدعات جاری نہ کریں......۔“

(الاعتقاد للبَيْهقي : 306، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ محمد کریم ﷺ کے راستے سے ہٹ کر کسی بھی محرف ومبدل دین سے راہنمائی لینا جائز نہیں۔

سوال: جو شخص نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین نہ مانے، اس کی اقتدا میں نماز پڑھنیکا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ یہ مسلمانوں کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے، کتاب وسنت کے متواتر دلائل اس پر بہت واضح ہیں۔ جو شخص نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین نہ مانے، اس کے مرتد اور کافر ہونے پر بھی اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے، جب ایسا شخص مسلمان ہی نہیں، تو اس کی امامت کیونکر جائز ہوگی؟ بلکہ جو ختم نبوت کے منکر کو کافر نہ مانے، وہ بھی کافر ہے، اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں۔

سوال: کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے شادی کی تھی؟

جواب: اس بارے میں کتاب وسنت کی کوئی نص وارد نہیں ہوئی، لہٰذا اس پر بات

کرنا بے بنیاد ہے۔

سوال: کیا پاکستان میں کوئی نبی مدفون ہیں؟

جواب: معلوم نہیں۔

سوال: قبر میں سوال و جواب کے وقت میت کو کس طرح بٹھایا جائے گا؟

جواب: قبر کے سوال و جواب حق ہیں، جب لوگ دفن کر کے لوٹ جاتے ہیں، تو منکر ونکیر دو فرشتے آتے ہیں اور میت کو اٹھا کر سوال و جواب کرتے ہیں، یہ سب باتیں حق ہیں اور اس بارے میں صحیح احادیث ہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتّٰى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ، فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ : ....

”جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں، وہ ان کے قدموں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: ......۔“

(صحيح البخاري : 1338، صحيح مسلم : 2870)

اب اس بٹھانے کی کیفیت کیا ہے، دو زانوں بٹھایا جاتا ہے یا چار زانوں یا کسی اور طرح؟ اس بارے میں تفصیل معلوم نہیں۔

سوال: کیا عذاب قبر کا تعلق اُمور غیب سے ہے؟

جواب: یقیناً عذاب قبر کا تعلق اُمور غیب سے ہے۔ اس پر ایمان لانا ضروری ہے، البتہ ایسا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دنیا میں عذاب قبر ہوتا دکھا دے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۶۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حسن خاتمہ کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: حسن خاتمہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ نعمت ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی، اچھا اختتام اسی کو نصیب ہوتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، البتہ بعض اُمور پر ہمیشگی کی جائے، تو اچھے انجام کی قوی اُمید ہے؛

① توحید وسنت پر قائم رہے، اس میں کبھی بھی مداہنت کا شکار نہ ہو۔

② گناہوں سے دور بھاگے اور حسب توفیق نیکیاں کرتا رہے۔

③ کتاب وسنت کا اتباع سلف صالحین اور ائمہ محدثین کے فہم کی روشنی میں کرے، من چاہی تفاسیر وتفاہیم اور تعبیرات سے مجتنب رہے۔

④ اہل حق علما کی صحبت اختیار کرے اور ملحدین کی مجالس سے دور رہے۔

⑤ دین کا علم فقط اہل حق جید علما سے سیکھے۔

⑥ ایسے اُمور میں مشغول نہ ہو، جس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں۔

⑦ حسن خاتمہ کے لیے دعا کرے، درج ذیل دعائیں بکثرت کرے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا نقل کی ہے:

﴿فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾ (یوسف: ۱۰۱)

”اے زمین و آسمان کے خالق! دنیا اور آخرت میں تُو ہی میرا دوست ہے، مجھے اسلام پر موت دینا اور نیکوکاروں میں شامل فرما دینا۔“

نیز درج ذیل قرآنی دعائیں بھی پڑھی جائیں؛

❁ قرآن کریم میں ہے:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرة : ۲۰۱)

”ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرما اور نارِ جہنم سے بچا۔“

❁ مؤمن بندے کہتے ہیں:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران : ۸)

”پروردگار! ہمیں ہدایت دی ہے، تو اب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کرنا اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا کرنا، تو ہی داتا ہے۔“

سوال: کیا قبر کی سختیاں مؤمن کے لیے گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں؟

جواب: تکالیف سے مؤمن کے گناہ معاف ہوتے ہیں، خواہ وہ تکالیف و مصائب دنیا میں لاحق ہوں یا قبر و حشر میں، بلکہ اگر کوئی گناہ گار مؤمن گناہوں کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا، تو اس سزا کی وجہ سے بھی اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ بالآخر جنت میں داخل ہو جائے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ.

”مسلمان کو پہنچنے تھکاوٹ، بیماری، رنج وغم اور تکلیف، حتی کہ چبنے والے کانٹے کی وجہ اللہ تعالیٰ اس کی گناہ بخشی فرما دیتا ہے۔“

(صحيح البخاري: 5641، صحيح مسلم: 2573)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَصَبٍ، وَلَا نَصَبٍ، وَلَا سَقَمٍ، وَلَا حَزَنٍ حَتَّى الْهَمِّ يُهَمُّهُ، إِلَّا كُفِّرَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ.

”مؤمن کو پہنچنے والی تکلیف، تھکاوٹ، کمزوری اور غم، حتی کہ رنج والم بھی اس کی معافی کا سبب ہے۔“

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَا يَحْصُلُ فِي الْقَبْرِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَالضَّغْطَةِ وَالرَّوْعَةِ فَإِنَّ هٰذَا مِمَّا يُكَفَّرُ بِهِ الْخَطَايَا.

”قبر میں آزمائش، دبوچنے اور گھبراہٹ سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔“

(مَجموع الفتاویٰ: 501/7)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَا يُبْتَلَى بِهِ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ مِنَ الضَّغْطَةِ وَفِتْنَةِ الْمَلَكَيْنِ ......

مَا يَحْصُلُ لَهٗ فِي الْآخِرَةِ مِنْ كَرْبِ أَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''مؤمن کو قبر میں دبوچنے اور فرشتوں کے امتحان سے آزمائش کی جاتی ہے (اس سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔)......اسی طرح روز آخرت اسے قیامت کے ہولناک مناظر کا سامنا کرنا پڑے گا (اس سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں)۔''

(مِنهاج السّنة : 238/6)

البتہ کافر کے لیے مصائب وآلام گناہوں کا کفارہ نہیں، کیونکہ مشرک اور کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہوں گے۔آزمائش دنیا کی ہو یا قبر وحشر یا جہنم کی، کافر کے لیے گناہوں کی معافی نہیں۔

سوال: کیا قبر میں عذاب قیامت تک ہوتا رہتا ہے؟

جواب: انسان کی بداعمالیوں کے مطابق عذاب ہوتا ہے، کسی کو زیادہ دیر تک اور کسی کو ایک مدت تک، کسی کو زیادہ سخت اور کسی کو ہلکے درجہ کا۔عذاب قبر کے مستحق لوگوں میں ہر ایک کی مدت اور مقدار کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

سوال: کیا وضو کر کے سونا مسنون عمل ہے؟

جواب: جی ہاں، حالت وضو میں سونا بافضیلت عمل ہے۔

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيتُ عَلٰى ذِكْرٍ طَاهِرًا، فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا اَعْطَاهُ إِيَّاهُ .

''ایک مسلمان باوضو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور سو جاتا ہے، پھر رات کو کروٹ

بدلنے سے آنکھ کھل جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی طلب کرے، تو اسے ضرور ملے گی۔''

(سنن أبي داود: 5042؛ سنن ابن ماجه: 3881؛ وسندهٗ حسنٌ)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ میوزک حرام نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے جنت میں میوزک کا بندوبست کیا ہے؟

جواب: میوزک اور آلات موسیقی کا استعمال حرام ہیں۔ کتاب وسنت میں اس کی حرمت واضح ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ یہ شرعی حکم ہے، جس کے لیے مسلمانوں کو دنیا میں پابند کیا گیا ہے، آخرت میں کوئی بھی پابندی نہیں ہوگی، جیسے دنیا میں شراب حرام ہے، آخرت میں پاکیزہ شراب ملے گی، اسی طرح دنیا میں سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام ہے، لیکن جنت میں سونے چاندی کے برتن ہوں گے، دنیا میں ریشم پہننا ممنوع ہے، مگر جنت میں نہیں۔ دنیا میں بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھی جاسکتی ہیں، جبکہ جنت میں اس سے بھی زائد بیویاں ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح دنیا میں آلات موسیقی کا استعمال ممنوع ہے، آخرت میں اس سے لطف اندوز ہوا جائے گا۔

گویا جنت میں کوئی پابندی نہیں ہے اور دنیا میں بہت سی پابندیاں لگائی گئی ہیں، تا کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے کہ کون اللہ تعالیٰ کے حدود پر رک جاتا ہے اور کون انہیں پامال کر دیتا ہے؟

لہٰذا جنت کی نعمتوں کو بنیاد بنا کر دنیاوی محرمات کو حلال کرنا قطعاً جائز نہیں، کیونکہ جس شریعت نے ہمیں جنت میں گانے بجانے کی خبر دی ہے، اسی شریعت نے ہمیں دنیا میں گانے بجانے سے منع کیا ہے۔ اگر کوئی شریعت کی ایک بات تسلیم کر لے اور دوسری کا انکار

کر دے، تو وہ ظالم اور بدبخت ہے، دراصل وہ شریعت کی بات نہیں مان رہا، بلکہ اپنی خواہش کو سند جواز دینے کے لیے شریعت کا سہارا لے رہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَزْوَاجَ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُغَنِّينَ أَزْوَاجَهُنَّ بِأَحْسَنِ أَصْوَاتٍ سَمِعَهَا أَحَدٌ قَطُّ إِنَّ مِمَّا يُغَنِّينَ : نَحْنُ الْخَيِّرَاتُ الْحِسَانُ أَزْوَاجُ قَوْمٍ كِرَامٍ يَنْظُرْنَ بِقُرَّةِ أَعْيَانٍ وَإِنَّ مِمَّا يُغَنِّينَ بِهِ : نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا يُمِتْنَهْ نَحْنُ الْآمِنَاتُ فَلَا يَخَفْنَهْ نَحْنُ الْمُقِيمَاتُ فَلَا يَظْعَنَّ .

”جنتی بیویاں اتنی خوبصورت آواز میں گیت گائیں گی کہ کسی نے اتنی سریلی آواز نہ سنی ہوگی۔ ان کا نغمہ ہوگا: ”ہم نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں، معزز و مکرم لوگوں کی بیویاں ہیں، جنہیں وہ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر لیتی ہیں۔“ وہ یہ بھی گنگنائیں گی: ”ہم ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں، کبھی موت نہیں آئے گی، ہم پرامن ہیں، ہم سے کوئی خوف نہیں، ہم یہیں رہیں گی، کوچ نہیں کریں گی۔“

(المُعجم الصّغير للطّبراني : 734، المُعجم الأوسط لهُ : 4917، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ نَهْرًا طُولَ الْجَنَّةِ، حَافَّتَاهُ الْعَذَارٰى قِيَامٌ مُتَقَابِلَاتٌ، وَيُغَنِّينَ بِأَحْسَنِ أَصْوَاتٍ يَسْمَعُهَا الْخَلَائِقُ، حَتّٰى مَا يَرَوْنَ أَنَّ فِي الْجَنَّةِ لَذَّةً مِثْلَهَا، قُلْنَا : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَا ذٰلِكَ الْغِنَاءُ؟ قَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ التَّسْبِيحُ، وَالتَّحْمِيدُ، وَالتَّقْدِيسُ وَثَنَاءٌ عَلَى الرَّبِّ

عَزَّ وَجَلَّ .

''جنت کی لمبائی میں ایک دریا بہہ رہا ہو گا، جس کے دونوں کناروں کو دوشیزاؤں نے ڈھانپ رکھا ہوگا، وہ آمنے سامنے کھڑی ہوں گی اور انتہائی خوبصورت آواز میں گا رہی ہوگی، جسے سب لوگ سن رہے ہوں گے، اس جیسی کوئی اور لذت جنتی جنت میں نہیں پائیں گے۔ (راوی کہتے ہیں:) ہم نے عرض کیا: اے ابو ہریرہ! وہ گیت کیا ہوگا؟ فرمایا: ان شاءاللہ وہ گیت اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تقدیس اور تعریف وثنا پر مشتمل ہوگا۔''

(البعث والنُّشور للبيهقي : 383، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: جنت میں ہر خواہش پوری کی جائے گی، کیا جنت میں لواطت بھی ہوگی؟

جواب: استغفر اللہ! یقیناً جنت میں ہر نعمت ملے گی اور جنتی کی ہر خواہش پوری کی جائے گی، لیکن ہر جنتی سلیم الفطرت ہوگا، لواطت خبیث اور رزیل عمل ہے، یہ ان لوگوں کی خواہشات ہیں، جن کی فطرت میں بگاڑ آ چکا ہو۔

اللہ تعالیٰ جنتی کے دل کو رذائل وخبائث سے پاک کر کے جنت میں داخل کریں گے، وہ ہر وہ خواہش کرے گا، جو فطرت میں محبوب اور مباح ہو۔ گندی اور برائی کی خواہش جنتی کے دل میں پیدا ہی نہ ہوگی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ﴾ (الطّور : ٢٣)

''اس (جنت) میں کوئی لغو (بے ہودہ) یا گناہ کا کام نہ ہوگا۔''

لواطت بے ہودگی کی انتہاء ہے، لہٰذا جنت میں اس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ اہل جنت

کے پاس حورعین جیسی خوبصورت بیویاں ہوں، تو بھلا وہ ایسی گھٹیا خواہش کر سکتا ہے؟

❁ نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ، كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَكْنُونٌ﴾

(الصّافّات : ٤٨ـ٤٩)

''اہل جنت کے پاس شرمیلی اور موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، گویا کہ چھپائے ہوئے انڈے ہوں (جنہیں کسی نے چھوا نہ ہو)۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾

(الرّحمٰن : ٥٦ـ٥٨)

''ان میں شرمیلی آنکھوں والی کنواری حوریں ہوں گی، جن سے پہلے کسی انسان یا جن نے ہم بستری نہیں کی ہو گی، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، وہ حوریں گویا یاقوت و مرجان ہیں۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ (الرّحمٰن : ٧٠ـ٧٢)

''ان میں نیک سیرت اور خوب صورت حوریں ہوں گی۔ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ حوریں خیمہ نشیں ہوں گی۔''

❁ مزید فرمایا:

﴿وَحُورٌ عِينٌ، كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ﴾(الواقعة : ٢٢_٢٣)

”موٹی سرمائی آنکھوں والی حوریں، گویا وہ پوشیدہ سفید موتی ہیں۔“

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

”اگر جنت کی ایک عورت زمین کی طرف جھانک دے، تو زمین و آسمان کے مابین سب کچھ روشن ہو جائے اور سب کچھ معطر ہو جائے۔ اس کا دوپٹا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔“

(صحيح البخاري : 2796، صحيح مسلم :1881)

لہٰذا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ دنیا کے خبیث کاموں کو جنت میں جائز سمجھے یا خواہش کرے کہ وہ جنت میں ایسے ایسے کام کرے گا۔

کل کلاں کوئی یہ کہے کہ چونکہ جنت میں جنتی کی ہر خواہش پوری ہو گی، لہٰذا اگر وہ چاہے کہ میری عبادت کی جائے یا مجھے نبی بنایا جائے، تو اس کی خواہش پوری کی جائے گی۔ یہ باطل اور غلط روش ہے، جس کا دروازہ بند کرنا چاہیے۔ جنتی کی ہر خواہش پوری ہو گی، مگر وہ خواہش کیا کرے گا؟ اس کو دنیا کی سوچ کے ساتھ مت سوچئے، بلکہ یہ معاملہ آخرت اور جنت پر چھوڑ دیجئے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

لَا تَجُوزُ الْهِبَةُ إِلَّا مَقْبُوضَةٌ .

''قبضہ کے بغیر ہبہ جائز نہیں۔''

(الهداية : 222/3)

جواب: یہ روایت بے اصل اور بے سند ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

''یہ روایت میرے علم میں نہیں۔''

(التّنبيه، ص 535)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''یہ بے اصل روایت ہے۔''

(نصب الرّاية : 121/4)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ حدیث منکر ہے، اس کی کوئی اصل (سند) نہیں، واللہ اعلم۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 587/5)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

''مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية : 183/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ حدیث منکر ہے، اس کی کوئی اصل (سند) نہیں۔“

(عمدة القاري : 156/13، البِناية : 86/11)

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 410/2)

سوال: دنیا اور جنت کی شراب میں کیا فرق ہے؟

جواب: دنیا میں شراب حرام ہے، اس میں کئی مفاسد ہیں، اس کی حرمت قرآن کریم، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے جنت میں کئی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، جن میں ایک شراب بھی ہے۔ یہ دنیا کی شراب کی طرح نہیں ہے، بلکہ دنیا اور آخرت کی شراب میں فرق ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کے متعلق فرمایا:

﴿يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّنْ مَعِينٍ ❊ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ❊ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ﴾(الصّافّات : ٤٥ـ٤٧)

”انہیں (اہل جنت کو) صاف بہتی ہوئی شراب کے جام دیے جائیں گے، جو

سفید ہوگی اور پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی، نہ اس میں سر درد ہوگا اور نہ وہ (جنتی) اس سے مدہوش ہوں گے۔''

آیت کریمہ کے مطابق جنت اور دنیا کی شراب میں درج ذیل فرق ہیں:

① جنت کی شراب سفید ہے۔

② جنت کی شراب پینے میں نہایت لذیذ ہے، جبکہ دنیا کی شراب ایسی نہیں ہے۔

③ جنت کی شراب پینے سے سر یا پیٹ میں درد نہیں ہوتا، جبکہ دنیا کی شراب پینے سے سر اور پیٹ وغیرہ میں درد ہوتا ہے، بلکہ معدے کو تباہ کرتی ہے۔

④ جنت کی شراب سے عقل زائل نہیں ہوگی، جبکہ دنیا کی شراب عقل زائل کر دیتی ہے، بلکہ شرابی آدمی مدہوشی کی وجہ سے کئی مفاسد اور حرام کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔

❀ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا أُمُّ الْخَبَائِثِ، إِنَّهٗ كَانَ رَجُلٌ مِّمَّنْ خَلَا قَبْلَكُمْ يَتَعَبَّدُ وَيَعْتَزِلُ النَّاسَ، فَعَلِقَتْهُ امْرَأَةٌ غَوِيَّةٌ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ جَارِيَتَهَا فَقَالَتْ : إِنَّا نَدْعُوكَ لِشَهَادَةٍ، فَدَخَلَ مَعَهَا فَطَفِقَتْ كُلَّمَا دَخَلَ بَابًا أَغْلَقَتْهُ دُونَهٗ حَتّٰى أَفْضٰى إِلَى امْرَأَةٍ وَّضِيئَةٍ عِنْدَهَا غُلَامٌ وَبَاطِيَةُ خَمْرٍ، فَقَالَتْ : إِنِّي وَاللّٰهِ مَا دَعَوْتُكَ لِشَهَادَةٍ، وَلٰكِنْ دَعَوْتُكَ لِتَقَعَ عَلَيَّ، أَوْ تَقْتُلَ هٰذَا الْغُلَامَ، أَوْ تَشْرَبَ الْخَمْرَ، فَسَقَتْهُ كَأْسًا، فَقَالَ : زِيدُونِي، فَلَمْ يَرِمْ حَتّٰى وَقَعَ عَلَيْهَا وَقَتَلَ النَّفْسَ، فَاجْتَنِبُوا الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا لَا تَجْتَمِعُ

هِيَ وَالْإِيمَانُ أَبَدًا إِلَّا أَوْشَكَ أَحَدُهُمَا أَنْ يُخْرِجَ صَاحِبَهُ .

''شراب (نشہ آور شے) سے بچ جائیں، کیونکہ یہ ہر گناہ کی جڑ ہے۔ دراصل پہلی اُمتوں میں ایک شخص تھا، جو لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر عبادت گزاری میں مصروف رہتا تھا، اس پر ایک بد کردار عورت فریفتہ ہو گئی، اس نے اپنی خادمہ کو اس شخص کی طرف بھیجا کہ اسے کہنا: ہم اسے گواہی کے لیے طلب کر رہے ہیں، تو وہ (عبادت گزار) شخص اس خادمہ کے ساتھ ساتھ (محل میں) داخل ہوا، جس دروازے سے بھی وہ داخل ہوتا، خادمہ اس دروازے کو بند کر دیتی، چلتے چلتے وہ شخص ایک حسین و جمیل عورت کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ایک چھوٹا بچہ تھا اور پاس ہی شراب سے بھرا ایک برتن پڑا تھا۔ عورت نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے تجھے کسی شہادت یا گواہی کے لیے نہیں بلایا، بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ تم میرے ساتھ بدکاری کرو، یا پھر اِس بچے کو قتل کر دو یا شراب پیو۔ (اس نے شراب کو ہلکا گناہ سمجھ کر مجبوری میں قبول کر لیا) تو عورت نے اسے شراب کا ایک جام پلایا، وہ شخص کہنے لگا: مجھے اور جام پلاؤ۔ بس نشے کی اسی حالت میں اس نے عورت سے منہ کالا کر لیا اور اس بچے کو بھی قتل کر دیا۔ (پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس لیے شراب (اور ہر نشہ آور شے) سے بچ جائیں، کیونکہ شراب اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، بلکہ شراب ایمان کو (دل سے) نکال باہر کرتی ہے۔''

(مَعرفة عُلوم الحديث للحاكم، ص 63، السّنن الكُبرىٰ للبيهقي : 500/8، الرقم : 17339، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ حدیث سنداً موقوف ہے، حکماً مرفوع ہے، کیونکہ ایسی بات اجتہاد ورائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ مگر اس حدیث کو مرفوع بیان کرنا خطا ہے، ماہرین علل یہی فرماتے ہیں۔

شراب اور ہر وہ نشہ آور شے، جو انسان کو مدہوش کر دے، حرام اور ناجائز ہے، بلکہ سب گناہوں کی اَصل ہے، اکثر برائیاں اسی سے جنم لیتی ہیں، جسے نشے کی لَت لگ جائے، وہ بہت سے حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے، زنا، قتل، چوری، ڈکیتی، حرام خوری اور معلوم نہیں کون کون سے گناہ اس کی عادت بن جاتے ہیں، کیونکہ نشے کا مزاج ہی ایسا ہے کہ وہ فطرت کو مسخ کر دیتا ہے اور انسان سے عقل اور دین چھین لیتا ہے، اسے رشتوں سے بیگانہ کر دیتا ہے، نشے کے عادی کو جب نشہ نہیں ملتا، تو وہ جرائم پیشہ بن جاتا ہے اور ہر جائز وناجائز طریقہ سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے۔

ہماری نوجوان نسل بڑی تیزی سے منشیات کا شکار ہو رہی ہے، اس کی شروعات سگریٹ، پان، نسوار، بیڑی، بھنگ، گٹکا اور شیشہ وغیرہ سے ہوتی ہے۔ یہ سب حرام اور ناجائز اشیا ہیں، ان کا استعمال جائز نہیں۔

اپنے بچوں اور نوجوانوں کو ان اشیا کے استعمال سے روکیں اور ان پر کڑی نگاہ رکھیں، ان کی محفلوں اور دوستوں کی معلومات رکھیں، کیونکہ اگر وہ کسی بھی طرح نشے کے عادی بن گئے، تو جہاں وہ اپنا مستقبل تباہ کریں گے، وہیں کئی عزتوں کو بھی لوٹ لیں گے، کئی فسادات کا سبب بھی بنیں گے اور معاشرے کا سکون برباد کر کے رکھ دیں گے۔

منشیات کی روک تھام کے لیے والدین، اساتذہ، پولیس، ڈاکٹرز، اطباء اور سربراہان مملکت سب کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، ورنہ یہ معاشرہ رہنے لائق نہ رہے گا۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَازَ شَهَادَةَ النَّصَارٰى بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ .

”نبی کریم ﷺ نے نصاریٰ کو آپس میں گواہی دینے کی اجازت دی ہے۔“

(الهداية : 123/3)

(جواب): ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 520)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 209/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”یہ حدیث بے اصل ہے، ان الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں۔“

(البِناية : 153/9)

(سوال): سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وراثت میں کتنا مال چھوڑا؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نقد رقم میں ایک درہم یا دینار بھی نہ چھوڑا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا تَرَكَ أَبُو بَكْرٍ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا .

''سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ترکہ میں ایک دینار یا درہم بھی نہ چھوڑا۔''

(مُسند عائشة لابن أبي داود : 93، طبقات ابن سعد : 195/3، الزهد لهناد بن السّري : 379/2، الزهد لأحمد بن حنبل : 575، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا صالح علیہ السلام کی بعثت دو مرتبہ ہوئی؟

جواب: سیدنا صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف مبعوث کیا گیا، تو لوگ آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، پھر سیدنا صالح علیہ السلام کی وفات ہوگئی، وفات کے بعد لوگ دین سے مرتد ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا صالح علیہ السلام کو اپنی قدرت سے دوبارہ زندہ کیا اور ان میں مبعوث فرمایا، صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ میں صالح ہوں، میرا اتباع کرو، مگر وہ انکاری ہوئے اور کہنے لگے تم صالح نہیں ہو، وہ تو وفات پا چکے ہیں، اگر تم واقعتاً صالح علیہ السلام ہو، تو کوئی نشانی ظاہر کر کے دکھاؤ، تو اللہ تعالیٰ نے اونٹنی بھیج دی، قوم ثمود نے اونٹنی کو قتل کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک و برباد کر دیا۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ صَالِحًا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ اللّٰهُ إِلٰى قَوْمِهٖ فَآمَنُوا بِهٖ، ثُمَّ أَنَّهٗ مَاتَ فَرَجَعُوا بَعْدَهٗ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَأَحْيَا اللّٰهُ صَالِحًا وَبَعْثَهٗ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّهٗ صَالِحٌ فَكَذَّبُوهُ وَقَالُوا : قَدْ

مَاتَ صَالِحٌ فَأْتِنَا بِآيَةٍ فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ بِالنَّاقَةِ فَكَفَرُوا بِهٖ وَعَقَرُوهَا فَأَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ.

”اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صالح ﷺ کو اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا، تو قوم کے لوگ ایمان لے آئے، پھر جب سیدنا صالح علیہ السلام (اپنی طبعی موت) فوت ہو گئے، تو آپ علیہ السلام کے بعد قوم ثمود اسلام سے پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ صالح علیہ السلام کو زندہ کیا اور ان کی طرف مبعوث کیا، تو صالح علیہ السلام نے انہیں خبر دی کہ میں صالح ہوں، مگر لوگوں نے تکذیب کی، کہنے لگے: صالح فوت ہو چکے ہیں، (اپنی سچائی پر) کوئی نشانی لے آؤ، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اونٹنی کی نشانی دکھائی، مگر انہوں نے صالح علیہ السلام کا انکار کر دیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔“

(تفسير ابن أبي حاتم: 1511/5، 1836/6، 2800/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا﴾ (الشّمس: ١٤)

”ثمود نے صالح کی تکذیب کی اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔“

عام قانون یہی ہے کہ جو ایک مرتبہ فوت ہو جائے، وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتا، البتہ اللہ تعالیٰ پر دوبارہ دنیا میں بھیجنا یا کچھ وقت کے لیے زندہ کرنا بعید نہیں ہے۔ اسی لیے بعض لوگوں کے بارے میں ثابت ہے کہ انہیں دوبارہ زندہ کیا گیا، جیسے سورت بقرہ میں بنی اسرائیل کے مقتول کو کچھ وقت کے لیے زندہ کیا گیا تھا۔

امام ابوبکر ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ (۲۸۱ھ) کی اس عنوان پر ایک کتاب بھی ہے:

مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ .

”جولوگ موت کے بعد زندہ ہوئے۔“

سوال: کیا جنت کے درجات ہیں؟

جواب: جنت کے مختلف درجات ہیں، جن پر اہل جنت کو ان کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے فائز کیا جائے گا۔ سب سے اعلیٰ درجہ فردوس ہے،

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ، كُلُّ دَرَجَتَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ .

”جنت کے سو درجات ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے، دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے، لہذا جب بھی اللہ تعالیٰ سے (جنت کا) سوال کریں، تو جنت فردوس کا سوال کریں، کیونکہ یہ جنت کا بہترین، افضل اور بلند ترین درجہ ہے، اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، اس سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“

(صحيح البخاري : 7423)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاءَ وْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ، كَمَا يَتَرَاءَ وْنَ

الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ، مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ، لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ، قَالَ : بَلٰى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، رِجَالٌ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ .

''جنتی بالائی منزل والے اہل جنت کی طرف اوپر کو اس طرح دیکھیں گے، جیسے لوگ آسمان میں مشرق یا مغرب کی جانب ستارے کو دیکھتے ہیں، کیونکہ اہل جنت کے مابین مراتب کا فرق ہوگا۔صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے مراتب ہوں گے، جن تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ پائے گا؟ فرمایا: کیوں نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی (وہ بھی ان مراتب تک پہنچ سکتے ہیں)۔''

(صحيح البخاري : 3256، صحيح مسلم :2831)

جنت میں ہر جنتی کا مقام ومرتبہ اس کے نامہ اعمال کے مطابق ہوگا۔جس کی بنیاد عقیدہ توحیداور عمل صالح ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جَرِّدُوا التَّسْمِيَةَ .

''(ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام الگ ذکر کریں (کسی دوسرے لفظ کے ساتھ ملا کر ذکر نہ کریں)۔''

(الهداية : 348/4)

جواب: یہ روایت بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیه، ص 564، التّنبیه علی مشکلات الهدایة لابن أبي العز : 723/5)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 184/4)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 206/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَّمْ يَثْبُتْ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

”یہ روایت بے اصل ہے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔“

(البِناية : 548/11)

❀❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵٦١)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا میت فرشتوں اور جنات کو دیکھتی ہے؟

جواب: مرنے والا ملک الموت اور اس کے ساتھ آنے والے فرشتوں کو دیکھتا ہے، اسی طرح منکر نکیر فرشتوں کو بھی دیکھتا ہے، اس پر نص وارد ہوئی ہے، رہا جنات کو دیکھنے کا معاملہ، تو اس پر کوئی نص وارد نہیں ہوئی، اس لیے اس بارے میں بالجزم کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الرَّجُلَ الْمُسْلِمَ إِذَا كَانَ فِي قُبُلٍ مِّنَ الْآخِرَةِ، وَانْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْيَا، تَرَاءَ تْ لَهٗ مَلَائِكَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ، فَتَجْلِسُ لَهٗ مَدَّ الْبَصَرِ، مَعَهُمْ أَكْفَانٌ مِّنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ، وَحَنُوطٌ مِّنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ، وَيَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَيَجْلِسُ عِنْدَ رَأْسِهٖ، فَيَقُولُ : اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ ...... فَيَأْتِيهِ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُونَ لَهُ : اجْلِسْ ...... وَإِنْ كَانَ كَافِرًا نَزَلَتْ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ، سُودُ الْوُجُوهِ مَعَهُمْ مُسُوحٌ فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، قَالَ : وَيَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَيَجْلِسُ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُولُ : اخْرُجِي

أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ إِلٰى غَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ ...... فَتَأْتِيهِ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُونَ : اجْلِسْ ....

”جب (نزع کے وقت) مومن اُخروی حیات میں داخل ہونے لگتا ہے اور اس کا تعلق دنیا سے منقطع ہونے لگتا ہے، تو اسے آسمان سے فرشتے آتے دکھائی دیتے ہیں، جن کے چہرے سورج کی طرح چمک رہے ہوتے ہیں اور تا حد نگاہ اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔ ملک الموت آتا ہے اور مرنے والے کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے، اسے کہتا ہے: اے مطمئن نفس! نکل جا اور اپنے رب کی مغفرت اور رضا کی طرف چلی جا۔......(قبر میں) اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں: اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔......اگر مرنے والا کافر ہو، تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں، جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ٹاٹ ہوتے ہیں۔ اس کے سامنے تا حد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں۔ ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث روح! نکل جا اور اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کی طرف چلی جا۔......(قبر میں) اس کے پاس فرشتے آ کر کہتے ہیں: تو بیٹھ جا......۔“

(الأحاديث الطّوال للطّبراني : 25 المُستدرك للحاكم : 117، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

زاذان نے براء بن عازب سے سماع کی تصریح کی ہے۔

سوال: کیا جنت میں بھی بیوی پر شوہر کی فرمانبرداری واجب ہوگی؟

جواب: دنیا کے معاملات کو آخرت بالخصوص جنت کے معاملات کی طرح نہیں دیکھنا چاہیے۔ جنت میں ہر مرد اور ہر عورت کسی کی اطاعت وفرمانبرداری میں نہیں ہوگا، بلکہ ہر ایک کے دل میں محبت و پیار کے جذبات ہوں گے، خدمت کے لیے خدمت گزار ہوں گے۔ دنیا کے میاں بیوی کے دل میں جو بھی کمزوریاں ہوتی ہیں، وہ جنت میں نہیں ہوں گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جنتی کے دل سے کینہ وبغض کھینچ نکالے گا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ﴾(الحِجر : ٤٧)

''ہم ان (اہل جنت) کے دلوں سے کینہ وبغض کھینچ کر نکال دیں گے۔''

سوال: ایک شخص دنیا میں کسی کھیل کو پسند کرتا ہے، کیا اسے جنت میں وہ کھیل ملے گی؟

جواب: جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی۔ انسان کا جو دل کرے گا، وہ اسے حاصل ہو جائے گا۔ جنت میں کوئی محرومی یا پابندی نہیں۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ﴾(الزُّمر : ٣٤)

''ان (اہل جنت) کے لیے ان کے رب کے ہاں وہ کچھ ہے، جس کی وہ خواہش کریں گے، یہ نیکوکاروں کا بدلہ ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾(الشّوریٰ : ٢٢)

”جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے، وہ جنت کے باغیچوں میں ہوں گے، ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ہر وہ شے ہوگی، جس کی وہ خواہش کریں گے، یہ بہت بڑا فضل ہے۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَهُم مَّا يَشَاؤُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾(قٓ : ۳۵)

”ان (اہل جنت) کے لیے اس (جنت) میں ہر وہ شے ہوگی، جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے پاس (ان کے لیے) مزید (انعامات) بھی ہیں۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۞ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ﴾

(فُصِّلَتْ : ۳۱۔۳۲)

”ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں، تمہارے لیے اس (جنت) میں ہر وہ شے ہے، جو تمہارے دل خواہش کریں گے اور وہ شے بھی ہے، جو تم مانگو گے۔ یہ غفور رحیم (پروردگار) کی طرف سے مہمان نوازی ہے۔“

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنُفْضِي إِلٰى نِسَائِنَا فِي الْجَنَّةِ كَمَا نُفْضِي إِلَيْهِنَّ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيُفْضِي بِالْغَدَاةِ الْوَاحِدَةِ إِلٰى مِائَةِ عَذْرَاءَ .

’’عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! کیا جنت میں بھی ہم اپنی بیویوں سے اسی طرح ازدواج قائم کریں گے، جس طرح دنیا میں کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، ایک (جنتی) شخص ایک ہی دن میں سو کنواری عورتوں سے ازدواج قائم کرے گا۔‘‘

(الزّهد لهنّاد : 88، غريب الحديث لإبراهيم الحربي : 266/1، صفة الجَنّة لابن أبي الدنيا : 261، مُسند أبي يعلٰى : 2436)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① زید عمی ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى ضَعْفِهٖ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ.

’’حافظہ کی کمزوری کی بنا پر محدثین کا اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(نتائج الأفكار : 301/2)

② زید عمی کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’ضعیف‘‘ قرار دیا ہے۔

(اتّحاف الخيرة المهرة : 237/8)

فائدہ:

اس بارے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، نُفْضِي إِلٰى نِسَائِنَا فِي الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ : إِي

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنَّ الرَّجُلَ لَيُفْضِي فِي الْغَدَاةِ الْوَاحِدَةِ إِلٰى مِائَةِ عَذْرَاءَ .

''ہم نے عرض کیا : اللہ کے رسول! کیا جنت میں بھی ہم اپنی بیویوں سے ازدواج قائم کریں گے؟ فرمایا: ہاں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک ایک (جنتی) شخص ایک ہی دن میں سو کنواری عورتوں سے ازدواج قائم کرے گا۔''

(المُعجم الأوسط : 718، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِجَالُ هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدِي عَلٰى شَرْطِ الصَّحِيحِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''میرے نزدیک اس حدیث کے راوی صحیح کی شرط پر (ثقہ) ہیں، واللہ اعلم!''

(صِفَة الجنّة، تحت الرقم : 127)

سوال: اہل جنت کی زبان کیا ہوگی؟

جواب: اس بارے میں کوئی صریح بات نہیں کی جا سکتی، کیونکہ کتاب وسنت میں اس پر کوئی نص وارد نہیں ہوئی، بعض روایات میں آیا ہے کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی، مگر ان میں کوئی روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

مَنْ مَسَّ كَفَّ امْرَأَةٍ لَيْسَ مِنْهَا بِسَبِيلٍ وُضِعَ عَلٰى كَفِّهٖ جَمْرَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

”جس نے کسی اجنبی عورت کی ہتھیلی کو چھوا، تو روز قیامت اس کی ہتھیلی پر انگارہ رکھا جائے گا۔“

(الهداية : 368/4)

جواب: بے اصل اور بے سند ہے۔ کتب حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(التّنبيه، ص 587)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 240/4)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ هٰذَا فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ الْمَشْهُوْرَةِ .

”یہ روایت مجھے مشہور کتب حدیث میں کہیں نہیں ملی۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 783/5)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 225/2)

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَذْكُرْهُ أَحَدٌ مِنْ أَرْبَابِ الصِّحَاحِ وَالْحِسَانِ.

”یہ روایت نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں، صحیح اور حسن روایات نقل کرنے والے مصنفین میں سے کسی نے یہ روایت نقل نہیں کی۔“

(البِناية : 132/12)

سوال: میں نے اپنی مسجد میں شرک کے رد میں درس دیا، میں نے قرآنی آیات ذکر کر کے اولیاء اللہ کے مزاروں پر ہونے والے شرک کا رد کیا، تو بعض نوجوانوں نے مجھ پر بزرگوں کی توہین کا پرچہ کرا دیا، کہ میں نے اولیاء اللہ کو بتوں کے ساتھ ملا دیا ہے، اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: سب سے پہلے آپ استقامت کا مظاہرہ کریں، کیونکہ ہر دور کے اہل توحید کو مشکلات اور پریشانیاں آتی رہتی ہیں، یہ مصائب وآلام گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہیں، نیز مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں سنگ میل ثابت ہوتی ہیں۔

مشرکین قرآن کریم کی آیات اور احادیث صحیحہ کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور اپنے شرکیہ اعمال کو قرآنی نصوص سے ماورا گردانتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ آیات تو بتوں اور مورتیوں کے بارے میں ہیں، ہمارے بزرگوں اور پیروں کے بارے میں نہیں ہیں، حالانکہ قرآن کریم کا مقصد شرک کا رد کرنا ہے، وہ خواہ مورتیوں کے ذریعہ کیا جائے، یا پتھروں کے ذریعے یا درختوں کے ذریعے یا قبروں کے ذریعے یا کسی جاندار یا بے جان

شے کے ذریعے۔ اصل یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے، اس میں غیر اللہ کو شریک کرنا شرک ہے۔

جو لوگ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں، ان کے نام کی پکار کرتے ہیں، ان کے نام کی نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، یقیناً شرک اور اہل شرک کی مذمت میں نازل ہونے والی آیات انہی لوگوں پر منطبق ہوتی ہیں، کیونکہ بت پرستی اور قبر پرستی میں کوئی فرق نہیں، دونوں کے مدنظر شخصیات ہوتی ہیں۔ بتوں کو انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی شکلوں پر تراشا جاتا تھا، کعبہ میں بھی ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اور مریم علیہا السلام کی مورتیاں نصب تھیں۔

بت پرستوں اور قبر پرستوں کا معاملہ ایک ہے۔ دونوں کے مدنظر شخصیت ہوتی ہے۔ قبر پرستی در حقیقت اصنام پرستی ہے۔ جس طرح بت اپنے سے مکھی دور نہیں کر سکتے، اسی طرح اہل قبور اپنے سے مکھی دور نہیں کر سکتے، کسی کو نفع و نقصان پہنچانا تو کجا۔

❁ علامہ محمد رشید رضا رحمہ اللہ (۱۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

”بعض مشرکین، بلکہ اکثر مشرکین یہی سمجھتے ہیں کہ وہ تمام قرآنی آیات، جن میں شرک اور اہل شرک کی قباحت و مذمت بیان کی گئی ہے، وہ سب بتوں اور مورتیوں کے ساتھ خاص ہیں۔ حالانکہ اگر ہم ان قرآنی آیات، جن میں شرک اور اہل شرک کا ذکر کیا گیا ہے، کا بغور مطالعہ کریں، تو ہمیں ان میں صراحت ملے گی کہ مشرکین کے دو گروہ ہیں: ایک گروہ ان مورتیوں کو پکارتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کی شکلوں پر تراشی گئیں ہیں۔ اور دوسرا گروہ براہ راست مقرب بندوں کو پکارتا ہے، ان کے پیش نظر مورتیاں نہیں ہوتیں۔ پہلے

گروہ کی مذمت میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ﴾ ''کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو، جنھیں تم نے خود تراشا ہے۔'' نیز فرمان ہے: ﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ﴾ ''یہ مورتیاں کیا ہیں، جن کے سامنے تم قیام کرتے ہو؟'' دوسرے گروہ کی مذمت میں یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ، وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾ ''ان سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے، جو اللہ کے سوا اسے پکارتے ہیں، جو قیامت تک ان کو جواب نہیں دے سکتے، وہ تو ان کی دعا سے غافل ہیں۔ اور جب لوگوں کو اکھٹا کیا جائے گا، تو یہ معبودان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔'' اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهٖ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾ ''کہہ دیجئے، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور تکلیف پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔'' نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ، أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَّمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ ''جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں، مردے ہیں، زندہ نہیں، وہ یہ بھی شعور نہیں رکھتے ہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے؟'' کیا کوئی سمجھ

سکتا ہے کہ جمادات کو ان صفات کے ساتھ متصف کیا جا سکتا ہے؟......لہٰذا جس کے پاس تھوڑی سی بھی عقل ہو، وہ جان لے گا کہ یہ تمام صفات جمادات بتوں پر منطبق نہیں ہوتیں، بلکہ صرف مقربین مثلاً، فرشتوں، انبیا اور صالحین اولیاء پر منطبق ہوتی ہیں۔''

(مجلّة المنار : 428/16)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''جو اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ توبیخ اولیاء کے متعلق نہیں ہے۔ ان کے متعلق یہ دلیل نہیں بن سکتی، کیونکہ مشرکین تو ان بے جان اور بے عقل بتوں اور درختوں کو پکارتے تھے، جبکہ وہ خود اولیا اور صلحا کو پکارتے ہیں، جو شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔ یہ لوگ ان کی قبروں کی طرف جاتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں، کیونکہ ان کی روحیں ان قبروں سے مربوط ہیں۔ جبکہ یہ فرق محض جہالت پر مبنی ہے، یہ نہیں جانتے کہ ان بتوں میں اکثر بت صرف اس لیے نصب کیے جاتے تھے، تا کہ اولیاء صالحین کی یاد تازہ ہو، جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قوم نوح علیہ السلام کے بتوں کے متعلق مروی ہے کہ جو منتقل ہوتے ہوتے اہل عرب تک پہنچ گئے تھے۔ لات ایک شخص کی چٹان کا نام تھا، جس پر وہ ستو بگوتا تھا اور لوگوں کو کھلاتا تھا۔ پس بتوں، مورتیوں اور قبروں کی جو دینی تعظیم کی جاتی ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی، ان سب سے مقصود یہی ہے کہ یہ صلحا کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ دراصل ان (مسلمانوں) کی پکار کا بھی یہی مقصد ہوتا

ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں اثر انداز ہوسکتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں حقیقی تصرف کرسکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت واضح شرک ہے۔ کیونکہ کسی بت یا مورتی کو اللہ کا شریک ٹھہرانے میں اور کسی ولی یا نبی یا فرشتے کو شریک ٹھہرانے میں کوئی فرق نہیں۔“

(تفسیر المنار : 9/526-527)

اس لیے آپ نے بزرگوں کا رد یا توہین نہیں کی، بلکہ اس شرک کا رد کیا ہے، جو مشرکوں نے بزرگوں کے نام پر جاری کر رکھا تھا۔ آپ حکمت و دانائی کے ساتھ توحید پر کاربند رہیں اور استقامت اختیار کریں، اللہ آپ کی مدد کرے گا۔

باقی توہین کے فتوے ہر دور میں لگتے رہتے ہیں، کبھی توہین رسالت کے، کبھی توہین اولیاء کے۔ ان فتوؤں کے فیصلہ کے لیے قیامت کا دن قائم ہوگا۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

مَنْ نَظَرَ إِلٰی مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَجْنَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صُبَّ فِي عَيْنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

”جس نے شہوت کے ساتھ کسی اجنبی عورت کے محاسن کی طرف دیکھا، روز قیامت اس کی آنکھوں میں سیسہ ڈالا جائے گا۔“

(الهِداية : 4/368)

جواب: بے اصل روایت ہے، کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیه، ص 586)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 240/4)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ هٰذَا فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”یہ روایت مجھے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملی۔“

(التّنبیه علی مشکلات الهداية : 783/5)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ . ”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 225/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ صَحِيحٍ .

”یہ روایت ثابت نہیں۔“

(البِناية : 131/12)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

''یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔''

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 15/3، استدلالًا)

سوال: لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کا کیا رشتہ تھا؟

جواب: سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لُوطٌ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ابْنَ أَخِي إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

''پیغمبر لوط صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔''

(المُستدرك للحاكم : 4052، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ . ''یہ سند صحیح ہے۔''

(المُستدرك على الصّحيحين، تحت الرقم : 4052)

اس روایت کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: قوم لوط کی ہلاکت کیسے ہوئی؟

جواب: قوم لوط میں انتہائی قبیح اور رذیل گناہ پایا جاتا تھا، جو فطرت کے سراسر خلاف تھا، سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں بارہا سمجھایا، مگر وہ نہ مانے، جس وجہ سے ان پر ایسا ہولناک عذاب نازل ہوا کہ جو کسی دوسری قوم پر نازل نہ ہوا۔ قرآن کریم کے مختلف مقامات پر اس کی تفصیل کچھ یوں آئی ہے؛

❁ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾(العنكبوت : ٢٩)

''تم مردوں کے پاس آتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو، اپنی محفلوں میں برے کاموں کا ارتکاب کرتے ہو، تو اس کے جواب میں قوم کہنے لگی: اگر تو سچا ہے، تو اللہ کا عذاب لے آ۔''

❁ مزید فرمایا:

﴿إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ ۞ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾(الأعراف : ٨١ـ٨٢)

''تم لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو، تم حد سے بڑھی ہوئی قوم ہو، ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی اور دیکھئے مجرموں کا انجام کار کیا ہوتا ہے؟''

❁ ایک جگہ ہے:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ۞ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۞ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ

إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۞ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ۞ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ۞﴾

(النّمل: ٥٤ـ٥٨)

''لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اچھے بھلے سمجھدار ہو کر بھی بے حیائی کا کام کرتے ہو، اپنی شہوت عورتوں کی بجائے مردوں سے پوری کرتے ہو، یقیناً تم جہالت برتتے ہو، تو اس کے جواب میں لوط علیہ السلام کی قوم کہنے لگی کہ لوط اور ان کے اہل خانہ کو بستی سے نکال دو، یہ لوگ زیادہ پاکیزہ بنتے ہیں۔ پھر ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو نجات دے دی، ان کی بیوی کو نجات نہیں ملی، کیونکہ اس کے متعلق طے کر دیا گیا تھا کہ یہ پیچھے رہ جائے گی، پھر ہم نے ان پر بارش برسائی، وہ بارش بہت بری ہے، جو ایسی قوم پر برسے، جس کو پہلے اللہ کے عذاب سے متنبہ کیا جا چکا ہو۔''

❁ سورت ہود میں ہے:

﴿وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَٰقَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۞ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ﴾(هود: ٧٨ـ٧٩)

''ان کی قوم ان کی طرف بھاگتی ہوئی آئی، یہ لوگ اس سے قبل بھی برائیاں کرتے آئے تھے، لوط علیہ السلام کہنے لگے کہ میری قوم، یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے حلال ہیں، اللہ سے ڈر جاؤ اور میرے مہمانوں کے بارے میں

مجھے شرمندہ نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی سمجھدار انسان نہیں ہے، وہ کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کچھ غرض نہیں ہے، آپ اچھی طرح سے جانتے ہو کہ ہم چاہتے کیا ہیں؟''

❁ قوم لوط پر عذاب کا منظر یہ تھا:

﴿فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ۞ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ﴾ (الحجر : ٧٣-٧٤)

صبح کی پو پھوٹی تو ایک ہولناک چیخ پڑی، ہم نے اس بستی کو الٹا دیا، اوپری حصہ نیچے کر دیا اور نیچے والا اوپر کر دیا، پھر ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنْضُودٍ ۞ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾ (ھود : ٨٢-٨٣)

''جب ہمارا امر آ چکا، تو ہم نے ان کی بستی کو الٹا کر رکھ دیا، اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے والا اوپر چلا گیا، پھر ان پر پتھروں کی بارش کر دی، کنکروں والے پتھر، جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان تک لگے ہوئے تھے، اور یہ پتھر ظالموں سے کچھ بعید نہ تھے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَمَّا كَانَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ أَدْخَلَ جَنَاحَيْهِ تَحْتَ الْقَرْيَةِ فَرَفَعَهَا

حَتّٰى إِذَا كَانَتْ فِي جَوِّ السَّمَاءِ، حَتّٰى إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ أَصْوَاتَ الطَّيْرِ قَلَبَهَا ثُمَّ تَتَبَّعَ الشُّذَاذَ مَنْ خَرَجَ مِنْهُمْ بِالْحِجَارَةِ .

”جب رات کا (آخری) وقت تھا، تو جبرائیل علیہ السلام نے اس بستی کے نیچے اپنے دو پر داخل کیے اور اسے اٹھا لیا، جب وہ بستی فضا میں اٹھا لی گئی، انہیں (بلندی میں اڑنے والے) پرندوں کی آوازیں سنائی دیں، تو جبریل علیہ السلام نے اس بستی کو اُلٹ دیا، پھر ان میں سے جو بعض لوگ باہر نکل آئے، ان پر پتھر برسا دیے۔“

(تفسير ابن أبي حاتم : 2067/6، 2809/9، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: میری بیٹی کو دماغ کا کینسر تھا، وہ پانچ سال کی عمر میں ہی فوت ہو گئی، اس کا کیا انجام ہو گا؟

جواب: بچے بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے، کیونکہ بچہ بلوغت سے پہلے مکلّف نہیں ہوتا۔ آپ صبر کریں، یہ بچی آپ کے لیے جنت میں پیش رو ہو گی، ان شاء اللہ!

❁ ابو حسان خالد بن غلاق بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ : إِنَّهٗ قَدْ مَاتَ لِيَ ابْنَانِ، فَمَا أَنْتَ مُحَدِّثِي عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثٍ تُطَيِّبُ بِهٖ أَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا؟ قَالَ : قَالَ : نَعَمْ، صِغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ يَتَلَقّٰى أَحَدُهُمْ أَبَاهُ أَوْ قَالَ أَبَوَيْهِ، فَيَأْخُذُ بِثَوْبِهٖ۔ أَوْ قَالَ بِيَدِهٖ، كَمَا آخُذُ أَنَا بِصَنِفَةِ ثَوْبِكَ هٰذَا، فَلَا يَتَنَاهٰى أَوْ قَالَ فَلَا يَنْتَهِي حَتّٰى يُدْخِلَهُ اللّٰهُ وَأَبَاهُ الْجَنَّةَ .

”میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: میرے دو بیٹے فوت ہو چکے ہیں، آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیث سنا سکتے ہیں، جس سے آپ ہمارے فوت شدگان کے متعلق ہمارے دلوں کو دلاسا دیں؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) چھوٹے بچے جنت میں ہی رہتے ہیں، اُن میں ہر ایک اپنے والد یا اپنے والدین کو ملے گا اور اپنے والد کا کپڑا یا اپنے والد کا ہاتھ پکڑے گا، بالکل اسی طرح جیسے میں نے آپ کا کپڑا پکڑا ہے۔ پھر اس وقت تک نہیں چھوڑے گا، جب تک اللہ تعالیٰ اُسے اور اس کے والد کو جنت کا داخلہ نہ عطا کر دے۔“

(صحيح مسلم : 2635)

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو دیکھا ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو خواب میں بھی دیکھا ہے اور حقیقتاً بھی۔ سفر معراج پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کی سیر کرائی گئی۔ اس پر متواتر احادیث دلالت کناں ہیں۔

سوال: کیا جنت میں پرندے ہوں گے؟

جواب: جی ہاں، جنت میں پرندے ہیں، احادیث میں اس کا ثبوت ہے۔

سوال: کیا ابلیس بھی جہنم میں جائے گا؟

جواب: ابلیس اور ابلیس کے پیروکار سب جہنم میں جائیں گے۔ اس پر متواتر دلائل موجود ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ﴾(صٓ : ٨٥)

”(اے ابلیس!) میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور تیرے سارے کے سارے متبعین سے بھر دوں گا۔“

سوال: کیا دجال کا فتنہ فوت شدگان کو بھی لاحق ہوگا؟

جواب: دجال کا فتنہ ان لوگوں کو لاحق ہوگا، جو دجال کے خروج کے وقت زندہ ہوں گے۔ جو لوگ خروج دجال سے پہلے پہلے فوت ہو گئے، انہیں فتنہ دجال کا سامنا نہیں ہوگا۔

سوال: حدیث جساسہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: حدیث جساسہ سے مراد وہ طویل حدیث ہے، جس میں سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ سمندری سفر پر اس جزیرہ میں جا پہنچے تھے، جس میں دجال قید ہے، وہاں دجال سے گفتگو ہوئی۔ یہی آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا سبب بنا۔

حدیث جساسہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

(صحیح مسلم : 2942)

یہ عظیم الشان حدیث اعلام نبوت میں سے ہے۔ یہ حدیث صحیح حجت ہے۔

❁ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”صحیح غریب“ کہا ہے۔

(سنن التّرمذي : 2253)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ كُلُّهَا آثَارٌ ثَابِتَةٌ صِحَاحٌ مِّنْ جِهَةِ الْإِسْنَادِ وَالنَّقْلِ .

”یہ تمام احادیث (جن میں حدیث جساسہ بھی ہے) سند اور نقل کے اعتبار سے صحیح ثابت ہیں۔“

(الاستذکار : 333/8)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۶۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): نماز میں سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھنے چاہییں یا ہاتھ؟

(جواب): نماز میں سجدہ کے لیے جھکتے وقت پہلے گھٹنے بھی رکھے جا سکتے ہیں اور ہاتھ بھی، اس میں توسع ہے، دونوں طرح جائز ہے۔ اس بارے میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں، البتہ سلف کے آثار ملتے ہیں۔

❀ خالد حذاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا قِلَابَةَ، إِذَا سَجَدَ بدأَ فَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ، وَإِذَا قَامَ اعْتَمَدَ عَلٰى يَدَيْهِ.

''میں نے ابوقلابہ رحمہ اللہ کو دیکھا، جب سجدہ میں جاتے، تو پہلے گھٹنے لگاتے، جب سجدہ سے (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہوتے، تو دونوں ہاتھ سے ٹیک لگاتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2708، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ خالد حذاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ الْحَسَنَ يَخِرُّ فَيَبْدَأُ بِيَدَيْهِ، وَيَعْتَمِدُ إِذَا قَامَ.

''میں نے حسن بصری رحمہ اللہ کو دیکھا، وہ سجدہ میں پہلے ہاتھ لگاتے تھے اور جب (دوسرے رکعت کے لیے) اٹھتے، تو (ہاتھوں سے) ٹیک لگاتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2708، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ امام دارمی رحمہ اللہ (۲۵۵ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّهُ طَيِّبٌ .

''دونوں عمل ہی درست ہیں۔''

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الصَّلَاةُ بِكِلَيْهِمَا فَجَائِزَةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ، إِنْ شَاءَ الْمُصَلِّي يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِنْ شَاءَ وَضَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ رُكْبَتَيْهِ، وَصَلَاتُهُ صَحِيحَةٌ فِي الْحَالَتَيْنِ، بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ .

''دونوں طرح نماز جائز ہے، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ نمازی چاہے پہلے گھٹنے رکھ دے یا پہلے ہاتھ رکھ دے، دونوں حالتوں میں اس کی نماز صحیح ہے، اس پر علما کا اتفاق ہے۔''

(الفتاوی الکبریٰ : 2/187)

پہلے ہاتھ لگانا:

سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے ہاتھ لگانا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں، اس بارے میں مروی روایات کلام سے خالی نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ، وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ .

”جب آپ سجدہ کریں، تو اونٹ کی طرح مت بیٹھیں، بلکہ پہلے ہاتھ رکھیں، پھر گھٹنے۔“

(مُسند الإمام أحمد : 381/2، سنن أبي داود : 840، سنن النّسائي : 1092)

سند ضعیف ہے۔ محمد بن عبداللہ بن حسن کا ابوالزناد سے سماع معلوم نہیں۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْه وَلَا أَدْرِي سَمِعَ مِنْ أَبِي الزِّنَادِ أَمْ لَا .

”اس روایت میں محمد بن عبداللہ بن حسن کی متابعت نہیں کی گئی، میں نہیں جانتا کہ اس نے ابوالزناد سے سماع کیا ہے یا نہیں؟“

(التّاريخ الكبير : 139/1)

❀ امام حمزہ بن محمد بن علی بن عباس کنانی رحمہ اللہ (۳۵۷ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مُنْكَرٌ .

”یہ روایت منکر ہے۔“

(فتح الباري لابن رجب : 218/7)

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(عارضة الأحوذي : 61/2)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

”آپ رضی اللہ عنہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے، نیز فرماتے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی

ایسا ہی کرتے تھے۔‘‘

(صحيح ابن خزيمة : 627، سنن الدّارقطني : 1303، المُستدرك للحاكم : 226/1، واللّفظ لهٗ)

سند ضعیف ہے۔ عبدالعزیز بن محمد دراوردی کی عبید اللہ بن عمر عمری سے روایت میں کلام ہے، کیونکہ دراوردی کو اکثر عبید اللہ بن عمر سے روایت میں قلب ہو جاتا تھا اور وہ عبد اللہ بن عمر عمری کی روایت کو عبید اللہ بن عمر سے نقل کر دیتا تھا۔ عبد اللہ بن عمر عمری ضعیف ہے، لہٰذا یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا حَدَّثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَهُوَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ .

’’دراوردی نے جو روایات عبید اللہ بن عمر سے نقل کی ہیں، (ان میں اکثر وبیشتر) دراصل عبد اللہ بن عمر عمری سے ہیں۔‘‘

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 395/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰى عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ .

’’عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے عبید اللہ بن عمر سے منکر روایات بیان کی ہیں۔‘‘

(تُحفة الأشراف للمزي : 156/6)

❀ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُهٗ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مُنْكَرٌ .

’’دراوردی کی عبید اللہ بن عمر سے حدیث منکر ہوتی ہے۔‘‘

(تهذيب الكمال للمزي : 194/18)

پہلے گھٹنے لگانا:

سجدہ کو جاتے ہوئے گھٹنے لگانے کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔ اس بارے میں جتنی مرفوع یا موقوف روایات پیش کی جاتی ہیں، سب ضعیف وغیر ثابت ہیں، روایات کی تفصیل ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ جب سجدہ کو جاتے، تو ہاتھوں سے پہلے گھٹنے لگاتے تھے، جب سجدہ سے سر اٹھاتے، تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھاتے تھے۔''

(سنن أبي داود : 838، سنن النّسائي : 1090، سنن التّرمذي : 268، سنن ابن ماجه : 883)

سند ضعیف ہے۔ قاضی شریک بن عبداللہ ضعیف و مدلس ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَحْتَجَّ بِهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ.

''اکثر محدثین اس سے حجت نہیں پکڑتے۔''

(السّنن الكبرىٰ : 271/10)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ كَثِيرُونَ أَوِ الْأَكْثَرُونَ .

’’اسے کثیر یا اکثر محدثین ضعیف قرار دیتے ہیں۔‘‘

(الإيجاز، ص 378)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

’’اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔‘‘

(شرح أبي داوٗد :260/1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’ضعیف‘‘ کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 100/2)

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ وَكَانَ أَوَّلَ مَا وَصَلَ إِلَى الْأَرْضِ رُكْبَتَاهُ .

’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں سب سے پہلے گھٹنے زمین پر لگے۔‘‘

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 99/2)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن حجر حضرمی ضعیف ہے۔

② اس نے اپنے چچا سعید بن عبدالجبار سے منکر روایات بیان کی ہیں۔ یہ روایت بھی سعید بن عبدالجبار سے ہے، لہٰذا روایت منکر ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ عَمِّهِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ أَبِيهِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ بِنُسْخَةٍ مُنْكَرَةٍ ...... لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهِ .

”محمد بن حجر حضرمی نے اپنے چچا سعید بن عبدالجبار عن ابیہ عبدالجبار کی سند سے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ایک منکر روایات پر مشتمل نسخہ نقل کیا ہے۔......اس کی حدیث سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔“

(کتاب المَجروحین : 273/2)

③ سعید بن عبدالجبار ضعیف ہے۔

④ عبدالجبار بن وائل کی والدہ مجہولہ ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أُمُّ عَبْدِ الْجَبَّارِ هِيَ أُمُّ يَحْيٰ لَمْ أَعْرِفْ حَالَهَا وَلَا اسْمَهَا .

”عبدالجبار کی ماں اُم یحییٰ ہے، میں ام یحییٰ کے حالات نہیں جان پایا، نہ مجھے اس کا نام معلوم ہوا ہے۔“

(الجَوْهر النّقي : 30/2)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْتَدِئْ بِرُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَلَا يَبْرُكْ بُرُوكَ الْفَحْلِ .

”جب آپ میں سے کوئی سجدہ کرے، تو وہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے لگائے اور

اونٹ کی طرح مت بیٹھے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة :262/1، شرح معاني الآثار للطّحاوي :255/1)

جھوٹی روایت ہے۔

① عبداللہ بن سعید مقبری ضعیف ومتروک ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰی ضَعْفِهٖ .

’’اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(التّلخيص الحبير :69/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ ضَعِيفٌ .

’’اس روایت کی سند ضعیف ہے۔‘‘

(فتح الباري :291/2)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... انْحَطَّ بِالتَّكْبِيرِ فَسَبَقَتْ رُكْبَتَاهُ يَدَيْهِ .

’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز پڑھتے) دیکھا۔ ......آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سجدہ کے لیے) اللہ اکبر کہہ کر جھکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) لگے۔‘‘

(سنن الدارقطني :345/1، المستدرك للحاكم :266/1، البيهقي :99/2)

سند سخت ضعیف ہے۔

① علاء بن اسماعیل عطار مجہول ہے۔

② حفص بن غیاث کا عنعنہ ہے۔

✿ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّنكَرٌ .

"یہ منکر حدیث ہے۔"

(عِلل الحديث لابن أبي حاتم : 539)

✿ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنَّا نَضَعُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ ، فَأُمِرْنَا بِالرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ .

"ہم (سجدہ کو جاتے ہوئے) گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے، تو ہمیں ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنے کا حکم دیا گیا۔"

(صحيح ابن خزيمة : 628)

باطل روایت ہے۔

① ابراہیم بن اسماعیل بن یحییٰ ضعیف ہے۔

② اسماعیل بن یحییٰ بن سلمہ متروک ہے۔

③ یحییٰ بن سلمہ بن کہیل متروک ہے۔

✿ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ خَرَّ بَعْدَ رُكُوعِهٖ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَمَا يَخِرُّ الْبَعِيرُ وَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ .

”آپ رضی اللہ عنہ رکوع کے بعد (سجدہ کو جاتے ہوئے) گھٹنے کے بل اس طرح گرے، جیسے اونٹ گرتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھے۔“

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :1/256)

سند ضعیف ہے۔ابراہیم بن یزید نخعی کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ إِذَا سَجَدَ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ .

”آپ رضی اللہ عنہما جب سجدہ کرتے، تو گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے، جب سجدہ سے اٹھتے، تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھاتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :1/262)

سند ضعیف ہے۔محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(سنن أبي داود : 839)

سند ضعیف ہے۔عبدالجبار بن وائل کا اپنے والد وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَتَكَلَّمُونَ فِي رِوَايَتِهٖ عَنْ أَبِيهِ وَيَقُولُونَ لَمْ يَلْقَهُ .

”محدثین عبدالجبار کی اپنے والد سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت میں کلام

کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کا اپنے والد سے لقا نہیں۔"

(طَبَقات ابن سعد : 310/6)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَئِمَّةَ الْحَدِيثِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئًا .

"ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ عبدالجبار نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا۔"

(المَجموع : 104/3)

۞ نیز حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "ضعیف" بھی کہا ہے۔

(المَجموع : 446/3)

۞ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(سنن أبي داوٗد : 839، مراسیل أبي داوٗد : 42)

سند ضعیف ہے۔

① کلیب بن شہاب تابعی براہ راست نبی کریم ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا یہ مرسل ہے اور مرسل روایت ضعیف ہی کی ایک قسم ہے۔

② شقیق ابولیث مجہول ہے۔

۞ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شَقِيقٌ أَبُو لَيْثٍ هٰذَا فَلَا يُعْرَفُ .

"شقیق ابولیث غیر معروف ہے۔"

(شرح مَعاني الآثار :255/1)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّ رُكْبَتَيْهِ، كَانَتَا تَقَعَانِ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ يَدَيْهِ .

”آپ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر لگتے تھے۔“

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :256/1)

سند ضعیف ہے۔

① حجاج بن ارطاۃ ضعیف و مدلس ہے۔

② ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

③ ابراہیم نخعی کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا انْحَطُّوا لِلسُّجُودِ وَقَعَتْ رُكَبُهُمْ قَبْلَ أَيْدِيهِمْ .

”سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد جب سجدہ کے لیے جھکتے، تو ان کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر لگتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :263/1)

سند ضعیف ہے۔

① ابومعاویہ ضریر کا عنعنہ ہے۔

② حجاج بن ارطاۃ ضعیف و مدلس ہے۔

سوال: کیا امیر مہدی کے خروج کے وقت چاند اور سورج گرہن لگے گا؟

جواب: اس پر کچھ ثابت نہیں۔

❁ محمد بن علی ابو جعفر باقی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ لَمَهْدِيِّنَا آيَتَيْنِ لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ يَنْخَسِفُ الْقَمَرُ لِأَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ، وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ، وَلَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ.

"ہمارے مہدی کے لیے دو نشانیاں ایسی ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا ہے، وہ نشانیاں (اس طرح) ظاہر نہیں ہوئیں؛ ① (خروج مہدی کے وقت) رمضان کی پہلی رات میں چاند گرہن لگے گا اور رمضان کے نصف (پندرہویں دن) میں سورج گرہن لگے گا، جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی ہے، یہ دونوں نشانیاں (اس طرح) ظاہر نہیں ہوئیں۔"

(سنن الدّارقُطني : 1795)

جھوٹی روایت ہے۔

① عمرو بن شمر متروک و کذاب رافضی ہے۔

② جابر بن یزید جعفی متروک و کذاب ہے۔

③ محمد بن عبد اللہ بن حارث بن نفیل کی معتبر توثیق نہیں۔

سوال: طلبہ علم کو فتنوں سے بچاؤ کے لیے کیا دعا کرنی چاہیے؟

جواب: طلبہ علم کو چاہیے کہ اپنی مکمل توجہ حصول علم میں صرف کریں، دینی اور دنیاوی فتنوں کی آگاہی حاصل کریں، فتن کی احادیث کو سمجھیں، فتنوں سے خود بھی بچیں اور

دوسروں کو بھی آگاہ کریں، نیز فتنوں سے بچنے کے لیے مسنون دعائیں پڑھیں۔

❁ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِّبَنِي النَّجَّارِ، عَلٰى بَغْلَةٍ لَّهٗ وَنَحْنُ مَعَهٗ ...... فَقَالَ: تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، فَقَالَ: تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوا: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَ: تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوا: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، قَالَ: تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوا: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے ایک باغ میں اپنے خچر پر جا رہے تھے، ہم ساتھ تھے۔ ......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ کے عذاب سے اللہ سے پناہ مانگیں۔ صحابہ نے کہا: ہم آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، فرمایا: عذاب قبر سے پناہ مانگیں۔ صحابہ نے کہا: اللہ ہم عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ فرمایا: فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگیں، ظاہری و باطنی فتنوں سے۔ صحابہ نے کہا: ہم ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، فرمایا: فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ مانگیں، صحابہ نے کہا: ہم فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔“

(صحيح مسلم : 2867)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ عَنِّي خَطَايَايَ بِمَآءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

”میرے اللہ! میں سستی وکاہلی اور سخت بڑھاپے سے، معصیت اور قرض سے، فتنۂ قبر اور عذاب قبر سے، فتنۂ جہنم اور عذاب جہنم سے، مال داری کے برے فتنے سے، تنگ دستی اور کانے دجال کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ! میرے گناہ اَولوں اور برف کے پانی سے دھو دے، میرے دل کو خطاؤں سے یوں پاک کر، جیسے تو نے سفید کپڑا میل سے صاف کیا ہے، مجھے گناہوں سے اتنا دور کر، جتنا مشرق اور مغرب کو دور کیا ہے۔“

(صحيح البخاري: 6368، صحيح مسلم: 589)

سوال: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ؟

جواب: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

تَقْدِيمُ عُثْمَانَ هُوَ الَّذِي اسْتَقَرَّتْ عَلَيْهِ مَذَاهِبُ أَصْحَابِ

الْحَدِيثِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ.

”محدثین اور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے) مقدم ہیں۔“

(التّقیید والإیضاح، ص 307)

سوال: اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا رشتہ تھا؟

جواب: اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم رشتہ دار تھیں۔اس پر اُمت کا اجماع ہے،جیسا کہ حافظ نووی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

✿ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَشُكُّ مُسْلِمٌ أَنَّ أُمَّ حَرَامٍ كَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ لَمَحْرَمٌ.

”کسی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا ہے کہ اُم حرام رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم رشتہ دار تھیں۔“

(التّمهيد: 226/1)

سوال: درج ذیل عبارات پر تبصرہ درکار ہے!

✿ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) نے لکھا ہے:

هُوَ كَالصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ہیں۔“

(الدّر المختار، ص 13)

✿ نیز لکھتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ النُّعْمَانَ مِنْ أَعْظَمِ مُعْجِزَاتِ الْمُصْطَفٰى

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْقُرْآنِ .

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ قرآن کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہیں۔“

(الدّر المختار، ص 13)

جواب: یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں لغو اور تکلف ہے۔ شان وہ ہے، جو حقیقت پر مبنی ہو، محض الفاظ کے عمدہ چناؤ یا اچھی تشبیہات سے شان ثابت نہیں ہوتی۔ امام رحمہ اللہ ان تمام چیزوں سے بری ہیں۔ غلو دراصل یہود و نصاریٰ کی بدخصلت تھی۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَرَ بِإِجْمَارِ أَكْفَانِ ابْنَتِهٖ وِتْرًا .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے کفن کو طاق عدد میں خوشبو لگانے کا حکم دیا۔“

(الهِداية :1/89)

جواب: بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیہ، ص 208)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 264/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي حَدِيثِ تَكْفِينِ ابْنَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو کفن دینے والی حدیث میں طاق عدد میں خوشبو لگانے کا ذکر نہیں ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 1062/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 232/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَرِدْ هٰذَا الْوَجْهَ .

”یہ روایت بے اصل ہے، یہ اس طرح وارد نہیں ہوئی۔“

(البِناية : 204/3)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 116/2)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”(خوشبو کا طاق عدد میں ہونا) معروف نہیں۔“

(فتح باب العِناية بشرح النقاية :437/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

نَهٰى (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) عَنْ تَرْبِيعِ الْقُبُورِ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی ساخت چوکور بنانے سے منع فرمایا۔“

(الهداية :92/1)

جواب: بے اصل روایت ہے۔

❁ علامہ ابو العباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”بے اصل ہے۔“

(الغاية في شرح الهداية :687/5)

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(التّنبيه، ص 221)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَا زَكَاةَ فِي مَالِ الضِّمَارِ .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مالِ ضمار (ایسا مال، جو غائب ہو اور اس کے ملنے کی اُمید نہ ہو) میں زکوٰۃ نہیں۔“

(الهداية :1/96)

جواب: بے اصل روایت ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 225)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 2/334)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ السُّرُوجِيُّ : هٰكَذَا رُوِيَ مَوْقُوفًا وَمَرْفُوعًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَقْلِ الْأَصْحَابِ، يَعْنِي أَنَّهُ لَيْسَ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”علامہ سروجی حنفی رحمہ اللہ (الغاية فی شرح الهداية : ٦/١٣٧) نے فرمایا:

”ہمارے اصحاب کی نقل کے مطابق یہ روایت اس طرح موقوف اور مرفوع مروی ہے۔“ علامہ سروجی کی مراد یہ ہے کہ یہ روایت کتب حدیث میں مذکور نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 820/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ عَنْ عَلِيٍّ .

”مجھے یہ روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نہیں ملی۔“

(الدّراية :249/1)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۶۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: انسان کی شادی کس سے ہوگی؟ کیا یہ بھی لوح محفوظ میں مذکور ہے؟

جواب: رونما ہونے والی ہر شے ہی لوح محفوظ میں مدتوں پہلے درج ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ.

”زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی، نیز فرمایا: اللہ کا عرش (ابھی) پانی پر تھا۔“

(صحيح مسلم: 2653)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالَى الْقَلَمَ وَأَمَرَهٗ فَكَتَبَ كُلَّ شَيْءٍ يَكُونُ.

”سب سے پہلی چیز، جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا، وہ قلم ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا (کہ لکھ)، تو اس نے ہر وہ کچھ لکھ دیا، جو ہونے والا تھا۔“

(مُسند أبي يعلى: 2329، الأسماء والصّفات للبيهقي: 803، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مخضرم تابعی ابوادریس خولانی رحمہ اللہ (۸۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْقَلَمَ، فَكَتَبَ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''اللہ تعالیٰ نے قلم کی تخلیق کی اور وہ سب کچھ لکھ دیا، جو روز قیامت تک ہونے والا تھا۔''

(القدر للفريابي : 120، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ضمرۃ بن حبیب رحمہ اللہ (۱۳۰ھ) بیان کرتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ، وَخَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ، وَخَلَقَ الْقَلَمَ، فَكَتَبَ بِهٖ مَا هُوَ خَالِقٌ وَّمَا هُوَ كَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهٖ، ثُمَّ إِنَّ ذٰلِكَ الْكِتَابَ سَبَّحَ لِلّٰهِ وَمَجَّدَهٗ أَلْفَ عَامٍ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ شَيْئًا مِّنَ الْخَلْقِ .

''اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا کہ زمین وآسمان کو پیدا کیا، پھر قلم کو پیدا کیا اور اس سے ہر وہ کچھ، جو کچھ پیدا کرنا تھا اور جو کچھ رونما ہونا تھا، سب کچھ لکھ دیا۔ پھر اس کتاب نے کچھ پیدا ہونے سے پہلے ایک ہزار سال تک اللہ کی تسبیح و تمجید کی۔''

(تفسير الطبري : 334/12، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے منکرین تقدیر کا رد کیسے کیا؟

جواب: امیر المومنین، خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے عہد میں بعض منکرین تقدیر نمودار ہوئے، تو آپ رحمہ اللہ کے تعینات کردہ گورنر عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ نے آپ کو خط لکھا ہے اور بعض منکرین تقدیر بارے سوالات کیے، ان کے مزعومہ دلائل قلم بند کر کے بھیجے اور ان کے متعلق جزا وسزا کے حوالہ سے حکم دریافت کیا۔

تو امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مسئلہ تقدیر پر کافی شافی جواب دیا، دلائل ذکر نہیں

کیے، البتہ دلائل کی طرف اشارہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا متفقہ فہم ذکر کر دیا، نیز منکرین تقدیر کے حکم سے آگاہ کر دیا۔

اس خط کی تفصیل ملاحظہ ہو؛

❁ ابو رجاء خراسانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَدِيَّ بْنَ أَرْطَاةَ كَتَبَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ : إِنَّ قِبَلَنَا قَوْمًا يَقُولُونَ : لَا قَدَرَ، فَاكْتُبْ إِلَيَّ بِرَأْيِكَ، وَاكْتُبْ إِلَيَّ بِالْحُكْمِ فِيهِمْ فَكَتَبَ إِلَيْهِ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلٰى عَدِيِّ بْنِ أَرْطَأَةَ أَمَّا بَعْدُ : فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ أَمَّا بَعْدُ : فَإِنِّي أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالِاقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ، وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحْدِثُونَ مِمَّا قَدْ جَرَتْ سُنَّتُهُ، وَكُفُوا مُؤْنَتَهُ، فَعَلَيْكُمْ بِلُزُومِ السُّنَّةِ، فَإِنَّ السُّنَّةَ إِنَّمَا سَنَّهَا مَنْ قَدْ عَرَفَ مَا فِي خِلَافِهَا مِنَ الْخَطَأِ وَالزَّلَلِ، وَالْحُمْقِ وَالتَّعَمُّقِ، فَارْضَ لِنَفْسِكَ مَا رَضِيَ بِهِ الْقَوْمُ لِأَنْفُسِهِمْ، فَإِنَّهُمْ عَنْ عِلْمٍ وَقَفُوا، وَبِبَصَرٍ نَافِذٍ قَدْ كَفُّوا، وَلَهُمْ كَانُوا عَلٰى كَشْفِ الْأُمُورِ أَقْوٰى وَبِفَضْلٍ لَوْ كَانَ فِيهِ أَحْرىٰ فَلَئِنْ قُلْتُمْ : أَمْرٌ حَدَثَ بَعْدَهُمْ، مَا أَحْدَثَهُ بَعْدَهُمْ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَ غَيْرَ

سُنَّتَهُمْ، وَرَغِبَ بِنَفْسِهِ عَنْهُمْ، إِنَّهُمْ لَهُمُ السَّابِقُونَ، فَقَدْ تَكَلَّمُوا مِنْهُ بِمَا يَكْفِي، وَوَصَفُوا مِنْهُ مَا يَشْفِي، فَمَا دُونَهُمْ مُقَصِّرٌ، وَمَا فَوْقَهُمْ مُحْسِرٌ، لَقَدْ قَصُرَ عَنْهُمْ آخَرُونَ فَضَلُّوا وَإِنَّهُمْ بَيْنَ ذٰلِكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيمٍ كَتَبْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْقَدَرِ؟ عَلَى الْخَبِيرِ بِإِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى سَقَطْتَ، مَا أَحْدَثَ الْمُسْلِمُونَ مُحْدَثَةً، وَلَا ابْتَدَعُوا بِدْعَةً هِيَ أَبْيَنُ أَمْرًا، وَلَا أَثْبَتُ مِنْ أَمْرِ الْقَدَرِ، وَلَقَدْ كَانَ ذِكْرُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلَاءُ يَتَكَلَّمُونَ بِهِ فِي كَلَامِهِمْ، وَيَقُولُونَ بِهِ فِي أَشْعَارِهِمْ، يُعَزُّونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ عَنْ مَصَائِبِهِمْ، ثُمَّ جَاءَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا شِدَّةً وَقُوَّةً، ثُمَّ ذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلَا حَدِيثَيْنِ وَلَا ثَلَاثَةٍ، فَسَمِعَهُ الْمُسْلِمُونَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكَلَّمُوا فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ، يَقِينًا وَتَصْدِيقًا وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ وَتَضْعِيفًا لِأَنْفُسِهِمْ : أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ لَمْ يُحِطْ بِهِ عِلْمُهُ، وَلَمْ يُحْصِهِ كِتَابُهُ وَلَمْ يَنْفُذْ فِيهِ قَدَرُهُ، فَلَئِنْ قُلْتُمْ : قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهِ كَذَا وَكَذَا، وَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَّهُ كَذَا وَكَذَا؟ لَقَدْ قَرَؤُوا مِنْهُ مَا قَدْ قَرَأْتُمْ، وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا

جَهِلْتُمْ، ثُمَّ قَالُوا بَعْدَ ذٰلِكَ : كُلُّهٗ كِتَابٌ وَقَدَرٌ، وَكَتَبَ الشِّقْوَةَ، وَمَا يُقَدَّرْ يَكُنْ، وَمَا شَاءَ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، وَلَا نَمْلِكُ لِأَنْفُسِنَا ضَرًّا وَلَا نَفْعًا، ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذٰلِكَ وَرَهِبُوا، كَتَبْتَ إِلَيَّ تَسْأَلُنِي الْحُكْمَ فِيهِمْ، فَمَنْ أُوتِيتَ بِهٖ مِنْهُمْ فَأَوْجِعْهُ ضَرْبًا، وَاسْتَوْدِعْهُ الْحَبْسَ، فَإِنْ تَابَ مِنْ رَأْيِهِ السُّوءِ، وَإِلَّا فَاضْرِبْ عُنُقَهٗ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ.

”عدی بن ارطاۃ نے امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا کہ ہمارے ہاں ایک گروہ تقدیر کا انکار کرتا ہے، آپ اپنی رائے اور ان کے متعلق حکم لکھ بھیجیں۔ امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جواباً خط لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، امیر المومنین بندۂ غریب، عمر کی طرف سے عدی بن ارطاہ کی خدمت میں۔ اما بعد: تمام تعریفات اللہ ہی کا خاصہ ہے، جس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ اما بعد! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تقویٰ اختیار کیجئے، میانہ روی اختیار کیجئے، سنت نبوی کا اتباع کیجئے، لوگوں نے بدعات گھڑ رکھی ہیں، حالاں کہ سنت کے ہوتے انہیں بدعات کا بوجھ اٹھانے کی ضرورت ہی نہ تھی، آپ ان بدعات کو چھوڑ دیجیے۔ سنت کو سینے سے لگائیے، کیونکہ انہیں اس ہستی (اللہ تعالیٰ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے جاری کیا ہے، جو جانتی تھی کہ اس کے علاوہ دوسرے راستے میں غلطی وخطا اور حماقت اور تکلف ہے۔ اپنے لیے وہی پسند کرلیں، جو سلف نے پسند کیا ہے، کیونکہ وہ علم پر مطلع ہوئے ہیں اور بصیرت کے ساتھ ہی کسی کام سے رکے

ہیں۔ دینی امور کی حقیقت شناسی میں وہ زیادہ قوی تھے اور ہر فضیلت والے کام کے زیادہ لائق وہی تھے۔ اگر آپ کہیں کہ ان کے بعد کوئی نیا کام جاری ہو گیا ہے، تو ایسی حرکت وہی کرسکتا ہے، جو ان کے طریقے سے منحرف ہو جائے اور خود کو ان سے بے نیاز کر لے، جبکہ وہ سبقت والے ہیں، انہوں نے وہی بات کی ہے، جو کافی تھی اور اتنا ہی بیان کیا ہے، جتنا شافی تھا، لہٰذا جو عمل ان سے کم ہے، وہ تقصیر ہے اور جو بڑھا ہوا ہے، وہ گھاٹا اور خسارہ ہے۔ بعد والوں نے ان کے عمل سے بے رخی بھرتی، تو گمراہی ان کا مقدر بن گئی، جبکہ صحابہ کرام جادۂ مستقیم پر گامزن تھے۔ آپ نے تقدیر کی بابت سوال لکھا ہے، اللہ کے حکم سے آپ نے کسی باخبر آدمی سے پوچھا ہے۔ تقدیر کے مسئلہ میں مسلمانوں نے کوئی نئی بات نہیں کی، نہ ہی یہ کوئی بدعت ہے، یہ تو واضح سی بات ہے اور اس سے واضح مسئلہ کوئی نہیں۔ اس کا ذکر تو جاہلیت کے لوگ بھی کیا کرتے تھے، وہ اپنی عام کلام اور شعری کلام میں اس کا ذکر کرتے رہے، نیز مصائب کے خلاف خود کو تسلی دیتے رہے۔ اسلام نے آ کر مسئلہ تقدیر کو مزید مستحکم کر دیا، نبی کریم ﷺ نے صرف ایک دو یا تین نہیں، بلکہ بے شمار احادیث میں اس کا ذکر کیا۔ مسلمانوں (صحابہ کرام) نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی زبانی سنا اور خود بھی اس کا ذکر حیات نبوی اور بعد میں تصدیق کرتے ہوئے، رب تعالیٰ کی فرماں برداری میں اور خود کو کمزور سمجھتے ہوئے کرتے رہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جن کا احاطہ ہمارا علم اور کتابت نہیں کر سکتی اور نہ ہی وہ بساط میں ہے۔ (تقدیر کے منکرو!) اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں (نفی تقدیر پر)

یہ یہ فرمایا ہے، تو (میں کہوں گا کہ) یہی آیات تم سے پہلے لوگوں (صحابہ) نے بھی پڑھی تھی، وہ ان کا درست مفہوم جان گئے، لیکن تم جاہل کے جاہل رہ گئے، ان سب آیات کے بعد وہ اسی کے قائل رہے کہ سب کچھ لوح محفوظ اور تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شقاوت لکھ دی ہے، جو تقدیر میں لکھا، وہ ہو کر رہے گا۔ جو اللہ چاہے، ہو جاتا ہے، جو نہ چاہے، نہیں ہوتا۔ ہم اپنے لیے نفع نقصان کے مالک نہیں۔ ان سب کے باوجود صحابہ کرام اعمال میں رغبت رکھتے تھے اور عذابات سے بچتے تھے۔ (اے عدی!) آپ نے پوچھا ہے کہ ان کے متعلق کیا حکم ہے؟ ان منکرین تقدیر میں سے آپ کو جو بھی ملے، اس کی کوڑھوں سے سیوہ کریں، پابند سلاسل کر دیں، اپنی بری رائے سے تائب ہو جائے، تو ٹھیک ہے، ورنہ سر قلم کر دیں، والسلام علیکم!''

(سنن أبي داود : 4612، الشّريعة للآجُرِّي : 529، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چھوٹے بچے کے اوپر سے نہیں گزرنا چاہیے، کیونکہ اس سے بچے کا قد پست رہ جاتا ہے۔ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: تکریم انسانی کا تقاضا یہی ہے کہ بچے کے اوپر سے نہیں گزرنا چاہیے، مگر اس میں جو نظریہ بیان کیا جاتا ہے کہ بچے کا قد پست رہ جاتا ہے یا اس کی نشو و نما نہیں ہوتی، یہ باطل نظریے اور اوہام پرستی ہے، جن کی اسلام نے تردید کی ہے۔ بدشگونی جائز نہیں۔

سوال: اگر کسی گھر میں بیماریاں اور مصائب وآلام ہوں، تو کیا گھر تبدیل کیا جا سکتا ہے؟ کیا یہ بدشگونی تو نہیں؟

جواب: بعض گھر ایسے ہوتے ہیں، جن میں نحوست ہو سکتی ہے، یہ نحوست جاہلیت

والی نحوست نہیں بلکہ اس سے مراد بے برکتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ : فِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ .

''نحوست تین چیزوں میں ہے؛ گھوڑے، عورت اور گھر میں۔''

(صحيح البخاري : 2858، صحيح مسلم : 2225)

لہٰذا اگر کسی گھر میں بیماریاں اور پریشانیاں ہوں یا برکت کی کمی محسوس ہو، تو اس گھر کو تبدیل کرنے میں حرج نہیں۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ گھروں کی بے برکتی اس وقت ہوتی ہے، جب گھر میں ذکرِ الٰہی کا اہتمام نہ ہوتا ہو۔ اس لیے گھروں میں نوافل پڑھیں، قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کی جائے اور چلتے پھرتے اللہ عزوجل کا ذکر ہو۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْفَرَ الْبُيُوتِ بَيْتٌ لَّيْسَ فِيهِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ، فَاقْرَؤُوا الْقُرْآنَ .

''سب سے زیادہ سُونا گھر وہ ہے، جس میں کتاب اللہ کی کچھ تلاوت نہ کی جائے، لہٰذا قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں۔''

(المُستدرَك على الصّحيحين للحاكم : 566/1، وسندهٗ حسنٌ)

اسی طرح بے برکتی کا سبب بننے والی چیزوں سے بھی اجتناب برتا جائے، مثلاً تصاویر آویزہ کرنا، میوزک سننا، فلمیں اور ڈرامے دیکھنا وغیرہ۔ یہ حرام اُمور نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں، بلکہ رحمت کے فرشتے بھی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔

❁ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ.

”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کتا اور تصویر ہو۔“

(صحيح البخاري : 3322، صحيح مسلم : 2106)

سوال: کیا حیوانات بھی جنات کو دیکھتے ہیں؟

جواب: گدھے کے بارے میں نص آئی ہے کہ وہ شیطان کو دیکھ کر آواز نکالتا ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيكَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهٗ رَأَى شَيْطَانًا.

”مرغ کی آواز سنیں، تو اللہ سے اس کا فضل مانگیں، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے، گدھے کی آواز سنیں، تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں، کیونکہ اس نے شیطان دیکھا ہے۔“

(صحيح البخاري : 3303؛ صحيح مسلم : 2729)

دیگر حیوانات کو بھی کبھی کبھار جنات دکھائی دے سکتے ہیں، یہ بات مشاہدات میں بھی آئی ہے کہ کئی دفعہ جانور بلا وجہ ڈر جاتے ہیں، تو یہی کہا جاتا ہے کہ انہیں کوئی ایسی چیز دکھائی دی ہے، جو عام دکھائی نہیں دیتی، واللہ اعلم!

سوال: کیا ابلیس روتا ہے؟

جواب: ابلیس کا رونا ثابت ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي، يَقُولُ : يَا وَيْلَهُ -وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ : يَا وَيْلِي- أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ .

”جب انسان سجدہ والی آیت تلاوت کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے، تو شیطان الگ تھلگ ہو کر رونے لگ جاتا ہے، کہتا ہے: ہائے! ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کرلیا، اب اس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا، مگر میں نے انکار کیا، لہٰذا میرے لیے جہنم ہے۔“

(صحيح مسلم :81)

شیطان کا یہ رونا ندامت یا توبہ کرتے ہوئے نہیں ہے، بلکہ وہ سجدہ کرنے والے انسان پر حسد کرتا ہے کہ وہ سجدہ کر کے جنت میں کیوں چلا گیا؟!!

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

بُكَاءُ إِبْلِيسَ الْمَذْكُورُ فِي الْحَدِيثِ، لَيْسَ نَدَمًا عَلٰى مَعْصِيَةٍ، وَلَا رُجُوعًا عَنْهَا، وَإِنَّمَا ذٰلِكَ لِفَرْطِ حَسَدِهِ وَغَيْظِهِ وَأَلَمِهِ مِمَّا أَصَابَهُ مِنْ دُخُولِ أَحَدٍ مِّنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ الْجَنَّةَ وَنَجَاتِهِ .

”حدیث مبارکہ میں جو ابلیس کے رونے کا ذکر ہے، یہ اس کی طرف سے نافرمانی پر ندامت یا اس نافرمانی سے رجوع کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ اس کے شدید حسد، غصے اور اس تکلیف کی وجہ سے ہے، جو اسے اولاد آدم علیہ السلام میں سے ایک شخص کے جنت میں داخل ہونے اور نجات پانے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔“

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم :274/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ منسوب ہے:

قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ عَدَّ الْأَحْدَاثَ جُمْلَةً : أَوْ دَسْعَةً تَمْلَأُ الْفَمَ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب وضوٹوٹنے والی چیزوں کا ذکر کیا، تو فرمایا: ''منہ بھر کر آنے والی قے۔''

(الهِداية :17/1)

جواب: یہ الفاظ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول و ماثور نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

''یہ روایت میرے علم میں نہیں۔''

(التّنبيه، ص 68)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية :44/1)

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) معروف نہیں۔“

(فتح القدير :41/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ اثر نہیں ملا۔“

(الدّراية :33/1)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

”یہ اثر بے اصل ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔“

(البِناية :273/1)

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول یہ الفاظ بے اصل ہیں۔“

(فتح باب العِناية بشرح النقاية :64/1)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

لَا صَلَاةَ لِلْمَرْأَةِ النَّاشِزَةِ .

”نافرمانی بیوی کی کوئی نماز نہیں۔“

جواب: بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیہ، ص 129)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

وَأَبْدِ ضَبْعَيْكَ .

”(سجدے میں) اپنے بازوؤں کا گوشت ظاہر کیجئے۔“

(الهداية :51/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ کوئی مرفوع روایت موجود نہیں۔ لہٰذا ان الفاظ کو مرفوع بیان کرنا بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیہ، ص 135)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوعًا .

”مجھے یہ روایت مرفوع نہیں ملی۔“

(الدّراية :146/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَرِدْ مَرْفُوعًا هٰكَذَا .

''یہ روایت بے اصل ہے، مرفوعاً اس طرح مروی نہیں ہے۔''

(البِناية : 246/2)

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(فتح القدير : 306/1)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ مَرْفُوعًا .

''مرفوع روایت میں یہ الفاظ (کتب حدیث میں) معروف نہیں۔''

(فتح باب العِناية بشرح النقاية : 260/1)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

إِذَا سَجَدَ الْمُؤْمِنُ سَجَدَ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهُ، فَلْيُوَجِّهْ مِنْ أَعْضَائِهِ الْقِبْلَةَ مَا اسْتَطَاعَ .

''جب مومن سجدہ کرتا ہے، تو اس کے ساتھ اس کا ہر عضو سجدہ کرتا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ جتنا ہو سکے اپنے اعضا قبلہ رو رکھے۔''

(الهِداية : 52/1)

جواب: ان الفاظ سے یہ روایت بے اصل ہے۔

۞ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیه، ص 136)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية :387/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية :147/1)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية :247/2)

۞ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے ان الفاظ کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

(فتح القدير :307/1)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) معروف نہیں۔“

(فتح باب العِناية بشرح النقاية :260/1)

تنبیہ:

مذکورہ روایت کے بعض الفاظ موقوف روایت میں منقول ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَسْجُدْ مُضْطَجِعًا، وَلَا مُتَوَرِّكًا فَإِنَّهٗ إِذَا أَحْسَنَ السُّجُودَ سَجَدَ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهُ .

”جب آپ میں سے کوئی شخص سجدہ کرے، تو لیٹ کر سجدہ مت کرے، نہ تورک کی حالت میں سجدہ کرے، کیونکہ جب وہ عمدہ طریقہ سے سجدہ کرے گا، تو اس کا ہر عضو سجدہ کر رہا ہوگا۔“

(المُعجم الكبير للطّبراني : 266/9)

سند ضعیف ہے۔ اعمش کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

❁ نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَخْتِمُ بِالْوِتْرِ .

”نبی کریم ﷺ (رکوع اور سجدے کی تسبیح کو) طاق پر ختم کرتے تھے۔“

(الهِداية :52/1)

جواب: یہ روایت حدیث کے مصادر میں نہیں ملی۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جَدًّا .

”یہ سرے سے بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية :388/1)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُذْكَرْ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں یہ روایت ذکر نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 565/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية :147/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔“

(البِناية : 249/2)

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(فتح القدير :307/1)

سوال: اس اثر کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

أَرْبَعٌ يُخْفِيهِنَّ الْإِمَامُ، وَذَكَرَ مِنْهَا التَّعَوُّذَ، وَالتَّسْمِيَةَ وَآمِينَ، وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

”ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: چار چیزوں کو امام مخفی پڑھے؛ تعوذ، تسمیہ، آمین اور ربنا لک الحمد۔“

(الهداية :49/1)

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان الفاظ سے بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ.

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 130)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ.

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية :325/1)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ .

”سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ (کتب حدیث میں) معروف ومنقول نہیں ہیں۔“

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 534/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

”ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّرایة :131/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(البِنایة : 196/2)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا، التَّعَوُّذَ وَبِسْمِ اللّٰهِ وَآمِينَ .

”امام تین چیزیں آہستہ آواز سے کہے گا؛ تعوذ، بسم اللہ اور آمین۔“

(المُحلّٰی بالآثار لابن حزم : 280/2، رقم المسئلة : 363)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابوحمزہ اعور قصاب ضعیف ومتروک ہے۔

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُتَّفَقٌ عَلٰی ضُعْفِهٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(عُمدة القاري : 237/8)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ الَّتِي يَرْوِيهَا خَاصَّةً عَنْ إِبْرَاهِيمَ مُحَالًا يُّتَابَعُ عَلَيْهَا.

''خاص ابراہیم سے اس کی راویت کی متابعت تو ناممکن ہے۔''

(الكامل في ضُعَفاء الرِّجال : 156/8)

یہ روایت بھی ابراہیم نخعی سے ہے۔

② ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

سوال: نظر کیسے لگتی ہے؟ دیکھنے سے ہی یا کسی کو احوال بیان کرنے سے بھی؟

جواب: نظر برحق ہے، اس کی حقیقت ہے، یہ مؤثر شے ہے۔ جو دیکھنے سے بھی لگ سکتی ہے اور کسی کو احوال بیان کرنے سے بھی، البتہ عام طور پر نظر آنکھوں سے دیکھنے پر لگتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کے سامنے کسی کا غائبانہ تذکرہ ہوا اور اس کی خوبیاں ذکر کی گئیں، اس سے بھی نظر لگ سکتی ہے، اسی طرح اگر کسی نابینا کو کسی کی خوبی کے متعلق خبر دی جائے، تو بھی نظر لگ سکتی ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

نَفْسُ الْعَائِنِ لَا يَتَوَقَّفُ تَأْثِيرُهَا عَلَى الرُّؤْيَةِ، بَلْ قَدْ يَكُونُ أَعْمٰى، فَيُوصَفُ لَهُ الشَّيْءُ فَتُؤَثِّرُ نَفْسُهٗ فِيهِ، وَإِنْ لَّمْ يَرَهٗ .

’’نظر لگانے والے کی روح کا مؤثر ہونا دیکھنے پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ بسا اوقات نظر لگانے والا نابینا ہوتا ہے، اسے کسی شے کا وصف بیان کیا جاتا ہے، تو اس کی روح اس شے میں اثر انداز ہو جاتی ہے، اگرچہ اس نے اس شے کو دیکھا نہیں ہوتا۔‘‘

(زاد المَعاد : 4/153)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۶۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا ابلیس ''ابوالجن'' ہے؟

جواب: بعض اہل علم نے ابلیس کو ابوالجن کہا ہے، مطلب کہ تمام جنات ابلیس کی اولاد ہیں، جیسے سیدنا آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔

ان اہل علم کی بات مبنی بر دلیل نہیں، لہٰذا ابلیس کو ابوالجن کہنے سے مجتنب رہنا چاہیے۔

اگرچہ اس پر اجماع واتفاق ہے کہ ابلیس جنات میں سے ہے اور اس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے، اس پر کتاب وسنت کی واضح نصوص ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدہ اُم منذر بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُّعَلَّقَةٌ، قَالَتْ : فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ : مَهْ مَهْ يَا عَلِيُّ، فَإِنَّكَ نَاقِهٌ، قَالَ : فَجَلَسَ عَلِيٌّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ، قَالَتْ : فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا

عَلِيٌّ مِنْ هٰذَا فَأَصِبْ، فَإِنَّهٗ أَوْفَقُ لَكَ .

''رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے، ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہمارے گھر کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تناول فرمانے لگے، ساتھ علی رضی اللہ عنہ بھی تناول فرمانے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! ٹھہر جائیے ٹھہر جائیے، کیونکہ آپ ابھی بیماری سے شفایاب ہوئے ہیں، آپ کی کمزوری ابھی باقی ہے۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، نبی کریم ﷺ تناول فرماتے رہے۔ پھر میں نے ان کے لیے چقندر اور جو (کا حلوہ) تیار کیا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علی! یہ تناول کیجئے، کیونکہ یہ آپ کو موافق ہے۔''

(سنن أبي داود : 3856، سنن التّرمذي : 2037، سنن ابن ماجه : 3442)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① فلیح بن سلیمان کثیر الخطا ہے، ایسا راوی منفرد روایت میں حجت نہیں، یہاں بھی منفرد ہے۔

② یعقوب بن ابی یعقوب کا سیدہ اُم منذر رضی اللہ عنہا سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

سوال: ہمارے گھر سے چیزیں غائب ہو جاتی ہیں، مجھے یقین ہے کہ گھر کے افراد میں سے کوئی بھی غائب نہیں کرتا، کیا یہ کسی جن کا کام ہے اور اس سے جھٹکارا کیسا پایا جائے؟

جواب: اگر گھر سے چیزیں غائب ہوتی ہیں اور گھر کا کوئی فرد یہ کام نہیں کرتا، تو یہ جنات کا کام بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ جنات میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ جب گھر میں شیاطین کا بسیرا ہو، تو وہ ایسی شرارتیں کرتے رہتے ہیں، بسا اوقات جادوگر کی مدد سے بھی

ایسے کام کروائے جاتے ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اپنے گھر سے شیاطین کا غلبہ ختم کریں، جس کے لیے درج ذیل اُمور قابل غور ہیں؛

① گھر میں بکثرت تلاوت کریں، خاص طور پر سورت بقرہ کی تلاوت کی جائے، بلکہ ہر روز سورت بقرہ پڑھی جائے، بہت جلد جنات گھر خالی کر دیں گے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ .

”گھروں کو قبرستان نہ بنائیں، جس گھر میں سورت بقرہ تلاوت کی جاتی ہے، شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔“

(صحيح مسلم : 780)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامًا وَسَنَامُ الْقُرْآنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ تُقْرَأُ خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي يُقْرَأُ فِيهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ .

”ہر چیز کی چوٹی ہوتی ہے اور قرآن کی چوٹی (فضیلت وعظمت کے اعتبار سے) سورت بقرہ ہے۔ شیطان جب کسی گھر میں سورت بقرہ کی تلاوت سنتا ہے، تو وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔“

(المستدرك للحاكم : 561/1؛ وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ گھر میں شیاطین کا بسیرا ہو، تو سورت بقرہ پڑھنے سے بھاگ جاتے ہیں اور اگر موجود نہ ہوں، تو داخل نہیں ہو سکتے۔

اگر کوئی اتنی زیادہ مقدار میں روزانہ تلاوت نہیں کر سکتا، تو وہ مندرجہ آیات پڑھ لے، ان شاء اللہ آفاقہ ہوگا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَنْ قَرَأَ أَرْبَعَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ وَآيَتَيْنِ بَعْدَ آيَةِ الْكُرْسِيِّ وَثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَمْ يَقْرَبْهُ يَوْمَئِذٍ شَيْطَانٌ، وَلَا يُقْرَأُ عَلٰى مَجْنُونٍ إِلَّا أَفَاقَ.

''جس نے سورت بقرہ کی ابتدائی چار آیات، آیت الکرسی، آیت الکرسی کے بعد والی دو آیات اور سورت بقرہ کی آخری تین آیات پڑھیں، اس دن اس کے قریب شیطان نہیں آ سکتا اور اگر یہ تمام آیات کسی مجنون پر پڑھی جائیں، تو اسے آفاقہ ہو جائے گا۔''

(فضائل القرآن للمُستَغفِري : 1135، وسندهٗ حسنٌ)

② گھر میں نوافل کا اہتمام کریں۔

③ گھر میں اذان کہیں، کیونکہ اذان کی آواز سے شیطان ہوا خارج کرتا ہوا، بھاگ جاتا ہے۔ یہ مجرب بات ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ.

”نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے، تو شیطان گوز مارتا ہوا اتنی دور چلا جاتا ہے، جہاں سے اذان کی آواز سنائی نہ دے سکے۔“

(صحیح البخاري : 608، صحیح مسلم : 389)

④ صبح وشام کے اذکار کی پابندی کریں۔ شیطان نقصان نہیں پہنچائے گا۔

⑤ گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھیں، شیطان گھر میں داخل نہیں ہو سکے گا، اسی طرح کھانا کھاتے ہوئے بھی بسم اللہ پڑھیں، شیطان کمزور ہو جائے گا، بالآخر وہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ، قَالَ الشَّيْطَانُ : لَا مَبِيتَ لَكُمْ، وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ، فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهٖ، قَالَ الشَّيْطَانُ : اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ، قَالَ : اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ .

”آدمی گھر داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرے (بسم اللہ پڑھے)، تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے: آج تمہیں کھانا اور رہائش نہیں مل پائے گی اور اگر گھر داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے، تو شیطان کہتا ہے، تمہاری رہائش اور خوراک کا بندوبست ہو گیا ہے۔“

(صحیح مسلم : 2018)

⑥ رات کو گھر کا دروازہ بند کریں، برتن ڈھانپ کر رکھیں اور بیت الخلاء کا

دروازہ ہر وقت بند رکھیں۔

سوال: ایک شخص جادوگر کے پاس گیا، تاکہ اپنے اوپر کیے گئے جادو کا علاج کرا سکے، اس نے علاج کرایا، بعد میں اسے احساس ہوا کہ وہ کفر کر بیٹھا ہے، کیا اس کے لیے توبہ کی کوئی سبیل ہے؟

جواب: یقیناً سچے دل سے توبہ کی جائے، تو ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ جس نے جادو کے ذریعہ جادو کا علاج کرایا، یقیناً اس نے کفر کا ارتکاب کیا، اب چونکہ وہ شرمندہ ہے اور توبہ کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے رب تعالیٰ کے حضور توبہ واجب ہے۔ وہ توبہ کرے، ان شاء اللہ اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوءً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾(النّساء : ۱۱۰)

”جو بُرا کام کر بیٹھے یا اپنی جان پر ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے، تو اللہ کو خوب بخشنے والا اور بڑا مہربان پائے گا۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾(آل عمران : ۱۳۵)

”(مومن) جب کوئی گناہ یا بُرائی کر بیٹھتے ہیں، تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں، اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ یہ لوگ

اپنے گناہوں پر مصر نہیں رہتے۔''

سوال: کسی کو نظر سے بچانے کے لیے کیا کہنا چاہیے؟

جواب: کسی کا حسن و جمال یا کوئی خوبی دل کو اچھی لگے، تو اسے برکت کی دعا دینی چاہیے، ماشاء اللہ یا بارک اللہ فیک جیسے کلمات کہنے چاہییں، اس سے نظر نہیں لگے گی، کیونکہ نظر برحق ہے۔

❁ ابواُمامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اغْتَسَلَ أَبِي سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ بِالْخَرَّارِ، فَنَزَعَ جُبَّةً كَانَتْ عَلَيْهِ، وَعَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ يَنْظُرُ، قَالَ : وَكَانَ سَهْلٌ رَجُلًا أَبْيَضَ حَسَنَ الْجِلْدِ، قَالَ : فَقَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ : مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ، وَلَا جِلْدَ عَذْرَاءَ، قَالَ : فَوُعِكَ سَهْلٌ مَكَانَهُ، وَاشْتَدَّ وَعْكُهُ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخْبِرَ أَنَّ سَهْلًا وُعِكَ، وَأَنَّهُ غَيْرُ رَائِحٍ مَعَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ سَهْلٌ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِ عَامِرٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، أَلَّا بَرَّكْتَ، إِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ، تَوَضَّأْ لَهُ، فَتَوَضَّأَ لَهُ عَامِرٌ، فَرَاحَ سَهْلٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ .

''میرے والد گرامی سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ خرار میں غسل کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے

جبہ اتارا، اسی اثنا میں سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے۔ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ گورے اور خوبصورت رنگت والے تھے، سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: میں نے آج تک اتنا خوبصورت جسم کسی کنواری کا بھی نہیں دیکھا۔ تو سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو اسی وقت بخار چڑھ گیا اور بخار شدید سے شدید ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور بتایا کہ اللہ کے رسول! سہل رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا ہے اور وہ اب آپ کے ساتھ (سفر پر) جانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، تو سہل رضی اللہ عنہ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی ساری بات گوش گزار کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرنا چاہتا ہے؟ (اے عامر!) بھلا آپ نے برکت کی دعا کیوں نہ کی (بارک اللہ فیک کیوں نہ کہا) کیونکہ نظر برحق ہے۔ لہٰذا اب سہل کے لیے وضو کیجئے۔ عامر رضی اللہ عنہ نے سہل رضی اللہ عنہ کے لیے وضو کیا، (وضو کا پانی سہل رضی اللہ عنہ پر بہایا گیا، جس سے انہیں آفاقہ ہو گیا۔) تو سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (سفر پر) روانہ ہو گئے۔"

(موطأ الإمام مالك : 938/2، جامع ابن وهب : 641، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 7570، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦١٠٥) نے "صحیح" قرار دیا ہے۔

سوال: کیا کرامت صرف علما کے ہاتھوں ظاہر ہوتی ہے؟

جواب: کرامت صحیح العقیدہ اور متبع سنت کے ہاتھوں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے لیے

عالم دین ہونا ضروری نہیں، بلکہ ایک سادہ عام مسلمان جو عقیدہ میں صحیح ہو، سنت پر قائم ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو اور اخلاص کا پیکر ہو، تو اس کے ہاتھوں بھی کرامت ظاہر ہو سکتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہے عنایت کر دے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ : اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ، فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ، فَأَفْرَغَ مَاءَهٗ فِي حَرَّةٍ، فَإِذَا شَرْجَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهٗ، فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهٖ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهٖ، فَقَالَ لَهٗ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ؟ قَالَ : فُلَانٌ ـلِلِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِـ فَقَالَ لَهٗ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي؟ فَقَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَاؤُهٗ يَقُولُ : اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ، لِاسْمِكَ، فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا؟ قَالَ : أَمَّا إِذْ قُلْتَ هٰذَا، فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ، وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا، وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهٗ.

”ایک دفعہ ایک شخص کسی صحرا میں تھا۔ اس نے ایک بادل میں آواز سنی: ”فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔“ وہ بادل ایک طرف ہوا اور پتھریلی زمین میں برسا۔ ایک نالی نے وہ سارا پانی اپنے اندر اکٹھا کر لیا، وہ شخص پانی کے پیچھے پیچھے چل پڑا، تو وہاں ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا اپنے کدال سے پانی کا رخ (اپنے

باغ کی طرف) سیدھا کر رہا تھا۔اس آدمی نے پوچھا: اللہ کے بندے! آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: فلاں، وہی نام جو اس نے بادل میں سنا تھا۔ پھر اس (کسان) نے پوچھا: اللہ کے بندے! آپ مجھ سے میرا نام کیوں پوچھ رہے ہیں؟ عرض کیا: جس بادل کا یہ پانی ہے، میں نے سنا کہ اسے یہ کہا جا رہا تھا: فلاں کے باغ کو سیراب کرو، اس میں آپ کا نام لیا گیا تھا۔آپ اس میں کیا کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ آپ نے یہ پوچھ ہی لیا ہے، تو میں (بتاتا ہوں کہ میں) اس باغ سے جو کچھ حاصل کرتا ہوں، (اس کے تین حصہ کر دیتا ہوں) ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں، ایک تہائی میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں اور ایک تہائی اسی (باغ کی دیکھ بھال) میں لگا دیتا ہوں۔“

(صحيح مسلم : 2984)

سوال: کیا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر جادوگر کو قتل کرنا جائز ہے؟

جواب: جو جادوگر کفریہ جادو کرتا ہے، اس کی سزا قتل ہے، یہ شرعی حد ہے، جسے نافذ کرنا حاکم وقت کی ذمہ داری ہے، عام آدمی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا کوئی شخص حاکم وقت کی اجازت کے بغیر جادوگر کو قتل مت کرے۔

سوال: اگر کسی کے سامنے جنات کی جماعت آئے، تو کیا اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جا سکتی ہے؟

جواب: اگر کسی کی کافر جنات کے ساتھ ملاقات ہو، تو وہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت ضرور دے، کیونکہ جنات بھی شرع محمدی کے مکلّف ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت جنات کی طرف بھی ہے۔

❁ علقمہ بن قیس نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقُلْتُ : هَلْ شَهِدَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ؟ قَالَ : لَا، وَلٰكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَفَقَدْنَاهُ فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الْأَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ، فَقُلْنَا : اسْتُطِيرَ أَوِ اغْتِيلَ، قَالَ : فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا هُوَ جَاءٍ مِنْ قِبَلِ حِرَاءٍ، قَالَ : فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ، فَقَالَ : أَتَانِي دَاعِي الْجِنِّ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ قَالَ : فَانْطَلَقَ بِنَا فَأَرَانَا آثَارَهُمْ وَآثَارَ نِيرَانِهِمْ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ فَقَالَ : لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ.

”میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا لیلۃ الجن کو آپ میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا؟ فرمایا: نہیں، دراصل ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا، ہم نے آپ کو وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا، (مگر آپ نہ ملے) تو ہم سوچنے لگے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اڑا لیا گیا ہے یا شہید کر دیا گیا ہے۔ ہم نے بڑی مشکل میں رات گزاری،

جب صبح ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ غار حرا کی طرف سے تشریف لا رہے تھے، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو گم پایا، تو آپ کو تلاش کرتے رہے، لیکن آپ ہمیں نہ ملے، ہماری رات بہت بری گزری، فرمایا: میرے پاس جنات کی طرف سے دعوت دینے والا آیا، تو میں اس کے ساتھ چلا گیا، میں نے ان پر قرآنی آیات کی تلاوت کی۔ پھر نبی کریم ﷺ ہمیں ساتھ لے گئے اور ہمیں ان کے قدموں کے نقوش اور ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔ جنات نے نبی کریم ﷺ سے خوراک کا مطالبہ بھی کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ ہر اس جانور کی ہڈی کھا سکتے ہیں، جو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے، آپ کے ہاتھ میں ہڈی آئے گی، تو اس پر پہلے سے زیادہ گوشت چڑھ جائے گا، نیز لید تمہارے چوپائیوں کا چارہ ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا: ان دو چیزوں (ہڈی اور لید) سے آپ استنجا نہ کیا کریں، کیونکہ یہ آپ کے بھائیوں (جنات) کی خوراک ہے۔''

(صحیح مسلم: 450)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَقَاءَ أَوْ رَعَفَ فَلْيَضَعْ يَدَهٗ عَلٰى فَمِهٖ وَلْيُقَدِّمْ مَنْ لَّمْ يُسْبَقْ بِشَيْءٍ .

''جب آپ میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اسے قے آ جائے یا نکسیر پھوٹ جائے، تو اسے چاہیے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے اور غیر مسبوق (جس کی کوئی

رکعت نہ رہتی ہو) کو آگے کر دے۔‘‘

(الھِدایة :1/60)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت کتب حدیث میں مذکور نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَہُ .

’’یہ روایت میرے علم میں نہیں۔‘‘

(التّنبیہ، ص 152، التّنبیہ علی مشکلات الھدایة لابن أبي العز الحنفي : 2/622)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِیبٌ .

’’یہ بے اصل روایت ہے۔‘‘

(نصب الرّایة : 2/62)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْہُ ھٰکَذَا .

’’ان الفاظ سے مجھے یہ روایت نہیں ملی۔‘‘

(الدّرایة :1/174)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ھٰذَا بِھٰذَا اللَّفْظِ غَرِیبٌ .

’’ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔‘‘

(البِنایة : 2/383)

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدير :379/1)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”یہ روایت کتب حدیث میں معروف نہیں۔“

(فتح باب العِناية بشرح النقاية :295/1)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي الصَّحْرَاءِ فَلْيَجْعَلْ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةً .

”آپ میں سے کوئی شخص جب صحراء میں نماز پڑھے، تو اسے چاہیے کہ اپنے سامنے سترہ رکھ لے۔“

(الهِداية :63/1)

جواب: اس روایت میں صحراء کا ذکر بے اصل ہے، کتب حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت موجود نہیں۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ سے یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 80/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ بِقَيْدِ الصَّحْرَاءِ .

''صحراء کی قید کے ساتھ مجھے کوئی روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية :179/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ سے یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 428/2)

❀ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ سے یہ روایت بے اصل ہے۔''

(فتح القدير :406/1)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : «فِي الصَّحْرَاءِ» غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

''اس روایت میں ''صحراء'' کا لفظ غیر معروف ہے۔''

(فتح باب العِناية بشرح النقاية :316/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

يُصَلِّي الْمَرِيضُ قَائِمًا، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلٰى قَفَاهُ يُومِئُ إِيمَاءً، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاللّٰهُ أَحَقُّ بِقُبُولِ الْعُذْرِ مِنْهُ .

''مریض کھڑے ہوکر نماز پڑھے گا، اگر سکت نہیں، تو بیٹھ کر پڑھ لے، اگر اتنی سکت نہیں، تو گدی کے بل اشارے سے پڑھ لے اور اگر اتنی بھی سکت نہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کر لے گا۔''

(الهِداية : 77/1)

جواب: اس روایت کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا بے اصل ہے۔ کتب متداولہ میں اس روایت کا وجود نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ مَرْفُوعًا .

''یہ روایت مرفوعاً میرے علم میں نہیں۔''

(التّنبيه، ص 175)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 176/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لِهٰذَا فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔“

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 716/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

”ان الفاظ سے مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّرایة :209/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِنایة : 639/2)

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ . ”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدیر : 4/2)

سوال: درج ذیل عبارت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❁ فقہ حنفی میں ہے:

...... هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

”......سجدہ تلاوت کا یہ طریقہ (کہ نمازی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کو جائے، رفع الیدین نہ کرے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھائے۔) سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔“

(الهِداية : 79/1)

جواب: کتب حدیث میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی کوئی روایت نہیں ملی، جس میں سجدہ تلاوت کا مذکورہ طریقہ موجود ہو۔ لہٰذا اس طریقہ سجدہ کی نسبت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ عَنْهُ .

”سجدہ کا یہ طریقہ مجھے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی روایت میں نہیں ملا۔“

(التّنبیه، ص 178)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”(سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف یہ نسبت) بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 179/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ .

”یہ روایت بے اصل اور غیر ثابت ہے۔“

(البِناية : 677/2)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

اَلسَّجْدَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَهَا وَعَلٰى مَنْ تَلَاهَا .

”سجدہ تلاوت ہر سننے والے اور پڑھنے والے پر ہے۔“

(الهداية: 78/1)

جواب: اس روایت کو مرفوع بیان کرنا بے اصل ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَشْهُورُ وَقْفُهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ .

”مشہور یہی ہے کہ یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف ہے (مرفوع بیان کرنا بے اصل ہے)۔“

(التّنبيه، ص 178)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية: 178/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَيْرُ مَذْكُورٍ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں اس روایت کا ذکر تک نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية: 721/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوعًا .

”مجھے یہ روایت مرفوع نہیں ملی۔“

(الدّراية :210/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَمْ يَثْبُتْ .

”یہ روایت بے اصل اور غیر ثابت ہے۔“

(البِناية : 661/2)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفْعُهٗ غَرِيبٌ .

”اس روایت کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 13/2)

سوال: کیا سیدنا آدم علیہ السلام سے پہلے زمین پر کوئی رہتا تھا؟

جواب: اس بارے میں کتاب وسنت نے آگاہی نہیں دی، لہٰذا اس میں کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہے۔ اگرچہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ زمین پر آدم علیہ السلام سے پہلے جنات آباد تھے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَوَّلُ مَنْ سَكَنَ الْأَرْضَ الْجِنُّ، فَأَفْسَدُوا فِيهَا، وَسَفَكُوا فِيهَا الدِّمَاءَ، وَقَتَلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا .

”زمین میں سب سے پہلے جس مخلوق نے سکونت اختیار کی، وہ جنات تھے، انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا، خون بہایا اور ایک دوسرے کو قتل کیا۔“

(تفسير الطّبري :477/1، 482)

سند ضعیف ہے۔ بشر بن عمارہ کوفی ضعیف ومتروک ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵٦۵)

غلام مصطفیٰ ظہیرامن پوری

سوال: کیا ابلیس قیامت تک زندہ رہے گا؟

جواب: ابلیس لعین کو اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہے، اسے قیامت تک زندہ رکھا ہے، کئی اُمور پر دسترس دی ہے اور اسے انسانوں اور جنات کے لیے آزمائش بنایا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ٭ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ٭ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ﴾ (الحِجر : ٣٦-٣٨، ص ٧٩-٨١)

''اس (ابلیس) نے کہا؛ میرے رب! مجھے اس دن (قیامت) تک مہلت دے، جس دن لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔ اس (اللہ تعالیٰ) نے کہا، (جا) تجھے ایک وقت معلوم تک مہلت دے دی گئی۔''

سوال: کیا جادو سے قتل بھی ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، جادو سے قتل بھی ہو سکتا ہے، مگر جادو کا نقصان اسی وقت ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نقصان ہونے دے، فی نفسہ جادوگر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

أَصَابَهَا مَرَضٌ وَأَنَّ بَعْضَ بَنِي أَخِيهَا ذَكَرُوا شَكْوَاهَا لِرَجُلٍ

مِنَ الزُّطِّ يَتَطَبَّبُ، وَأَنَّهُ قَالَ لَهُمْ : إِنَّكُمْ لَتَذْكُرُونَ امْرَأَةً مَسْحُورَةً سَحَرَتْهَا جَارِيَةٌ لَّهَا فِي حِجْرِ الْجَارِيَةِ الْآنَ صَبِيٌّ قَدْ بَالَ فِي حِجْرِهَا، فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ : ادْعُوا لِي فُلَانَةً، لَجَارِيَةٍ لَهَا، قَالُوا : فِي حِجْرِهَا فُلَانٌ لِصَبِيٍّ لَّهُمْ، قَدْ بَالَ فِي حِجْرِهَا فَقَالَتْ : إِيْتُونِي بِهَا فَأُتِيَتْ بِهَا فَقَالَتْ : سَحَرْتِنِي؟ قَالَتْ : نَعَمْ، قَالَتْ : لِمَهْ؟ قَالَتْ : أَرَدْتُ أَنْ أُعْتَقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَعْتَقَتْهَا عَنْ دُبُرٍ مِّنْهَا، فَقَالَتْ : إِنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ أَنْ لَا تُعْتَقِي أَبَدًا انْظُرُوا أَسْوَأَ الْعَرَبِ مَلَكَةً فَبِيعُوهَا مِنْهُمْ، وَاشْتَرَتْ بِثَمَنِهَا جَارِيَةً فَأَعْتَقَتْهَا .

”آپ رضی اللہ عنہا سخت بیمار ہو گئیں، آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کی بیماری کا تذکرہ کسی طبیب کے گوش گزار کیا، (پوری صورت حال سننے کے بعد) اس نے انہیں کہا: تم جس خاتون کے متعلق بیان کر رہے ہو، ان پر جادو کیا گیا ہے، ان پر جادو انہیں کی لونڈی نے کیا ہے، جس کی گود میں ابھی بچہ ہے اور بچے نے اس کی گود میں پیشاب کر دیا ہے۔ (بھانجوں نے آ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا، تو) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میری فلاں لونڈی کو بلا لائیں، بھانجوں نے عرض کیا: اس کی گود میں ایک بچہ بھی ہے، جس نے اس کی گود میں پیشاب کر دیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آئیں، تو اسے

لایا گیا، سیدہ نے پوچھا: تم نے مجھ پر جادو کیا ہے؟ کہنے لگی: ہاں، سیدہ نے فرمایا: کیوں؟ کہنے لگی: میں چاہتی تھی کہ میں آزاد ہو جاؤں۔ دراصل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے مدبر بنایا ہوا تھا (مدبر اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں، جو مالک کی وفات کے بعد آزاد ہو جاتا یا جاتی ہے۔) تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں کبھی آزادی نہ ملے۔ (پھر بھانجوں سے فرمایا:) عرب کے برے آدمی کو دیکھیں اور اس لونڈی کو اسے فروخت کر دیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی کی قیمت کے بدلے دوسری لونڈی خریدی، پھر اسے آزاد کر دیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 24126، الأدب المفرد للبخاري : 162، سنن الدّارقطني : 4267، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 16506، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) نے شیخین کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کیا اچھے مقاصد کے لیے جادو سے مدد لی جا سکتی ہے؟

جواب: جادو شیطانی راستہ ہے، رب تعالیٰ کی نافرمانی ہے، بلکہ بسا اوقات جادو کفر ہوتا ہے، اس لیے اچھے کاموں اور اچھے مقاصد کے لیے بھی جادو سے مدد لینا جائز نہیں۔

سوال: کیا آبِ زمزم کو جادو کے علاج میں استعمال کیا جا سکتا ہے؟

جواب: زمزم مبارک پانی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں شفا رکھی ہے، لہٰذا جادو کے توڑ کے لیے سورت بقرہ یا دَم کے ساتھ ساتھ زمزم کو بطور علاج استعمال کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُنْذُ كَمْ أَنْتَ هَاهُنَا؟ قَالَ : قُلْتُ : مُنْذُ ثَلَاثِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، قَالَ

: مُنْذُ ثَلَاثِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : فَمَا كَانَ طَعَامُكَ؟ قُلْتُ : مَا كَانَ لِي طَعَامٌ وَلَا شَرَابٌ إِلَّا مَاءَ زَمْزَمَ، وَلَقَدْ سَمِنْتُ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ عُكَنُ بَطْنِي، وَمَا أَجِدُ عَلٰى كَبِدِي سَخْفَةَ جُوعٍ، قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، وَهِيَ طَعَامُ طُعْمٍ، وَشِفَاءُ سُقْمٍ .

”آپ یہاں (حرم) میں کب سے ہیں؟ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تیس دنوں سے یہاں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، تیس دنوں سے یہاں ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: آپ کا کھانا کیا تھا؟ عرض کیا: آبِ زمزم کے علاوہ میرا کوئی کھانا پینا نہیں تھا، یقیناً میں موٹا ہوگیا ہوں، میرے پیٹ کی سلوٹیں ختم ہوگئی ہیں، میں نے اپنے کلیجے میں بھوک کی وجہ سے لاغری اور کمزوری تک محسوس نہیں کی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آبِ زمزم بابرکت پانی ہے، یہ کھانا بھی اور بیماری کی شفا بھی۔“

(مُسند الطّيالسي، ص 61، ح : 457، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ صحیح مسلم (۲۴۷۳) میں ہے:

إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ .

”آبِ زمزم بابرکت پانی ہے، یہ کھانا ہے۔“

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَرَّبْتُ أَنَا وَغَيْرِي مِنَ الْاسْتِشْفَاءِ بِمَاءِ زَمْزَمَ أُمُورًا عَجِيبَةً،

وَاسْتَشْفَيْتُ بِهِ مِنْ عِدَّةِ أَمْرَاضٍ، فَبَرَأْتُ بِإِذْنِ اللّٰهِ، وَشَاهَدْتُ مَنْ يَتَغَذّٰى بِهِ الْأَيَّامَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَرِيبًا مِّنْ نِصْفِ الشَّهْرِ أَوْ أَكْثَرَ وَلَا يَجِدُ جُوعًا، وَيَطُوفُ مَعَ النَّاسِ كَأَحَدِهِمْ، وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ رُبَّمَا بَقِيَ عَلَيْهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَكَانَ لَهُ قُوَّةٌ يُجَامِعُ بِهَا أَهْلَهُ، وَيَصُومُ وَيَطُوفُ مِرَارًا .

”میں اور کئی دوسروں نے زمزم سے علاج میں عجیب اُمور کا مشاہدہ کیا۔ میں نے متعدد امراض کا علاج زمزم سے کیا ہے، اللہ کے حکم سے شفایاب ہوا۔ نیز میں نے ایک شخص کو دیکھا، جو نصف ماہ یا اس سے بھی زیادہ مدت تک صرف زمزم پیتا رہا، اسے بھوک محسوس نہیں ہوتی تھی اور وہ طواف بھی کرتا تھا۔ نیز اس نے مجھے بتایا کہ وہ چالیس دن تک صرف زمزم پر گزارا کرتا رہا اور اس کے جسم میں اتنی قوت تھی کہ وہ بیوی سے مجامعت بھی کرتا تھا، روزہ بھی رکھتا رہا اور کئی بار طواف بھی کیا۔“

(زاد المَعاد في هدي خير العِباد : 361/4)

سوال: کیا جادو کے ذریعہ شوہر کو بیوی سے خلوت نشینی کرنے سے روکا جا سکتا ہے؟

جواب: جادو کی حقیقت ہے، یہ موثر شے ہے، اس کے ذریعے انسان قتل تک ہو جاتا ہے، لہٰذا جادو شوہر کو بیوی سے ملاقات سے روک سکتا ہے یا شوہر بیوی کے پاس جائے، مگر ازدواج قائم نہ کر پائے، ایسا ممکن ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿...... فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا

هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ......﴾(البقرة: ١٠٢)

”......لوگوں نے ان دونوں (ہاروت و ماروت فرشتوں) سے وہ شے (جادو) سیکھ لی، جس کے ذریعہ لوگ میاں بیوی کے درمیان جدائی کراتے ہیں، جبکہ وہ جادو کے ذریعہ کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا اذن ہو......۔“

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جادو کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان جدائی کرائی جا سکتی ہے، اب یہ جدائی طلاق کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے اور ازدواج کی صورت میں بھی۔ مگر یہ نقصان اسی وقت ہوگا، جب اللہ تعالیٰ نے مقدر میں لکھا ہوگا۔

کہا جاتا ہے: ”فلاں کو باندھ دیا گیا ہے۔“ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ فلاں شخص ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ، حَتّٰى كَانَ يَرٰى أَنَّهُ يَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِنَّ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا، حالت یہ ہوگئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال گزرتا کہ بیویوں کے پاس گئے ہیں، جبکہ ان کے پاس نہیں گئے ہوتے تھے۔“

(صحيح البخاري: 5765)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا اور جادو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی متاثر ہوئی۔

سوال: کیا جادو اور نظر بد صرف مسلمانوں کو لاحق ہوتے ہیں یا کفار کو بھی؟

جواب: جادو اور نظر بد امراض ہیں، جو ہر ایک کو لاحق ہو سکتے ہیں، یہاں تک کہ جاندار اور بے جان اشیا بھی اس کا شکار ہو سکتے ہیں۔

ہر دور کے کفار جادو اور نظر بد کی حقیقت کے قائل رہے ہیں، البتہ ملحدین انکار کرتے رہے ہیں۔ انہیں بھی جادو یا نظر بد لاحق ہو سکتے ہیں، بلکہ ہوتے ہیں۔ البتہ اس کی مقدار ملحدین وغیرہ میں کم پائی جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے، شیطان پہلے سے ہی ان پر قابض ہے، لہٰذا انہیں مزید شیطانی حملے کا شکار کرنے کی ضرورت نہیں۔

جبکہ مسلمانوں پر ان چیزوں کا اثر ہوتا ہے، یہ مؤمن کی آزمائش اور امتحان ہیں، جن سے اہل ایمان کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! سب سے سخت مصائب کن پر آتی ہیں؟ فرمایا:

اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِينِهٖ، فَإِنْ كَانَ دِينُهٗ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهٖ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلٰى حَسَبِ دِينِهٖ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَتْرُكَهٗ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ.

”سب زیادہ مصائب انبیائے کرام علیہم السلام کو آئیں، پھر ان سے کم فضیلت والوں کو، پھر ان سے کم فضیلت والوں کو۔ پس آدمی کو دینداری کے مطابق آزمایا جاتا ہے، دین میں جس قدر صلابت ہو، مصیبت میں اسی قدر شدت ہوتی ہے، دین میں ڈھیلا پن ہو، تو آزمائش بھی اسی طرح کی ہوتی ہے۔ مؤمن بندہ بلاؤں کا ہی شکار رہتا ہے، حتی کہ جب اس کا پیچھا چھوڑتی ہیں، تو

وہ گناہوں سے پاک زمین پر ٹہلتا پھرتا ہے۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 3/128، سنن التّرمذي : 2398، سنن ابن ماجه : 4023،
السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 7439، وسندہٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۰) نے شیخین کی شرط پر ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

سوال: کیا کسی مسلمان کو کافر کی نظر لگ سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، کافر کی نظر بھی لگ سکتی ہے۔

سوال: کیا خوبصورت بیوی کو شوہر کی نظر لگ سکتی ہے؟

جواب: لگ سکتی ہے۔ شوہر کو چاہیے کہ جب بیوی کی خوبصورتی دل کو بھائے، تو بَارَكَ اللّٰهُ فِيكِ یا مَا شَاءَ اللّٰهُ جیسے کلمات کہا کرے، ان شاء اللہ نظر نہیں لگے گی۔

سوال: کیا انسان کو اپنی نظر بھی لگ سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، خود کو اپنی نظر بھی لگ سکتی ہے، لہٰذا جب اپنی کسی خوبی کے متعلق سوچیں یا دیکھیں، تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِي یا مَا شَاءَ اللّٰهُ یا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ جیسے کلمات پڑھیں۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ يَعِينُ الرَّجُلُ نَفْسَهٗ .

’’کبھی انسان کو اپنی ہی نظر لگ جاتی ہے۔‘‘

(زاد المَعاد : 4/154)

سوال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

(المائدۃ : ٤٤)

”جو اللہ کے نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلہ نہ کرے، تو وہ لوگ کافر ہیں۔“

اگر کوئی حکمران خلاف شرع فیصلہ کر دے، تو کیا وہ کافر ہو جاتا ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے؟

جواب: اس آیت کی مختلف تفاسیر کی گئیں ہیں۔

① یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتے، لہٰذا وہ کافر ہیں۔ اس بنیاد پر اگر کوئی مسلم حکمران جانتے بوجھتے کسی ثابت شدہ شرعی فیصلہ کا سرے سے انکار کر دے، تو وہ کافر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے شریعت کے ایک ثابت شدہ اجماعی و اتفاقی مسئلہ کا انکار کیا ہے۔ مثلاً کوئی حکمران کہے کہ میں شادی شدہ زانی کی شرعی حد رجم کو تسلیم نہیں کرتا، تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے رجم کے بارے میں متواتر دلائل کا انکار کیا ہے، نیز اجماع اُمت کی مخالفت کی ہے۔

② اس آیت میں کفر سے مراد ایسا کفر نہیں، جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دے، اسے کفر دون کفر کہتے ہیں، یہ سخت کبیرہ گناہ ہے۔ کفر کے درجات ہیں، ہر کفر اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

لہٰذا اس تفسیر کے مطابق یہ آیت اس حکمران کے بارے میں ہے، جو شرعی فیصلے کا کلی طور پر منکر نہ ہو، مگر کسی لالچ، خوف یا تساہل کا شکار ہو جائے اور شرعی فیصلے کے مطابق فیصلہ نہ کرے، مثلاً کسی شادی شدہ زانی کو رجم نہ کرے، مگر رجم کی حد کو حق اور سچ تسلیم کرے، تو ایسا حکمران سخت کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، کافر نہیں ہے۔

❁ طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ : ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المائدة : ٤٤) قَالَ : هِيَ كَبِيرَةٌ قَالَ ابْنُ طَاوُسٍ : وَلَيْسَ كَمَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ .

”سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المائدة : ٤٤)”جو اللہ کے نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلہ نہ کرے، تو وہ لوگ کافر ہیں۔“ کے متعلق سوال ہوا، تو فرمایا : (یہاں کفر سے مراد) کبیرہ گناہ ہے۔ عبداللہ بن طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں : یہ شخص اس آدمی کی طرح (کافر نہیں ہے) جو اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں کے ساتھ کفر کرتا ہے۔“

(تفسير عبد الرزّاق : 713، تفسير ابن أبي حاتم : 1143/4، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال : جادوگر کا کیا حکم ہے؟

جواب : جادو کی بعض اقسام کفر ہیں، ان سے آدمی کافر و مشرک ہو جاتا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے۔ اگر کوئی جادوگر کفریہ جادو کرتا ہے یا لوگوں کے لیے تباہی کا سامان کرتا ہے، تو حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ اسے قانون کے شکنجے میں لائے، اسے توبہ کرنے کا موقع دیا جائے، توبہ کر لے، تو درست، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے، جادوگر کو قتل کرنا ثابت ہے۔

❁ بجالہ بن عبدہ تمیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

كَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنِ اقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ، قَالَ

: فَقَتَلْنَا ثَلَاثَ سَوَاحِرَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ہمیں) خط لکھا کہ ہر جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کر دیں، تو ہم نے (تحقیق کے بعد) تین جادوگروں کو قتل کر دیا۔''

(مسند الشّافعي، ص 383، الأمّ : 293/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ سَاحِرًا كَانَ يَلْعَبُ عِنْدَ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ، فَكَانَ يَأْخُذُ السَّيْفَ فَيَذْبَحُ نَفْسَهٗ، وَيَعْمَلُ كَذَا، وَلَا يَضُرُّهٗ، فَقَامَ جُنْدُبُ إِلَى السَّيْفِ فَأَخَذَهٗ، فَضَرَبَ عُنُقَهٗ، ثُمَّ قَرَأَ : ﴿أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ﴾(الأنبياء : ٣)

''سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک جادوگر جادوئی کرتب کر رہا تھا، وہ تلوار ہاتھ میں پکڑتا، اپنے آپ کو ذبح کر لیتا، مگر اسے کچھ نہ ہوتا تھا، اسی طرح کے اور بھی کرتب کر رہا تھا، تو سیدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہی تلوار پکڑی اور اس جادوگر کی گردن مار دی، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی : ﴿أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ﴾(الأنبياء : ٣)''کیا تم جادو کا ارتکاب کرتے ہو، جبکہ تم بخوبی دیکھتے بھی ہو۔''

(سنن الدّارقطني : 3205، معرفة الصّحابة لأبي نعيم : 1588، واللّفظ لهٗ، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 234/8، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ جَارِيَةً لِّحَفْصَةَ سَحَرَتْهَا وَوَجَدُوا سِحْرَهَا، فَاعْتَرَفَتْ بِهٖ،

فَأَمَرْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ زَيْدٍ، فَقَتَلَهَا، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُثْمَانَ، فَأَنْكَرَهُ وَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، فَأَتَاهُ ابْنُ عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهَا سَحَرَتْهَا وَاعْتَرَفَتْ بِهٖ وَوَجَدُوا سِحْرَهَا، فَكَأَنَّ عُثْمَانَ إِنَّمَا أَنْكَرَ ذٰلِكَ لِأَنَّهَا قُتِلَتْ بِغَيْرِ إِذْنِهٖ.

''سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے آپ رضی اللہ عنہا پر جادو کر دیا، لوگوں کو اس کے جادو والی اشیا مل گئیں، (اس لونڈی سے پوچھا گیا) تو اس نے اعتراف جرم کر لیا، تو میں نے عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، تو انہوں نے اس لونڈی کو قتل کر دیا۔ یہ خبر (خلیفہ وقت) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک پہنچی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے سخت نکیر فرمائی اور عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ پر سخت غم وغصہ کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور بتایا کہ اس لونڈی نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر جادو کیا تھا، لونڈی نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے اور اس کے جادو کا سامان بھی مل گیا ہے۔ (راوی کہتے ہیں) شاید سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انکار اس بات پر کیا ہو کہ جادوگر لونڈی کو آپ رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر قتل کر دیا گیا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 27912، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلسِّحْرُ اسْمٌ جَامِعٌ لَمَعَانٍ مُخْتَلِفَةٍ فَيُقَالُ لِلسَّاحِرِ صِفِ السِّحْرَ الَّذِي تَسْحَرُ بِهٖ فَإِنْ كَانَ مَا يَسْحَرُ بِهٖ كَلَامَ كُفْرٍ

صَرِيحٍ اُسْتُتِيبَ مِنْهُ فَإِنْ تَابَ، وَإِلَّا قُتِلَ، وَأُخِذَ مَالُهُ فَيْئًا، وَإِنْ كَانَ مَا يَسْحَرُ بِهِ كَلَامًا لَا يَكُونُ كُفْرًا وَكَانَ غَيْرَ مَعْرُوفٍ، وَلَمْ يَضُرَّ بِهِ أَحَدًا نُهِيَ عَنْهُ فَإِنْ عَادَ عُزِّرَ، وَإِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَضُرُّ بِهِ أَحَدًا مِنْ غَيْرِ قَتْلٍ فَعَمَدَ أَنْ يَعْمَلَهُ عُزِّرَ، وَإِنْ كَانَ يَعْمَلُ عَمَلًا إِذَا عَمِلَهُ قُتِلَ الْمَعْمُولُ بِهِ وَقَالَ: عَمَدْتُ قَتْلَهُ قُتِلَ بِهِ قَوَدًا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ أَوْلِيَاؤُهُ أَنْ يَأْخُذُوا دِيَتَهُ.

”جادو ایک جامع لفظ ہے، جو مختلف معانی کو شامل ہے، جادوگر سے کہا جائے گا کہ وہ جس چیز کے ساتھ جادو کرتا ہے، اسے بیان کرے، اگر اس میں صریح کفریہ کلام ہو، تو اسے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کر لے، تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے اور اس کا مال مال فے کے طور پر قبضہ میں لے لیا جائے، لیکن اگر وہ ایسا کلام ہو، جو کفریہ نہ ہو اور غیر معروف ہو، اس سے کسی کو نقصان نہ دیا ہو، تو اسے اس کام سے منع کر دیا جائے، اگر دوبارہ ایسا کرے، تو تعزیری سزا دی جائے اور اگر وہ کوئی ایسا عمل کرنے کا ارادہ کرتا ہے، جس سے جادو زدہ شخص قتل ہو جائے، تو اسے تعزیزی سزا دی جائے اور اگر وہ جان بوجھ کر ایسا عمل کرے، جس سے جادو زدہ شخص قتل ہو جائے اور جادوگر خود کہے کہ میں نے اسے قتل کا ارادہ کیا تھا، تو اسے قصاصاً قتل کر دیا جائے گا، ہاں اگر مقتول کے اولیا دیت لینا چاہیں، تو دیت لے لیں۔“

(الأمّ: 1/291-392)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ قَدْ يَكُونُ كُفْرًا وَقَدْ لَا يَكُونُ كُفْرًا بَلْ مَعْصِيَتُهُ كَبِيرَةٌ فَإِنْ كَانَ فِيهِ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ يَقْتَضِي الْكُفْرَ كَفَرَ وَإِلَّا فَلَا وَأَمَّا تَعَلُّمُهُ وَتَعْلِيمُهُ فَحَرَامٌ فَإِنْ تَضَمَّنَ مَا يَقْتَضِي الْكُفْرَ كَفَرَ وَإِلَّا فَلَا وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا يَقْتَضِي الْكُفْرَ عُزِّرَ وَاسْتُتِيبَ مِنْهُ.

''کبھی جادو کفر ہوتا ہے اور کبھی کفر نہیں، بلکہ کبیرہ گناہ ہوتا ہے، اگر تو اس میں کوئی قول یا فعل ایسا ہو جو کفر کو مستلزم ہے، تو اس صورت میں یہ جادو کفر ہوگا، ورنہ نہیں، رہا اس کا سیکھنا اور سکھانا، تو یہ حرام ہے، اگر یہ کفر کو متضمن ہو، تو کفر ہے، ورنہ نہیں، جب اس میں کوئی کفریہ کلام نہ ہو، تو اس کے مرتکب کو تعزیری سزا دے کر توبہ کروائی جائے گی۔''

(شرح مسلم : 176/14)

❁ علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّحْقِيقُ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ هُوَ التَّفْصِيلُ : فَإِنْ كَانَ السِّحْرُ مِمَّا يُعَظَّمُ فِيهِ غَيْرُ اللّٰهِ كَالْكَوَاكِبِ، وَالْجِنِّ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يُؤَدِّي إِلَى الْكُفْرِ فَهُوَ كُفْرٌ بِلَا نِزَاعٍ، وَمِنْ هٰذَا النَّوْعِ سِحْرُ هَارُوتَ وَمَارُوتَ الْمَذْكُورُ فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ فَإِنَّهُ كُفْرٌ بِلَا نِزَاعٍ، كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (البقرة : ۱۰۲)، وَإِنْ كَانَ السِّحْرُ لَا يَقْتَضِي الْكُفْرَ كَالِاسْتِعَانَةِ بِخَوَاصِّ بَعْضِ

الْأَشْيَاءِ مِنْ دِهَانَاتٍ وَغَيْرِهَا فَهُوَ حَرَامٌ حُرْمَةً شَدِيدَةً وَلٰكِنَّهٗ لَا يَبْلُغُ بِصَاحِبِهِ الْكُفْرَ .

''اس مسئلہ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے گی، اگر جادو ایسا کلام ہے، جس میں غیر اللہ کی تعظیم ہو، مثلاً ستاروں اور جنوں وغیرہ کی، جو کفر تک لے جاتا ہے، تو یہ لامحالہ کفر ہے، ہاروت اور ماروت کا جادو (جو اس قوم کے لیے آزمائش تھا) اسی طرح کا تھا، جیسا کہ سورت بقرہ میں مذکور ہے، یہ بلا شبہ کفر تھا، فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾(البقرة : ١٠٢) ''سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا، بلکہ ان شیطانوں نے کفر کیا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔'' اور اگر جادو کفر کا متقاضی نہ ہو، جیسے بعض چیزوں مثلاً تیل وغیرہ کی خاصیات سے مدد چاہنا، تو یہ سخت حرام ہے، لیکن یہ اپنے مرتکب کو کافر نہیں بناتا۔''

(أضواء البيان : 4/456)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ روایت کیا گیا ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعِيدَ، وَالشَّمْسُ عَلٰى قِيدِ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ .

''نبی کریم ﷺ عید کی نماز اس وقت پڑھاتے، جب سورج تقریباً ایک یا دو نیزے بلند ہوتا تھا۔''

(الهداية :1/85)

جواب: یہ روایت ان الفاظ سے بے اصل ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیه، ص 193)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 211/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 219/1)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

إِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَفْزَاعِ شَيْئًا فَارْغَبُوا إِلَى اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ .

”جب آپ (سورج یا چاند گرہن جیسی) پریشانی محسوس کریں، تو اللہ تعالیٰ سے رغبت کے ساتھ دعا کریں۔“

(الهداية : 87/1)

جواب: ان الفاظ سے یہ روایت کتب حدیث میں نہیں ملی۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ سے یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 234/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ سے یہ روایت مجھے نہیں ملی۔“

(الدّراية :225/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا اللَّفْظُ غَرِيبٌ .

”یہ الفاظ بے اصل ہیں۔“

(البِناية : 145/3)

سوال: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کن کپڑوں میں کفن دیا گیا؟

جواب: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انہی پرانے کپڑوں میں کفن دیا گیا، جنہیں وہ زندگی میں پہنا کرتے تھے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں فرمایا:

اغْسِلُوا ثَوْبِي هٰذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ، فَكَفِّنُونِي فِيهَا، قُلْتُ

: إِنَّ هٰذَا خَلَقٌ، قَالَ : إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ .

”(میرے کفن کے لیے) میرا یہ کپڑا دھولیں، مزید دو کپڑے اس میں شامل کر لینا اور مجھے ان میں کفنا دینا۔ میں نے عرض کیا: یہ کپڑا تو بوسیدہ ہے۔ فرمایا: نئے کپڑے کی ضرورت میت سے زیادہ زندہ کو ہوتی ہے۔“

(صحيح البخاري : 1387)

سوال: درج ذیل روایت کی صحت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

إِنَّمَا حَقُّنَا الْجَذْعُ وَالثَّنٰى .

”ہمارا حق جذعہ اور ثنی ہے۔“

(الهِداية :1/99)

جواب: بے اصل ہے، کتب حدیث میں مذکور نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 228)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 2/354)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ، وَإِنَّمَا هُوَ مَذْكُورٌ فِي كُتُبِ الْفِقْهِ غَيْرُ مَذْكُورٍ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”یہ روایت ثابت نہیں، یہ فقہ (حنفی) کی کتابوں میں تو مذکور ہے، مگر کتب حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں۔“

(التّنبیه علی مُشكلات الهداية : 832/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَتَعَرَّضْ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِّنَ الشُّرَّاحِ وَهُوَ غَرِيبٌ لَا يُعْرَفُ مَنْ رَوَاهُ وَلَا مَنْ أَخْرَجَهُ .

”کسی شارح ہدایہ نے اس روایت کی طرف توجہ نہیں دی، یہ بے اصل ہے، اسے کس راوی نے روایت کیا اور کس (محدث) نے (کتاب میں) نقل کیا، معلوم نہیں؟

(البِناية : 334/3)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) معروف و معلوم نہیں۔“

(فتح باب العِناية بشرح النقاية :492/1)

سوال: درج ذیل روایت کی صحت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا

حکمران بنالیا، تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً .

''وہ قوم ہرگز فلاح (ترقی وخوشحالی) نہیں پاسکتی، جو کسی عورت کو اپنا حکمران چن لے۔''

(صحيح البخاري : 4425)

جواب: یہ حدیث بالا جماع صحیح ہے۔

❀ امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ (۳۷۱ھ) اپنی کتاب ''المدخل'' میں فرماتے ہیں:

لَمْ يَمْتَنِعْ أَحَدٌ مِنَ التَّابِعِينَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ رِوَايَةِ حَدِيثِ أَبِي بَكْرَةَ وَالْاِحْتِجَاجِ بِهَا، وَلَمْ يَتَوَقَّفْ أَحَدٌ مِنَ الرُّوَاةِ عَنْهُ .

''تابعین اور بعد والوں میں سے کسی نے بھی سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو روایت کرنے یا اس سے حجت پکڑنے سے اجتناب نہیں برتا، نہ کسی راوی نے سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لینے میں توقف کیا۔''

(إكمال تهذيب الكمال للمغلطاي : 77/12)

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا فِي قَبُولِ رِوَايَةِ أَبِي بَكْرَةَ .

''سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو قبول کرنے میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں۔''

(المُغني : 180/10)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى قَبُولِ رِوَايَةِ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

”سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے قبول کرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔“

(إعلام الموقعین : 243/2)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قُبُولُ رِوَايَةِ أَبِي بَكْرَةَ فَمُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

”سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے قبول ہونے پر اجماع ہے۔“

(مُسند الفاروق : 559/2)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵٦٦)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اعضائے وضو دھوتے ہوئے کون کون سی دعائیں پڑھنی چاہییں؟

جواب: کسی دعا یا ذکر کو کسی عمل یا وقت کے ساتھ خاص کرنا تب تک جائز نہیں، جب تک اس پر شرعی دلیل نہ آ جائے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَسُنَّ لِلنَّاسِ نَوْعًا مِّنَ الْأَذْكَارِ وَالْأَدْعِيَةِ غَيْرِ الْمَسْنُونِ وَيَجْعَلَهَا عِبَادَةً رَّاتِبَةً يُوَاظِبُ النَّاسُ عَلَيْهَا كَمَا يُوَاظِبُونَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ؛ بَلْ هٰذَا ابْتِدَاعُ دِينٍ لَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ بِهِ .

”کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی قسم کے غیر مسنون ذکر یا دعا کو مسنون قرار دے اور اسے راتب عبادت بنا لے کہ اس پر لوگ مواظبت (ہمیشگی) کرنے لگیں، جس طرح پانچ نمازوں پر مواظبت کرتے ہیں۔ یہ ایجاد دین ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔“

(مَجموع الفتاویٰ: 511/22)

وضو کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور اختتام پر دعا پڑھنا مسنون اور ثابت ہے۔

دوران وضو اعضا دھوتے ہوئے خاص دعائیں پڑھنا نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔ یہ دین سازی ہے، جس کی قطعاً اجازت نہیں۔

❁ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْأَدْعِيَةُ عَلَى الْأَعْضَاءِ فَلَا يَصِحُّ فِيهَا حَدِيثٌ .

''اعضائے وضو پر مختلف دعاؤں کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں۔''

(شرح مُشکل الوسیط :165/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الدُّعَاءِ عَلٰى أَعْضَاءِ الْوُضُوءِ، فَلَمْ يَجِئْ فِيهِ شَيْءٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''وضو کے ہر ہر عضو پر دُعائیں نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔''

(الأذکار، ص 70)

❁ نیز عضائے وضو کے مختلف اذکار ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هٰذَا الدُّعَاءُ، لَا أَصْلَ لَهٗ .

''(مختلف اعضائے وضو پر) یہ دعا بے اصل ہے۔''

(روضة الطّالبین :62/1)

❁ مزید فرماتے ہیں:

أَمَّا الدُّعَاءُ الْمَذْكُورُ فَلَا أَصْلَ لَهٗ وَذَكَرَهٗ كَثِيرُونَ مِنَ الْأَصْحَابِ وَلَمْ يَذْكُرْهُ الْمُتَقَدِّمُونَ .

''(اعضائے وضو کے وقت) مذکورہ دعا بے اصل ہے، جسے بہت سے اصحاب

(فقہا) نے ذکر کیا ہے، مگر متقدمین (اہل علم) نے ذکر نہیں کیا۔"

(المَجموع :465/1)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْأَذْكَارُ الَّتِي يَقُولُهَا الْعَامَّةُ عَلَى الْوُضُوءِ، عِنْدَ كُلِّ وَضُوءٍ، فَلَا أَصْلَ لَهَا، عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ، وَالتَّابِعِينَ، وَلَا الْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةِ، وَفِيهَا حَدِيثٌ كَذِبٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

"وضو کے ہر ہر عضو کو دھوتے وقت عوام الناس جو اذکار پڑھتے ہیں، ان کا ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے ہے، نہ صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ سے۔ اس بارے میں ایک جھوٹی حدیث رسول اللہ ﷺ سے منسوب کی گئی ہے۔"

(الوابل الصیّب، ص : 384)

❁ نیز فرماتے ہیں:

"اعضائے وضو پر ذکر کے متعلق تمام احادیث باطل ہیں، ان میں کوئی بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔"

(المَنار المُنیف، ص 120)

حاصل بحث دورانِ وضو ہر ہر عضو کے لیے ذکر و دُعا ثابت نہیں، یہ بدعت ہے۔

سوال: بعض لوگ سونے سے پہلے فرشتوں کو پکارتے ہیں کہ اے جبرائیل! مجھے فلاں وقت جگا دینا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ اعتقاد ہو کہ فرشتے یہاں موجود ہیں، وہ میری بات سن کر مجھے جگا دیں

گے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ کسی خاص فرشتے کا نام لینا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ دور نزدیک سے سنتا ہے، یہ بدعی نظریہ ہے۔ اس سے اجتناب ضروری ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلائِكَةً فِي الْأَرْضِ سِوَى الْحَفَظَةِ، يَكْتُبُونَ مَا سَقَطَ مِنْ وَّرَقِ الشَّجَرِ، فَإِذَا أَصَابَ أَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ بِأَرْضٍ فَلاةٍ، فَلْيُنَادِ: أَعِينُوا عِبَادَ اللّٰهِ.

”زمین میں حفاظت والے فرشتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں، جو درختوں کے گرنے والے پتے لکھتے ہیں۔ ویرانے میں چلتے ہوئے پاؤں میں موچ آجائے، تو کہیں: اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔“

(كَشْف الأستار عن زوائد البزّار: 3128/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنُ الْإِسْنَادِ، غَرِيبٌ جِدًّا.

”سند حسن ہے، لیکن یہ انوکھی روایت ہے۔“

(مُختصر زوائد البزّار: 120/2، شرح ابن علان على الأذكار: 151/5)

یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے۔ اس کا موقوف ہونا راجح ہے اور مرفوع ہونا اُسامہ بن زید لیثی کا وہم معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اُسامہ بہت زیادہ وہم کا شکار ہو جاتا تھا، جیسا کہ ائمہ علل نے ذکر کیا ہے۔

❀ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

”اس حدیث میں اللہ کے بندوں سے مراد فرشتے ہیں۔ ان کے ساتھ مسلمان

جنوں اوران اولیاء وصالحین کوملانا جنہیں غیبی لوگ کہا جاتا ہے، جائز نہیں، خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت ہو گئے ہوں۔ان جنوں اور انسانوں سے مدد طلب کرنا واضح شرک ہے کیونکہ وہ پکارنے والے کی پکار نہیں سن سکتے۔اگر سن بھی لیں تو جواب دینے یا حاجت روائی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔قرآنِ کریم کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ، إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾(فاطر:13۔14)''جنہیں مشرکین اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک غلاف برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔انہیں پکارو،تو وہ پکار نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں،تو مراد پوری نہیں کر سکتے اور روز قیامت تمہارے شرک سے لاعلمی ظاہر کریں گے،آپ کو (اللہ)خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے سکتا۔''

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة : 111/2، ح : 655)

اس روایت میں ماتحت الاسباب مدد کا بیان ہے،اس میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے وہاں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نیک بندوں کی اعانت پر مامور کر رکھا ہے۔قرآن وسنت کی روشنی میں اہل سنت والجماعت اس پکار کو شرک کہتے ہیں جس میں کسی غائب یا فوت شدہ کو پکارا جائے یا کسی زندہ سے وہ چیز مانگی جائے جس پر وہ سرے سے قدرت ہی نہیں رکھتا۔اسے مافوق الاسباب استعانت کہا جاتا ہے جو کہ ممنوع وحرام اور شرک ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

ضَلَلْتُ الطَّرِيقَ فِي حَجَّةٍ وَّكُنْتُ مَاشِيًا، فَجَعَلْتُ أَقُولُ :يَا عِبَادَ اللّٰهِ! دُلُّونَا عَلَى الطَّرِيقِ، فَلَمْ أَزَلْ أَقُولُ ذٰلِكَ، حَتّٰى وَقَعْتُ الطَّرِيقَ .

''حج کے سفر میں مجھے راستہ بھول گیا۔ میں پیدل تھا، میں کہنے لگا: اللہ کے بندو! مجھے راستہ بتاؤ۔ میں مسلسل کہتا رہا اور درست راستے پر آ گیا۔''

(مَسائل الإمام أحمد لابنه عبد اللّٰه، ص 245)

❁ علامۃ الہند نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ وَقَعَ لِي مِثْلُ ذٰلِكَ فِي بَعْضِ الْأَسْفَارِ وَذَهَبَ السَّيْلُ بِالدَّابَّةِ فَقُلْتُ يَا عِبَادَ اللّٰهِ! أَعِيْنُوْنِي فَوَقَفْتُ فِي الْحَالِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ .

''اس طرح کے واقعات بعض اسفار میں خود میرے ساتھ پیش آئے، سیلاب میری سواری بہا کر لے گیا، اسی دوران میں نے پکارا: اللہ کے بندو! میری مدد کرو، تو میں سنبھل گیا، الحمد للہ۔''

(رِحلة الصّديق إلى البلد العَتيق ص 37)

امام طبرانی رحمہ اللہ اور حافظ نووی رحمہ اللہ نے بعض اکابر شیوخ کا عباد اللہ کے بارے جو تجربہ بیان کیا ہے، ظن غالب ہے کہ وہ فرشتوں ہی کے بارے میں ہوگا۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ''سیدنا'' (ہمارے سردار) کا لفظ بولا جا سکتا ہے؟

جواب: یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کے سردار ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

''سیدنا'' کہنا بالکل جائز ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ .

''روز قیامت اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر کھولی جائے گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت ہی قبول ہوگی۔''

(صحيح البخاري : 4712، صحيح مسلم : 2278، واللّفظ لهٗ)

لفظ ''سید'' کا اطلاق ایسی ہستی پر کیا جاتا ہے، جس کا رتبہ اپنی قوم میں بلند ہو، قدر ومنزلت رکھتا ہو، اس کا اطلاق زعیم ولیڈر اور عالم وفاضل پر بھی ہوتا ہے اور بردبار شخص پر بھی، جس کا غصہ اسے آپے سے باہر نہیں کرتا، نیز کریم، مالک اور شوہر وغیرہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے، اصحاب فضل کے لیے لفظ ''سید'' کے استعمال میں کئی روایات موجود ہیں۔

❁ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ .

''میرا یہ بیٹا سیّد ہے، اُمید ہے کہ اللہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2704)

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو قریظہ نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالث بنا کر ہتھیار ڈال دیئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلانے کے لئے آدمی بھیجا، وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، جب وہ اس جگہ کے قریب آئے، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کے لئے منتخب کر رکھا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اپنے سردار کی طرف اٹھیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: بنو قریظہ نے آپ کو ثالث مان کر ہتھیار ڈال دیئے ہیں، چنانچہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا: جتنے لوگ ان میں جنگ کے قابل ہیں، انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا: آپ نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا یا یہ فرمایا: جیسا کہ بادشاہ (اللہ رب العزت) کا حکم تھا۔

(صحيح البخاري: 3804؛ صحيح مسلم: 1768)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کی کیا رائے ہے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو دیکھے، تو کیا اسے قتل کر دے؟ فرمایا: دیکھیں! آپ کا سردار کیا کہہ رہا ہے؟

(صحيح مسلم: 1498)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ''رقیب'' ثابت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ''رقیب'' ثابت ہے، جس کا معنی ہے: محافظ اور پوری طرح اطلاع رکھنے والا، جس سے کوئی شے مخفی نہ رہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النّساء: ١)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے تم پر نگہبان ہے۔“

❁ نیز ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا﴾ (الأحزاب: ٥٢)

”اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر شے پر نگہبان ہے۔“

❁ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے دن فرمان نقل کیا ہے:

﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ (المائدة: ١١٧)

”(اے رب!) پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا، تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر شے پر گواہ ہے۔“

❁ اس آیت کی تفسیر میں امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا الرَّقِيبُ؛ فَهُوَ الْحَفِيظُ .

”الرقیب سے مراد محافظ ہے۔“

(تفسير الطّبري: 138/9، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل حدیث مبارکہ کا مفہوم کیا ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ .

”اللہ کے ننانوے نام ایسے ہیں کہ جو ان کو یاد کرلے گا، جنت میں داخل ہوگا۔“

(صحيح البخاري: 7392، صحيح مسلم: 2677)

اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو یاد کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں، اللہ تعالیٰ کے سارے کے سارے نام حسنیٰ ہیں، ان ناموں کو یاد کرنے پر جنت کی بشارت ہے۔ یاد کرنے سے مراد ہے؛

① ان ناموں کو زبانی یاد کرنا

② ان ناموں کے معانی ومفاہیم کو سیکھنا، جس کے لیے اہل سنت علما کی مجالس اختیار کی جائیں اور اہل سنت کی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ ان ناموں سے ثابت ہونے والی صفات کو بغیر تاویل، تشبیہ، تمثیل، تعطیل کے ثابت کیا جائے۔ معتزلہ، جہمیہ اور اشاعرہ جیسے فرق ضالہ کی باطل تاویلات سے اجتناب کیا جائے۔

③ ان ناموں کے تقاضوں کو پورا کرنا، یعنی ان کے مطابق عبادت بجا لانا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا نام الرحمٰن اور الرحیم کا تقاضا ہے کہ صالح اعمال کیے جائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہو۔ اسمائے مبارکہ ''التواب''، ''الغفار'' اور ''الغفور'' وغیرہ کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی طلب کی جائے، تاکہ اس کی بخشش حاصل ہو سکے۔ اسی طرح تمام اسمائے حسنیٰ کا تقاضا پورا کیا جائے۔

④ ان ناموں کے ساتھ دعا کرنا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا﴾(الأعراف: ١٨٠)

''اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، تم اسے انہیں کے ساتھ پکارو۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾(طٰهٰ: ٨)

”اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، اس کے خوبصورت نام ہیں۔“

❁ نیز فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾

(بني إسرائيل : ١١٠)

”(اے نبی!) کہہ دیجئے! اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن، جیسے بھی پکارو، اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔“

ان ناموں کو یاد کرنے سے صرف یہ مراد نہیں کہ انہیں ایک ورق پر لکھ کر رٹہ لگا لگا کر یاد کر لیا جائے اور فقط عمدہ آواز میں پڑھ لیا جائے، بلکہ اصل مقصود ان ناموں کے مطابق عقیدہ اپنانا ہے، ان ناموں کے ساتھ دعا مانگنا ہے، گویا یہ نام عقیدہ توحید کی اساس اور بنیاد ہیں، جو انہیں صحیح مفاہیم کے ساتھ یاد کر لے گا اور ان کے تقاضوں کو پورا کرے گا، وہ یقینی طور پر صحیح العقیدہ ہے اور ہر صحیح العقیدہ شخص جنت میں جائے گا۔

سوال: عقد ثانی کے لیے پہلی بیوی یا عدالت کی اجازت کا کیا حکم ہے؟

جواب: دوسری شادی ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنا دیا گیا ہے۔ اس میں افراط و تفریط پایا جاتا ہے۔ اکثر لوگ جو اسلام کی تعلیمات اور مزاج سے نا آشنا ہوتے ہیں، وہ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں: دوسری شادی تو پہلی بیوی پر ظلم ہے؟! العیاذ باللہ!

نکاح معاشرے کا اہم عنصر ہے، اسلام نے نکاح کے متعلق بھی مکمل آگاہی دی ہے۔ اسلامی نصاب میں نکاح کے ہر ہر گوشے کے متعلق مکمل راہنمائی موجود ہے۔ جو کسی بھی مسلمان کے لیے کافی و شافی ہے، لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ فقط باری تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کا پیرو بنے، کسی ملحد اور زندیق کی خام خیالی پر دھیان مت دے۔

آیئے جانتے ہیں کہ اسلام دوسری شادی کے متعلق کیا کہتا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

(النِّساء : ۳)

"جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔"

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْحُرَّ يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَنْكِحَ أَرْبَعَ حَرَائِرَ .

"امت کا اجماع ہے کہ آزاد مسلمان کے لیے بیک وقت چار آزاد عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔" (شرح السّنة : 61/9)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

"اس پر اہل علم کا اجماع ہے (کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے)۔"

(تفسیر ابن کثیر : 209/2)

معلوم ہوا کہ ایک مسلمان بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار عورتوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے، یہ شرعی اجازت ہے، جس میں کسی کو دخل اندازی کی اجازت نہیں۔

دوسری شادی جائز ہے، بشرطیکہ شوہر عدل کرنے والا ہو۔ دوسری شادی کی اجازت قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہ انبیائے کرام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام کا عمل ہے، بلکہ مسلمانوں میں عام رائج متوارث عمل ہے۔ کسی معاشرے کا دوسری شادی کو ناجائز یا عیب خیال کرنا برا عمل ہے۔ اسی طرح کسی ریاست کو حق حاصل نہیں کہ وہ دوسری شادی پر مطلقاً

پابندی عائد کرے، جبکہ کتاب وسنت میں اس کا جواز موجود ہے۔

ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مباح کردہ کسی کام یا شے کو حرام یا ظلم سے تعبیر کرے۔ دوسرا نکاح قطعاً پہلی بیوی کے ساتھ ظلم نہیں۔ ظلم اس وقت ہوگا، جب پہلی بیوی کے حقوق ادا نہ کیے جائیں۔

ایک سے زائد نکاح کی اجازت دینا اسلام کے محاسن میں سے ہے کہ اس نے کس طرح معاشرے کی ضروریات کا خیال کیا ہے، عقد ثانی میں نہ صرف مرد کے لیے فوائد ہیں، بلکہ عورتوں کے لیے بھی ہیں۔

❁ اولاد انسان کی بنیادی ضرورت ہے، یہ بڑھاپے کا سہارا، آنکھوں کی ٹھنڈک اور دنیا کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ کئی دفعہ پہلی بیوی سے اولاد نہیں ہوتی، میڈیکل رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر تندرست ہے، مگر بیوی بچے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اب یا تو آدمی ساری زندگی ادھورے پن میں گزار دے اور اولاد کو ترستا رہے یا وہ دوسری شادی سے فائدہ اٹھالے اور دوسری بیوی سے اولاد حاصل کرلے، یقیناً دوسری بات آسان اور مفید تر ہے۔

اسی طرح کئی عورتیں بڑھاپے سے پہلے ہی بیوہ ہو جاتی ہیں، یا کسی وجہ سے انہیں طلاق ہو جاتی ہے، اب وہ عورتیں یا تو ساری زندگی بے سہارا رہیں یا وہ کسی مرد سے شادی کر لیں اور شوہر کے حصار میں آجائے، جو اس کی ضروریات کا خیال بھی رکھے گا اور عزت وآبرو بھی محفوظ رہے گی۔ اس میں بھی یقیناً دوسری بات آسان، مفید تر اور عقل وفطرت کے موافق ہے، اسی میں آسودگی ہے۔

❁ شادی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد جائز طریقہ سے جنسی خواہش کی

تکمیل ہے، جو کہ انسانی وجود کی اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں جنسی خواہش مختلف رکھی ہے، کسی میں زیادہ اور کسی میں کم۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مرد میں جنسی خواہش زیادہ پائی جاتی ہے اور بیوی کے مزاج میں جنسی خواہش کم ہوتی ہے، لہٰذا ایک بیوی اس کی ضرورت کی متحمل نہیں ہوتی یا بیوی کسی ایسے عارضہ میں ہوتی ہے کہ اس سے خواہش پوری کرنا ممکن نہیں، یا شوہر اور بیوی کی ذہنی ہم آہنگی نہیں ہوتی، اب شوہر کیا کرے؟ اس کے پاس دو ہی راستے ہیں، یا تو وہ عقد ثانی کرے یا وہ حرام راستے اختیار کرے؟ یقیناً اس کے لیے عقد ثانی آسان اور مفید تر ہے، اس سے مرد کی جنسی تسکین بھی ہو جائے گی اور پہلی بیوی کا بوجھ بھی کم ہو جائے گا۔

کتنے مرد ایسے ہیں، جن کی جنسی خواہش ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی، تو وہ زنا کی طرف چلے جاتے ہیں، دوسری طرف وہ بیوہ اور مطلقہ جوان عورتیں جن کی جنسی خواہش پوری کرنے کا کوئی جائز راستہ موجود نہیں ہوتا اور وہ کسی شادی شدہ مرد سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتیں، تو ان کے پاس بھی دو ہی راستے ہوتے ہیں؛ یا تو وہ حرام راستوں سے خواہشات کی تکمیل کرتی ہیں اور معاشرے کی بدنمائی کا باعث بنتی ہیں یا وہ اپنی خواہشات کو دبا لیتی ہیں، جو طبی نقطہ نظر سے نقصان دہ ہو سکتا ہے، نیز وہ بے سہارا اور غیر محفوظ ہوتی ہیں۔

اگر معاشرے میں نکاح ثانی کو فروغ دیا جائے، تو اس میں کئی دینی، دنیاوی اور معاشرتی فوائد ہیں؛ مرد اور عورتیں زنا کاری سے بچ جائیں گے، نیز کئی بیوگان اور مطلقہ خواتین کو سہارا اور تحفظ مل جائے گا۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ عقد ثانی کی اجازت اور اباحت اس وقت ہے، جب مرد بیویوں میں عدل کر سکتا ہو۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾(النّساء : ٣)

”اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم (اپنی بیویوں کے مابین) عدل (پورا پورا حق دینا) نہیں کر پاؤ گے، تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔“

معلوم ہوا کہ دوسری شادی کی اجازت اس صورت میں ہے، جب بیویوں میں عدل کی استطاعت ہو، استطاعت سے مراد جنسی استطاعت بھی ہے اور نان ونفقہ بھی۔ اگر کوئی مرد جنسی طور پر کمزور ہے اور دو عورتوں کی خواہش پوری نہیں کر سکتا، تو اس کے لیے دوسری شادی نہیں، اسی طرح کوئی مرد دو بیویوں کے نان ونفقہ اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتا، تو اس کے لیے بھی دوسری شادی نہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ شرعی نقطہ نظر سے دوسری شادی جائز اور مباح ہے، اسے معاشرتی عیب قرار دینا یا پہلی بیوی پر ظلم قرار دینا بذات خود معیوب اور مبنی بر ظلم بات ہے، جو اغیار کی طرف سے مسلم معاشروں میں سرایت کر گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے، اسی طرح عائلی زندگی میں بھی شوہر اور بیوی کو اپنے اپنے حقوق دیے ہیں، شوہر یا بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق پر قابض ہوں یا دوسرے کو اپنے حقوق میں تصرف کرنے سے منع کریں۔ مثلاً طلاق دینا شوہر کا حق ہے اور خلع لینا بیوی کا حق ہے۔ بیوی شوہر پر پابندی نہیں لگا سکتی کہ وہ اسے کبھی طلاق نہیں دے گا، اسی طرح شوہر بیوی پر پابندی نہیں لگا سکتا کہ وہ خلع نہیں لے سکتی۔ یہ حق اللہ تعالیٰ کے تقسیم کردہ ہیں، کسی انسان کے نہیں۔

اسی طرح دوسری شادی کرنا شوہر کا حق ہے، وہ اسے استعمال کرے یا نہ کرے، بیوی

یا کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرد کو دوسری شادی نہ کرنے پر پابند کرے۔ یہ کسی کے حق میں تصرف کرنا ہے، بلکہ رب تعالیٰ کی تقسیم پر عدم اطمینان کا اظہار ہے۔

مؤمن خواتین اور لوگوں کو چاہیے کہ مرد سے دوسری شادی کا حق مت چھینیں، یہ ظلم وجور ہے، جس طرح عورت سے خلع کا حق چھیننا عورت کی حق تلفی اور اس پر ظلم وزیادتی روا رکھنا ہے، اسی طرح مرد سے طلاق یا عقد ثانی کا حق چھیننا اس کی حق تلفی ہے۔

لہٰذا نکاح رجسٹر میں یہ شق شرعاً ناجائز ہے، جس میں یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ شوہر دوسری شادی نہیں کرے گا۔

اسی طرح کسی ریاست کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرد کو دوسری شادی نہ کرنے پر پابند کرے یا اسے پہلی بیوی کی اجازت پر موقوف کرے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَّيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَّيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهٗ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ .

”آپ میں سے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں، جو کتاب اللہ (اللہ کے احکام) میں موجود نہیں ہیں، جو شرط کتاب اللہ میں نہیں، وہ باطل ہے، خواہ سینکڑوں شرطیں ہی کیوں نہ ہوں، اللہ کا فیصلہ ہی برحق ہے اور اللہ کی شرط ہی نہایت پختہ ہے۔“

(صحیح البخاري : 2560، صحیح مسلم : 1504، المُنتقیٰ لابن الجارود : 981)

اگر شوہر عقد ثانی کرنا چاہتا ہے، تو پہلی بیوی کو چاہیے کہ بخوشی اس کی شادی میں

شریک ہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہو جائے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب کرے گا۔ مگر عام طور پر عورتیں دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتیں، خواہ مرد کو دوسری شادی کی ضرورت کیوں نہ ہو۔ پھر ریاست مرد کو کیسے پابند کر سکتی ہے کہ وہ پہلی بیوی سے اجازت نامہ لے؟ اور اجازت نامہ نہ لینے کی صورت میں اسے قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دے۔ یوں میاں بیوی کے درمیان ناراضی اور اختلافات واقع ہو سکتے ہیں، معاملہ طلاق تک جا سکتا ہے، نتیجتاً عورت بے گھر اور بے سہارا ہو جائے گی یا ہستہ بستہ گھر اجڑ جائے گا۔

کئی دفعہ جب عورت دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتی، تو مرد حرام راستہ اختیار کر لیتا ہے، یہ اقدام معاشرے کے لیے ناسور ہے، اس میں جان، مال اور عزت کا ضیاع ہے۔ عین ممکن ہے کہ میاں بیوی کے درمیان شدید اختلافات جنم لیں، معاملہ نفرت انگیزی تک چلا جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرد خفیہ نکاح کر لے۔ اس سے ہماری معاشرتی روایات متاثر ہوتی ہیں، اس لیے خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ مرد کو دوسری شادی کی اجازت ہونی چاہیے۔

ریاست کا کام شرعی قوانین اور احکامات کا نفاذ کرنا ہے، نہ کہ شرعی احکامات کو تبدیل کرنا۔ اسی طرح شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرنا اور حق تلفی کی صورت میں کاروائی کرنا ہے۔ دوسری شادی شرعاً جائز اور مرد کا حق ہے، ریاست کو چاہیے کہ مرد کو اس حق میں تحفظ فراہم کرے اور معاشرے میں مرد کو یہ حق دلوائے۔ دوسری شادی کا تعلق عائلی اور خانگی خانہ مسائل سے ہے، جس میں ریاست کو دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ میاں بیوی کے معاملات میں شریعت نے کامل راہنمائی کر دی ہے، اب ریاست صرف ان احکامات کو جاری کرے گی، نہ کہ ان احکامات میں تغیر و تبدل کرے گی۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ عقد ثانی کی صورت میں اگر مرد پہلی بیوی پر ظلم کرتا ہے یا اس کی بنیادی ضروریات کا خیال نہیں رکھتا، تو ریاست شوہر کو طلب کر سکتی ہے، کہ پہلی بیوی کا حق دو یا اسے آزاد کر دو۔

اگر کوئی عورت یہ کہے کہ میں اپنے شوہر کی دوسری شادی کو قبول نہیں کرتی اور طلاق لینا چاہتی ہوں، میرے لیے اس کے ساتھ بخوشی رہنا ممکن نہیں یا میں اپنے شوہر کی فرمانبرداری نہیں کر سکوں گی یا واقعتاً شوہر پہلی بیوی پر ظلم کرتا ہو اور اس کی حق تلفی کرتا ہو، تو پہلی بیوی کو خلع کا اختیار حاصل ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنی خواہشات کو اسلام کے تابع کرے، اسلام کو اپنی خواہشات کے تابع نہ کرے۔ ہماری سلامتی اور بقاء اسی میں ہے۔ اس سے حسن معاشرت قائم ہوگی، معاشرہ پروان چڑھے گا۔

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

لَيْسَ فِي الْحَوَامِلِ وَالْعَوَامِلِ وَلَا فِي الْبَقَرَةِ الْمُثِيرَةِ صَدَقَةٌ .

”بوجھ بردار، کھیتی باڑی میں کام آنے والے جانور اور زمین میں ہل چلانے والی گائے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔“

(الهِداية :100/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں اس کا وجود تک نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیه، ص 231)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 360/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

”ان الفاظ سے یہ روایت مجھے نہیں ملی۔“

(الدّراية : 256/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 351/3)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 193/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

لَا تَأْخُذُوا مِنْ حَزَرَاتِ أَمْوَالِ النَّاسِ أَیْ کَرَائِمِهَا وَخُذُوا مِنْ حَوَاشِي أَمْوَالِهِمْ .

''(زکوۃ میں) لوگوں کے عمدہ اموال نہ لیں، بلکہ درمیانے اموال لیں۔''

(الهداية :1/100)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 2/361)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

''ان الفاظ سے یہ روایت مجھے نہیں ملی۔''

(الدّراية :1/256)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 3/353)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۶۷)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: دینی علم کس سے حاصل کیا جائے؟

جواب: علم نبوت وحی الٰہی پر مشتمل ہے۔اس کے آداب ہیں، سب سے اہم ادب یہ ہے کہ علم ہمیشہ علمائے حق سے حاصل کرنا چاہیے۔ایسا عالم، جس کا عقیدہ اور عمل اہل سنت والجماعت کے موافق ہو۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مرادوں کو پانے والا ہو، اسلاف اُمت کے علم سے بہرہ مند ہو، فتنوں کو بھانپنے والا ہو، متحمل مزاج ہو، اس میں سختی اور تشتت نہ ہو، مربی ہو، خوش اخلاق ہو، انتہا درجہ کا خیر خواہ ہو اور علم نبوت پر حریص ہو۔

حصول علم میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہر کس و ناکس سے علم حاصل نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ حقیقی علم، علم نبوت ہے، جس کے حامل صرف اور صرف اہل حدیث علما ہیں۔ یہی علم دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے اور ائمہ نے اس حوالہ سے خاص توجہ دلائی ہے۔

❀ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ دِينٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُوهُ.

”یہ حدیث دین ہے، لہٰذا دیکھ بھال لیں کہ کس سے دین لے رہے ہیں۔“

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 15/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: علما پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): اَلمیہ یہ ہے کہ لوگ علما کی پہچان نہیں رکھتے۔ حقیقی علما وہی ہیں، جو مسلک محدثین پر قائم ہیں۔ جو مسلک محدثین سے منحرف ہو جائے، وہ عالم ربانی کہلوانے کا حق دار نہیں۔ جو لوگ محدثین سے منحرف ہوئے، وہی اُمت میں اختلاف وانتشار کا باعث بنے، کیونکہ خیر اور بھلائی مسلک محدثین میں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ائمہ محدثین شیر وشکر تھے، ایک دوسرے کا اکرام واحترام کرتے تھے۔ ائمہ میں اجتہادی اختلاف تو واقع ہو جاتا تھا، مگر اس طرح کا مذہبی اختلاف ان میں قطعاً نہیں پایا جاتا تھا، جس کا آج کل ہمیں سامنا ہے۔ اُمت کا اتحاد واتفاق مسلک محدثین پر موقوف ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ فرقہ اور فُرقہ میں فرق ہے۔ فرقہ کا معنی جماعت اور گروہ ہے۔ فُرقہ علیحدگی کو کہتے ہیں، مراد اللہ تعالیٰ کے دین کے مقابلہ میں دین وضع کرنا۔ یقیناً یہ اقدام شریعت کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ ہے، بلکہ اس فعل قبیح کا ارتکاب یہود ونصاریٰ کرتے تھے، جس بنا پر انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔

✽ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران : ۱۰۳)

”اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔“

یہاں حبل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے، اس کے ساتھ سبھی کو چمٹے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے علیحدگی سے منع کیا گیا ہے۔

ادیان باطلہ کے مقابلہ میں اسلام بذات خود ایک فرقہ ہے، مگر بعض لوگ فرقہ یا فرقہ بندی کے لفظ سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عامی انسان کے ذہن میں انتشار واقع کرنے

کے لیے یا اسے علمائے حق سے دور کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ فرقہ بندی سے بچو، حالانکہ وہ فرقہ بندی کا معنی و مطلب سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے، یوں ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آ جاتا ہے۔

گمراہ لوگ اس لفظ کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں، جبکہ وہ خود شدید فرقہ بندی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جس فرقہ بندی کی مذمت ہوئی ہے، اس سے مراد وہ فرقہ بندی ہے، جو مسلک محدثین سے انحراف کی صورت میں ظاہر ہو۔

علمائے حق کبھی فرقہ بندی کی تعلیم نہیں دیتے، بلکہ وہ ائمہ اہل سنت والجماعت کے مسلک و منہج پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں، جو کہ عافیت کا راستہ ہے۔

مسلک محدثین اور منہج اہل سنت کی بنیاد قرآن کریم، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ و تابعین پر قائم ہے۔ حق کا تسلسل صحابہ سے ہوتا ہوا محدثین تک پہنچا، جسے محدثین نے مدون کر کے اُمت کے سامنے پیش کیا۔ اس لیے مسلک محدثین ہی کتاب و سنت کی صحیح تعبیر ہے، جسے قرآن کریم نے سبیل مؤمنین قرار دیا ہے، انھی کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔ اس سے انحراف شقاوت، بدبختی اور گمراہی ہے، جس کا انجام بخیر نہیں۔

صراط مستقیم کیا ہے؟ اسے جاننے اور پہچاننے کا معیار مسلک محدثین ہے، کیونکہ ہر فرقہ اپنے تئیں حق پر ہونے کا دعویدار ہے اور اس پر کتاب و سنت کے دلائل بھی پیش کرتا ہے، اب کس کا استدلال درست ہے اور کس کا خطا؟ اس کا فیصلہ محدثین کے علم سے کیا جائے گا۔ جس کا استدلال و استنباط مسلک محدثین کے موافق ہوگا، وہ حق پر ہے۔ جس کا استدلال مسلک محدثین کے مطابق نہیں ہوگا، وہ حق پر نہیں ہوسکتا۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ فلاں کی رائے ہے، فلاں کا استدلال ہے، مگر اسے مسلک محدثین نہیں کہا جا سکتا۔

مسلک اہل حدیث دراصل مسلک محدثین کا تسلسل ہے، ان کے عقیدہ وعمل کی بنیاد محدثین کے علم وفہم پر ہے۔

لہٰذا فرقہ بندی سے بچنے کا واحد راستہ سبیل مؤمنین کی پیروی ہے۔ اس کی مخالفت دراصل فرقہ بندی ہے، جو ہر گمراہ کا مقدر ہے۔

اس لیے فرقہ بندی سے بچنے کے لیے علمائے حق اور علمائے سوء میں، علمائے دنیا اور علمائے آخرت میں فرق کرنا ہوگا۔ ماوشما کو عالم نہیں سمجھنا چاہیے۔

سوال: بعض لوگ علما پر یہ اعتراض وارد کرتے ہیں کہ یہ چندہ خور ہیں، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: دینی اُمور باہمی تعاون سے ہی سر انجام پاتے ہیں۔ چونکہ دینی مدارس خیراتی ادارے ہیں، جو ایک طالب علم کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ یقیناً اس میں تعاون کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی دینی یا دنیوی ادارہ مالی اعانت کے بغیر نہیں چل سکتا۔ کتنے رفاعی ادارے ہیں، جو اصحاب ثروت کے تعاون کے محتاج ہیں۔

ہمارے مطابق چندہ خوری کا الزام بے بنیاد ہے۔ اس کا مقصد علمائے حق کو بدنام کرنا ہے اور لوگوں کو علما سے دور کرنا ہے۔

جو لوگ یہ الزام دھرتے ہیں، وہ خود کسی کا کسی طریقہ سے چندہ وصول کر رہے ہوتے ہیں، بس اسے کوئی اور نام دے دیتے ہیں۔ علما اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں، وہ لوگوں کا ناحق مال نہیں کھاتے، جو لوگ علما کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں، وہ خود اس جرم میں مبتلا ہوتے ہیں، مگر وہ اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہیں۔ اس مذموم پروپیگنڈہ سے اپنے مذموم مقاصد کو پانے کی کوشش کرتے ہیں۔

❀ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَالِمٌ عَامِلٌ مُعَلِّمٌ يُدْعٰى كَبِيرًا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ .

”عالم اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو اور اس کی تعلیم دینے والا ہو، تو وہ آسمانوں کی بلندیوں میں ”کبیر الشان انسان“ ہونے کی شہرت پاتا ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2685، وسندهٗ صحيحٌ)

علما سے ہماری مراد وہ اہل علم ہیں، جو علم نبوت سے بہرہ مند ہیں اور خشیت الٰہی کے پیکر ہیں۔ ہاں بعض ایسے بھی ہیں، جنہیں لوگ علما سمجھتے ہیں، مگر وہ علما نہیں ہوتے، عین ممکن ہے کہ وہ چندوں میں خرد برد کرتے ہوں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں علما کا مجموعی کردار قابل تحسین ہے۔ وہ لوگوں کے مال کو صحیح جگہ پر صرف کرتے ہیں۔ اس کے باوجود بتقاضائے بشریت ان سے کسی خطا کا ارتکاب ہو جائے، تو اسے بنیاد بنا کر تمام علما کو مطعون کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں۔

سوال: عام طور پر علما کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حق گو نہیں ہیں، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علما کو جو حق گو نہیں سمجھتے، وہ خود حق گو نہیں ہوتے، اس لیے کہ ان کے پاس حق ہوتا ہی نہیں ہے۔ وہ حق سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ جو گمراہیاں اور ضلالتیں ان کے دامن میں ہوتی ہیں، وہ انہیں حق کا نام دے کر علما پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علما حق گو نہیں ہوتے اور ہم حق گو ہیں۔

ہمارا سوال ہے کہ اگر علما حق گو نہیں، تو آپ کو ان سے تکلیف کیوں؟ یہ واضح بات ہے کہ علمائے حق ان کے باطل نظریات کو پنپنے نہیں دیتے، یوں یہ لوگ علما پر انگشت نمائی

کرتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔

ہمارے تمام مسائل کا حل اسی میں ہے کہ ہم علم اور علما کی پہچان کریں، جید علمائے اہل حدیث سے راہنمائی لیں۔ اپنے تمام دینی و دنیاوی مسائل کے حل کے لیے علما سے رابطہ رکھیں، اگر کوئی ملحد اعتراض یا اشکال پیش کرے، تو اہل علم سے ازالہ کروائیں۔

سوال: بعض لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اپنی میتوں کا خود جنازہ پڑھائیں، اپنی بیٹیوں کا خود نکاح پڑھائیں اور خود نمازیں پڑھائیں، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ جاہلی فکر ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے اقدامات عوام الناس اپنے ہاتھ میں لے لے، تو علما کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ انتہائی گمراہ کن سوچ ہے۔ ایسے لوگ علم کی عین سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ علم محض ان اُمور کا نام نہیں یا علما کے کرنے کے صرف یہی کام نہیں۔ دراصل یہ لوگ علم دین اور علم شریعت کی اہمیت اور ضرورت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس زمین پر بچی کچی خیر علما کی ہی بدولت ہے۔ کسی بھی معاشرے میں ایک عالم یا کئی اہل علم کی موجودگی انتہائی ضروری ہے۔ قرآن کریم نے اسی ضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ (التّوبة : ١٢٢)

”ہر گروہ میں سے ایک یا کئی ایسے لوگ کیوں نہیں ہوتے، جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں، پھر واپس آ کر اپنی قوم کو (رب تعالیٰ کی پکڑ سے) ڈرائیں، تا کہ وہ (رب تعالیٰ کی نافرمانی یا عذاب سے) بچ سکیں۔“

علما کی صرف یہ ذمہ داری نہیں کہ جنازہ پڑھائیں اور نکاح پڑھائیں یا نمازیں پڑھائیں۔ اہل علم کی کئی ذمہ داریاں ہیں، جنہیں جاہل لوگ سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں۔ دراصل یہ فکر ان لوگوں میں پائی جاتی ہے، جو خود کو علما خیال کرتے ہیں، وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ شاید ہمارے علاوہ کوئی عالم نہیں یا علما کی جو ذمہ داری ہے، اس سے وہ سبکدوش ہو چکے ہیں، لہٰذا ہم ہی وہ علما ہیں، جو صحیح معنوں میں کام کر رہے ہیں، حالانکہ ایسوں کا اہل علم سے کبھی واسطہ پالا نہیں پڑا۔ وہ علما کی تحریریں اور ان کے ترجمے پڑھ کر عالم ہونے کا دعویدار ہیں۔ ہر وقت اہل علم کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں، تا کہ لوگوں کی نظروں میں علما کی قدر و منزلت گر جائے۔

❁ میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ مَثَلَ الْعَالِمِ فِي الْبَلَدِ كَمَثَلِ عَيْنٍ عَذْبَةٍ فِي الْبَلَدِ .

”کسی علاقے میں عالم کا ہونا ایسے ہی (مفید) ہے، جیسے کسی علاقے میں میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو۔“

(جامع بَيان العِلم وفَضْلِهٖ لابن عبد البر : 265، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام ابو قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَثَلُ الْعُلَمَاءِ كَمَثَلِ النُّجُومِ وَالْأَعْلَامِ الَّتِي يَقْتَدِي بِهَا النَّاسُ، فَإِذَا تَوَارَتْ تَرَدَّدُوا فِي الْحِيرَةِ .

”علما ستاروں اور نشانات کی مانند ہوتے ہیں، جن سے لوگ راہنمائی لیتے ہیں، جب ستارے ڈوب جائیں، تو لوگ بھٹکتے پھرتے ہیں۔“

(جزء حنبل بن إسحاق : 45، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ علما بزدل ہوتے ہیں، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علم نبوت ایک انسان کو بہادر اور جری بنا دیتا ہے۔ عالم ربانی دل میں فقط اللہ کا خوف رکھتا ہے۔ اسے دنیا کا لالچ، حرص وحوس اور خوف وڈر اپنے مشن سے ہٹا نہیں سکتا۔ علمائے حق پوری قوت وطاقت کے ساتھ باطل کی سرکوبی کے لیے برسر پیکار رہتے ہیں۔ لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہر دَم رب تعالیٰ کی محبت اور تعظیم میں جیتے ہیں۔ کفر کے کئی خداؤں سے ٹکراتے ہیں۔ اہل باطل کی دھمکیاں اور خوش نما آفریں انہیں احقاق حق اور ابطال باطل سے باز نہیں رکھ سکتیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَّقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾(آل عمران : ١٧٣)

''وہ (مؤمن) لوگ، جنہیں (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ لوگ تمہارے لیے جمع ہو چکے ہیں، لہٰذا ان سے ڈر جاؤ، تو یہ (بات) انہیں ایمان میں اور بھی بڑھا دیتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کافی ہے، وہ کیا ہی بہتر کارساز ہے!''

اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ کافروں اور ظالموں کی تیاریاں انہیں اپنے مقصد نہیں ہٹاتیں، بلکہ وہ رب تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہوئے اور اس سے مدد مانگتے ہوئے پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور منظّم انداز میں باطل کا رد کرتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا﴾(الأحزاب : ٣٩)

”وہ لوگ، جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کی تبلیغ کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں، وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کافی ہے۔“

یقیناً اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تبلیغ یا انبیائے کرام علیہم السلام نے کی ہے یا اُمتوں کے علما نے۔سب کی شان یہ ہے کہ وہ دل میں صرف اللہ کا ڈر رکھتے ہیں۔

اس لیے علمائے حق کو ڈرپوک یا بزدل کہنا بے حقیقت بات ہے۔علما نے ہر محاذ پر کفر کو شکست فاش دی ہے، دلیل کے میدان میں کسی دور میں اسلام سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

علما کی تاریخ قربانیوں سے لبریز ہے، کتنے علما ہیں، جنہیں حق گوئی کی پاداش میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، انہیں حبس بے جا میں رکھا گیا۔ان پر مختلف قسم کی پابندیاں لگائیں گئیں، کئیوں پر حملے کیے گئے، بہت سوں کو تو شہید ہی کر دیا گیا، مگر کبھی بھی اہل حدیث علما مداہنت کا شکار نہیں ہوئے۔

امام مالک رحمہ اللہ فتویٰ دیتے تھے کہ طلاق مکرہ (جبری طلاق) واقع نہیں ہوتی۔اس کی پاداش میں حاکم وقت نے آپ رحمہ اللہ کے ننگے بدن پر سو کوڑے برسائے۔جس کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ کا کندھا اتر گیا۔

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ الْهَاشِمِيُّ، فَأَرْسَلَ إِلٰى مَالِكٍ، فَقَالَ: أَنْتَ الَّذِي تُفْتِي فِي الْإِكْرَاهِ، وَإِبْطَالِ الْبَيْعَةِ؟ فَضَرَبَهُ مُجَرَّدًا مِائَةً، حَتّٰى أَصَابَ كَتِفَهُ خَلْعٌ، وَكَانَ لَا يَزُرُّ أَزْرَارَهُ بِيَدِهِ.

”(جعفر بن سلیمان بن علی) ہاشمی مدینہ کا والی تھا، اس نے امام مالک رحمہ اللہ کی طرف ایلچی بھیجا، اس نے کہا: ”کیا تم ہی ہو، جو جبری طلاق کے بارے میں

فتویٰ دیتے ہو اور (ظالم حکمران کی) بیعت کو باطل سمجھتے ہو؟'' تو اس نے امام مالک رحمہ اللہ کے ننگے بدن پر سو کوڑے مارے، جس نے آپ رحمہ اللہ کا کندھا اتر گیا، آپ رحمہ اللہ بٹن بند نہیں کر سکتے تھے۔''

(آداب الشّافعي ومَناقبه لابن أبي حاتم، ص 156، وسندہٗ صحيحٌ)

فتنہ خلق قرآن کے حوالہ سے امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سمیت کئی اہل علم محدثین پر ظلم ڈھائے گئے، مگر اپنے عقیدہ سے باز نہ آئے اور خلق قرآن کا فتویٰ نہ دیا۔ یہ ان کے بہادر اور نڈر ہونے کی بین دلیل ہے۔

باقی علما بھی انسان ہیں، انسانی کمزوری انہیں بھی لاحق ہوتی ہے، ایک آدھ عالم کی وجہ سے تمام علما کو مطعون نہیں کیا جا سکتا۔

کیا کبھی ایسا ہوا کہ باطل نے سر اٹھایا ہو اور سارے کے سارے علما مداہنت کا شکار ہو گئے ہوں اور ڈر کے مارے اس باطل کا منہ توڑ جواب نہ دیا ہو؟ انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں۔ ہمارا ماننا ہے کہ عام مسلمانوں کو علما کے طفیل جرأت و بہادری نصیب ہوتی ہے۔

سوال: گمراہوں کے لیکچر یا دروس سننا کیسا ہے؟

جواب: جو شخص مسلک محدثین سے منحرف ہو، علمائے حق کا دشمن ہو اور علم نبوت سے جاہل ہو، ایسا شخص گمراہ اور ملحد ہے۔ بعض لوگ ایسے گمراہوں کو مدعو کرتے ہیں، ان کے لیکچر ریکارڈ کرواتے ہیں، انہیں ٹی وی چینلوں پر بٹھایا جاتا ہے اور ان سے دینی راہنمائی لی جاتی ہے۔ یہ اقدام سراسر اسلام کے مفاد میں نہیں۔ اس سے اسلام کی غلط تعبیر پیش ہوتی ہے۔ عوام الناس کو مغالطوں میں ڈالا جاتا ہے۔

ایسے گمراہ لیکچرار چونکہ علم نبوت سے بے بہرہ ہوتے ہیں، اس لیے اسلام کی غلط تشریح

کرتے ہیں، علمائے حق کے خلاف زبان درازی اور بہتان تراشی کرتے ہیں، مساجد اور مدارس کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہیں، بلکہ سامعین و ناظرین کو ان سے بدظن کرتے ہیں۔

ایسے پروگرامز میں شرکت کرنا یا انہیں سننا یا ایسے گمراہوں کو پروموٹ کرنا روح اسلام کے خلاف ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ علمائے حق سے کٹ کر حق پر قائم رہنا ناممکن، بلکہ محال ہے۔ مترجم کتابیں پڑھ کر کوئی عالم نہیں بن جاتا، جیسے طب کی کتابیں پڑھ کر کوئی طبیب نہیں بن سکتا، یا انجینئرنگ کی کتابوں کا مطالعہ کر کے کوئی انجینئر نہیں بن جاتا۔ علی ہذا القیاس!

ایسے لوگ غیر مہذب، بدتمیز اور بداخلاق ہوتے ہیں، کیونکہ علما اخلاق اور تمیز سکھاتے ہیں، یہ علما کے دشمن ہوتے ہیں، تو اس لیے یہ اخلاق اور تہذیب سے عاری ہوتے ہیں۔ تبھی یہ لوگ جہالت اور گمراہی کی وجہ سے رعونت کا شکار ہو جاتے ہیں، ہر وقت ''انا ولا غیری'' (بس میں ہی میں، کوئی دوسرا نہیں) کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ایسے کم ظرف لوگ کبھی بھی انسانوں کا فائدہ نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ خود فائدہ سے محروم ہوتے ہیں، بلکہ یہ کل خیر سے محروم ہوتے ہیں، ہمہ وقت سختی اور نفرت ان سے جنم لیتی ہے۔ ان کی دعوت کی بنیاد چیلنجوں پر ہوتی ہے۔ جاہل اور بے شعور عوام ان کے ساتھ مل جاتے ہیں، جس وجہ سے یہ پھولے نہیں سماتے۔

حقیقت میں یہ لوگ دھڑا باز اور فرقہ باز ہوتے ہیں۔ اس پر سہاگہ یہ کہ عربیت سے ناواقف ہوتے ہیں، جب انہیں عربی زبان سے واقفیت نہیں، تو یہ اسلاف دین کے علم سے فیض یافتہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اسلاف اُمت کے علم کے بغیر انسان اللہ اور اس کے رسول کی مراد کبھی نہیں پا سکتا۔ مرادِ رسول تک ان کی دسترس ممکن نہیں، لہٰذا یہ بیچارے پہلوں کی مانند

بھٹکتے پھرتے ہیں۔

ان کی اول آخر کوشش گمراہیوں کو مزین کر کے پیش کرنا ہوتا ہے۔جس کے لیے وہ کبھی لفاظی کا سہارا لیتے ہیں، کبھی کسی سائنسی تھیوری اور عقلی دلیل کا۔حالانکہ کوئی گمراہی عقل سلیم کے موافق نہیں۔

یہ گمراہ نالائق اور کم ہمت ہوتے ہیں، یہ کچھ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، یہ دیگر گمراہوں کے چبائے ہوئے نوالے پیش کرتے ہیں۔

ذہن نشین رہے کہ گمراہی سستی ہے، تھوک پرچون مل رہی ہے۔اس لیے ہر طرف گمراہی کے انبار لگے ہیں، ان حالات میں علمائے حق کے دامن سے وابستگی ضروری ہے۔

یہ گمراہ اپنی جھوٹی موٹی دعوت پیش کرتے وقت قرآن وحدیث کی لفظی اور معنوی تحریف کے مرتکب بھی ہوتے ہیں۔ دنیا بھر کے تمام گمراہوں میں ایک چیز قدر مشترک ہے، وہ ہے: مسلک محدثین سے انحراف۔اس لیے یہ قرآن وحدیث کی من چاہی تعبیروں، تفسیروں اور تشریحات میں بے باک ہوتے ہیں، جسے یہ علمی کاوش سمجھتے ہیں، وہ درحقیقت سراسر جہالت اور گمراہی ہوتی ہے۔اس دور میں یہ گمراہ موسم برسات کے مینڈکوں کی مانند نظر آتے ہیں۔لوگ ان سے فتویٰ لیتے ہیں، یہ فتویٰ دیتے ہیں، خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ان کا بزعم خویش علم ان کے لیے وبال جان ثابت ہوگا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا .

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو ایسے قبض نہیں کرے گا کہ بندوں (کے سینوں سے) چھین لے، بلکہ اللہ تعالیٰ علما کو فوت کر کے علم قبض کرے گا، یہاں تک کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، پھر لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا، تو وہ علم (یعنی کتاب و سنت کی نصوص) کے بغیر فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

(صحيح البخاري : 100، صحيح مسلم : 2673)

حقیقت میں یہ نااہل ہیں، اس لیے ہر وقت اُمت کی بربادی کا سامان کرتے ہیں۔ یہ بھٹکے ہوئے لوگ انسانوں کا کیا بھلا کر سکتے ہیں، جو اپنا خیر خواہ نہیں، وہ دوسروں کی خیر خواہی کیسے کر سکتا ہے؟ ان کے اندر اہلیت اور صلاحیت نہیں، اس لیے یہ بیکار اور ردی لوگ ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کی نشانی بتائے گئے ہیں، نہ خود عالم ہوتے ہیں، نہ علم والوں کی عزت قدر کرتے ہیں، بلکہ حقیقت میں یہ علم اور اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں، حالانکہ علم کے بغیر انسانوں کی صلاح و فلاح ممکن نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتّٰى إِذَا قَضٰى حَدِيثَهُ قَالَ : أَيْنَ ـأُرَاهُـ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ : هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ :

كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ : إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ .

''ایک دفعہ نبی کریم ﷺ مجلس میں بیٹھے لوگوں سے محو گفتار تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا: قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات جاری رکھی، مجلس میں سے کسی نے کہا: نبی کریم ﷺ نے اس اعرابی کی بات سن لی ہے اور اسے ناپسند کیا ہے، جبکہ بعض کا کہنا تھا کہ سنا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی بات مکمل کی، تو فرمایا: قیامت کے بارے سوال کرنے والا کدھر ہے؟ دیہاتی نے کہا: میں ادھر ہوں، اللہ کے رسول! فرمایا: جب امانتوں میں خیانت ہونے لگے، تو قیامت کا انتظار کرنا، پوچھا: امانتوں کا ضیاع کیسے؟ فرمایا: جب اختیارات نااہلوں کے سپرد کیے جانے لگیں، تو قیامت کا انتظار کرنا۔''

(صحيح البخاري : 59)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ عُلَمَائِهِمْ وَكُبَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ صِغَارِهِمْ وَسَفَلَتِهِمْ فَقَدْ هَلَكُوا .

''لوگ تب تک خیر پر رہیں گے، جب تک وہ علما اور کبار سے علم حاصل کرتے رہے گے، جب ان کے پاس کم تر اور پست (نااہل) لوگوں کی طرف سے علم آئے گا، تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔''

(مُعجم ابن الأعرابي : 926، المُعجم الكبير للطّبراني : 114/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَالِسُوا الْكُبَرَاءَ، وَخَالِطُوا الْحُكَمَاءَ، وَسَائِلُوا الْعُلَمَاءَ .

''بڑوں کی مجلس میں بیٹھا کریں، دانا اور سمجھدار لوگوں سے میل جول رکھا کریں اور اہل علم سے سوال پوچھا کریں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 25589، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: علما پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو مدارس تک محدود کر رکھا ہے، دنیاوی ترقی میں ان کا کوئی کردار نہیں۔ اس بارے کیا کہتے ہیں؟

جواب: علما اپنی ذمہ داری بخوبی نبھاتے آ رہے ہیں، جو ان کا کام ہے، اس میں مخلص ہیں۔ علما انبیائے کرام کے وارث ہیں، جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو سونپی تھی، یہ اس کے امین ہیں۔ دنیا کی ترقی ان سے وابستہ ہے۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی ہیں، ہر ایک اپنے شعبہ میں کارفرما ہے۔ کیا کوئی کسی زمیندار کو کہہ سکتا ہے کہ تم ہر وقت کھیتی باڑی میں لگے رہتے ہو، کبھی تم نے کوئی ایجاد نہیں کی۔ اسی طرح کسی سپاہی کو کہا جائے کہ آپ حفاظت پر مامور ہو، آپ نے کبھی کوئی گولی ایجاد نہیں کی۔ کسی ڈاکٹر سے کہا جائے، آپ کا سائنسی ترقی میں کیا کردار ہے؟ کسی انجینئر سے کہا جائے کہ آپ نے کبھی کسی بیماری کا علاج دریافت نہیں کیا۔ اسی طرح کسی سکول ٹیچر کو کہا جائے کہ آپ نے ملک وقوم کی ترقی میں کیا کردار ادا کیا ہے؟ ساری زندگی پڑنے پڑھانے میں گزار دی۔ ہر ذی شعور کے نزدیک یہ سبھی سوالات نامعقول ہوں گے، کیونکہ ہر شخص اپنے اپنے شعبہ میں خدمت سرانجام دے رہا ہے، وہ ہر ہر شعبہ میں اپنا کردار ادا نہیں کر سکتا۔

اسی طرح ایک عالم دین کا کام لوگوں کی دینی راہنمائی کرنا ہے، انہیں تمام شعبہ جات کے متعلق حلال وحرام، جائز وناجائز کے حوالہ سے آگاہ کرنا ہے۔ دنیاوی ایجادات کرنا علما کا کام

نہیں۔کیا کبھی کسی نبی نے دنیاوی ایجادات کیں؟ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ دین کی تبلیغ کی ہے، ہر شعبہ زندگی کے متعلق اُصول بیان فرمائے ہیں، ان اصولوں کے مطابق صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا اور دنیاوی ترقی میں خاطر خواہ کردار ادا کیا، بلکہ کئی غیر مسلموں نے بھی نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے اُصولوں اور تعلیمات کو بنیاد بنا کر ایجادات کیں ہیں۔

اب کوئی نبی کریم ﷺ پر یہ اعتراض نہیں کرسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے دنیاوی ترقی میں کیا کردار ادا کیا؟ جبکہ نبی کریم ﷺ کا زمانہ دنیا کا بہترین زمانہ ہے۔اس زمانہ میں امن وسلامتی، ترقی اور خوشحالی اور برکت بام عروج کو چھوتی تھی۔

نبی کریم ﷺ کی انہی تعلیمات کو اُمت تک پہنچانے کا کام ہر دور کے علما نے کیا ہے، پھر علما کو یہ طعنہ کیوں دیا جاتا ہے کہ ان کا دنیاوی ترقی میں کوئی کردار نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی ترقی علم میں ہے، وہ دنیاوی علم ہو یا دینی علم۔کفار علم دین سے محروم ہیں، باوجود ترقی یافتہ ہونے کے وہ غیر مہذب ہیں، ان کے پاس عارضی اور وقتی دنیا تو ہے، دائمی وسرمدی آخرت نہیں۔یقیناً اس سے بڑی تنزلی نہیں۔

معلوم ہوا کہ علم شریعت کے بغیر زندگی، زندگی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے زندگی کو خلق فرمایا، پھر اس زندگی میں علم نبوت کے ذریعہ زندگی ڈالی۔علما بحمد للہ علم نبوت سے مالا مال ہیں۔

کسی بھی معاشرے کی بقا اور سلامتی صحیح العقیدہ علما پر منحصر ہے، لہٰذا علما کی کردار کشی کسی صورت درست نہیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ علما جھگڑالو ہوتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یاد رہے کہ علما دو طرح کے ہوتے ہیں: ① وہ علما جو علم نبوت سے فیض یاب ہوتے ہیں، انہوں نے علم اس لیے سیکھا ہوتا ہے کہ لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح

کریں، یہ عوام کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ انہیں شرک وکفر اور بدعات وخرافات سے دور رکھتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کا مطیع وفرمانبردار بناتے ہیں۔ ② وہ علما، جو نفس پرست ہوتے ہیں، لوگ انہیں علما خیال کرتے ہیں، یہ علما نہیں ہوتے، کیونکہ یہ گروہ محدثین سے دور ہو چکے ہوتے ہیں، ان کے حصول علم کا مقصد اپنے مذموم عقائد واعمال کی ترویج وتبلیغ کرنا ہے۔ یہ ہمیشہ علمائے حق محدثین عظام کے دشمن رہے ہیں، ان کے خلاف ہر وقت زہر اگلتے رہے ہیں۔ ان کی اس روش کو لوگ علما کی باہمی منافرت خیال کرتے ہیں، حقیقت میں یہ خود جھگڑالو ہوتے ہیں، ان کی اول آخر کوشش حق کو مٹانا ہے۔ ہر ملحد جھگڑالو ہوتا ہے، مگر وہ خود کو مصلح باور کراتا ہے۔

اعتبار اصل کا ہوتا ہے، علمائے حق اصل ہیں، جو ان سے ہٹ گیا، وہ اَصل سے ہٹ گیا۔ جو اصل سے ہٹ گیا، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال: کیا زکوۃ کی رقم علما اور مدارس پر خرچ کی جاسکتی ہے؟

جواب: زکوۃ کی رقم مستحق علما پر خرچ کی جاسکتی ہے۔ اس سے جہاں ایک فریضہ کی ادائیگی ہو جاتی ہے، وہاں حق کی اعانت بھی ہوتی ہے۔ کتنے علما ہیں، جو حالات کی بھینٹ چڑھ گئے اور بہتر طریقہ سے دین کا کام نہیں کر سکے۔

علما خود کو دین کے لیے مختص کر چکے ہوتے ہیں، دین کے کئی کام ایسے ہیں، جو مالی معاونت کے محتاج ہیں، لہٰذا دینی اور شرعی اُمور پر علما سے تعاون کرنا چاہیے۔ علما پر خرچ کرنا دین پر خرچ کرنا ہے۔ اس سے جہاں دین کا کام بہتر طریقہ سے ہوگا، وہاں علما کی قدردانی بھی ہوگی۔ علما ہیں، تو ہم ہیں، علما نہیں، تو ہم نہیں۔ علما اسلام کے محافظ ہیں، اسلام کی محافظت میں ہماری حفاظت اور سلامتی ہے۔ کتنے اہل علم ایسے ہیں، جب انہیں آسودہ حال

کر دیا گیا، تو انہوں نے بھرپور کام کیا۔

جہاں تک تعلق ہے مدارس کا، تو مدارس خیراتی ادارے ہیں، ان میں اکثر و بیشتر طلبہ فقراء اور مساکین ہوتے ہیں، لہٰذا طلبہ دین پر خرچ کرنا جہاں علم کی قدردانی ہے، وہاں فقراء اور مساکین کے ساتھ بہترین تعاون بھی ہے۔

مدارس اسلام کے قلعے ہیں، یہاں سے اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، علم کی بقاء کی کوشش ہوتی ہے، لہٰذا یہ خودار طلبہ دین ہیں، ان کے ساتھ تعاون وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ہر دور کے اہل کفر اور اہل شرک اپنے کفر و شرک کی ترویج میں مال خرچ کرتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ﴾

(الأنفال : ٣٦)

”کافر لوگ راہِ خدا سے ہٹانے کے لیے اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔“

کافر لوگ اپنے کفر کو بڑھانے، اسے مضبوط اور منظّم کرنے کے لیے دل کھول کر مال خرچ کرتے ہیں اور اسے اپنا مذہبی اور اخلاقی فریضہ سمجھتے ہیں۔ جب کافر مال خرچ کرتے ہیں، تو ہم مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ کفر و شرک کی سرکوبی میں دل کھول کر مال خرچ کریں اور اسے اپنا مذہبی و اخلاقی فریضہ سمجھیں، یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مدارس دینیہ سے تیار ہونے والے علما ہی ہیں، جو ہر دور میں کفر و شرک، بدعات و خرافات اور برائیوں کا سد باب کرتے ہیں، ان کی سرکوبی میں سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔

لہٰذا جس قدر کفار اور گمراہ لوگ اپنے اداروں کے ساتھ مالی معاونت کرتے ہیں، ہمیں اس سے کہیں بڑھ کر اپنے مدارس کے ساتھ مالی تعاون کرنا چاہیے۔

مدارس پر خوب خرچ کریں، فرض اور نفل صدقات میں انہیں یاد رکھیں کہ یہ اسلام کے ساتھ تعاون ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللّٰهِ﴾(الصّفّ : ١٤)

”ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ۔“

اللہ کی مدد سے مراد علم الٰہی اور دین الٰہی کی نصرت ہے، جس کا بہترین مصرف مدارس دینیہ ہیں۔ ملحد کی خواہش ہے کہ مدارس دینیہ کے ساتھ مالی اور اخلاقی تعاون نہ ہو، تا کہ یہ سسکیوں میں چلے جائیں یا دَم توڑ جائیں، ان کا یہ خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ وہ چاہتے ہیں کہ مدارس جو کہ علما پیدا کرنے والی فیکٹریاں ہیں، بند ہو جائیں، تا کہ کوئی عالم پیدا نہ ہو، یوں وہ گمراہی کو بآسانی عام کر سکیں۔

جب تک مسلمانوں میں دین کی رَمق بھی باقی ہے، تب تک دینی مدارس قائم ودائم رہیں گے۔ دینی مدارس مخلصین کے تعاون سے فعال ہیں۔

سوال: بعض کا یہ مطالبہ ہے کہ اثری تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کا بھی اہتمام ہونا چاہیے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: دینی اور دنیاوی علوم کا حسین امتزاج ہونا چاہیے۔ اصل علم اَثری علم ہے۔ عصری تعلیم کو ثانوی حیثیت حاصل ہے، مگر عصری تعلیم کی اہمیت وضرورت سے انکار نہیں۔ یاد رہے کہ علم صرف علم نبوت ہے، باقی سارے کے سارے عصری علوم فنون ہیں، اگرچہ علوم وفنون من جانب اللہ ہیں۔ دینی علوم اور دنیاوی فنون سیکھنا عظمت کی دلیل ہے۔ مدارس دینیہ میں بڑی حد تک اس کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، بلکہ بعض مدارس نے دینی تعلیم

کے ساتھ عصری تعلیم بھی لازمی کر رکھی ہے۔ مگر جس انداز میں یہ مطالبہ کیا جاتا ہے، شاید وہ انداز مستحسن نہیں۔

اس سے مدارس کی ضرورت اور اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ مدارس نے ماحول ومعاشرہ کی صلاح وفلاح میں بنیادی اور اساسی کردار ادا کیا ہے، دینی علوم کے بغیر حسن معاشرت تو دور معاشرے کا بھی تصور نہیں۔ بھلا ایک جنگل میں کئی جانوروں کو قوم نہیں کہا جا سکتا۔ قوم مہذب معاشرے کا نام ہے، وہ علم نبوت کے بغیر ممکن نہیں۔ اخلاقی اقدار اصل ہیں۔ جو علم نبوت کے بغیر پامال ہوتے نظر آتے ہیں۔

سوال: ایک مدرسہ کو کامیاب مدرسہ بنانے کے لیے کیا اقدامات کرنے چاہییں؟

جواب: کامیاب مدرسہ کے لیے درج ذیل اُمور لازمی ہیں۔

① مدرسہ کا ماحول اچھا ہونا چاہیے۔ کسی بھی کام میں ماحول کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ صفائی ستھرائی ماحول کا بنیادی عنصر ہے۔ اس بن مدرسہ کی کامیابی کا خواب عنقا ہے۔

② غذا اور خوراک جہاں صحت پر اچھا اثر چھوڑتی ہے، وہاں سوچ وفکر کے توازن کو بھی برقرار رکھتی ہے۔ لہٰذا مدرسہ میں طلبہ کو عمدہ اور بہتر کھانا میسر کیا جائے۔

③ نصاب تعلیم ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا نصاب ٹھوس اور مضبوط ہو، خصوصاً ابتدائی چار سالوں میں نحو وصرف اور علم ادب پر خصوصی توجہ دی جائے۔

④ اساتذہ کرام باصلاحیت، مخلص اور محنتی ہوں۔ تمام اساتذہ تقریباً صلاحیت میں یکساں ہوں، نیز عقیدہ وعمل میں اسلاف کا نمونہ ہوں۔

⑤ طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے اور علم دین کی فضیلت ان پر واضح کی جائے اور دعوت وتبلیغ کی اہمیت سے روشناس کرایا جائے۔

(۶) طلبہ کو دورِ حاضر کے فتن کے متعلق آگاہ کیا جائے۔

(۷) بے جا سختی اور غیر ضروری پابندی سے اجتناب برتا جائے، نیز طلبہ پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہونا چاہیے۔

(۸) نصاب تعلیم مکمل پڑھایا جائے، ادھوری کتابیں پڑھانا علم کی خدمت نہیں۔

(۹) چار سال کے بعد قرآن و حدیث میں رسوخ پیدا کیا جائے اور خارجی مطالعہ کی عادت ڈالی جائے۔

(۱۰) مشکوٰۃ تک اساتذہ کرام خود عبارت پڑھیں اور ترجمہ کریں، مشکوٰۃ کے بعد طلبہ عبارت پڑھیں اور ترجمہ کریں۔

(۱۱) طلبہ دین کی حوصلہ افزائی اور راہنمائی ہونی چاہیے۔

(۱۲) کوشش ہونی چاہیے کہ بچوں اور بچیوں کو حفظ قرآن کریم کی سعادت سے بہرہ مند کیا جائے، حفاظ اور حافظات کسی بھی ادارہ کا اندوختہ سرمایہ ہوتے ہیں۔

(۱۳) عالمی یونیورسٹیوں میں لائق و فائق طلبہ کا داخلہ کرایا جائے۔

(۱۴) میڈیا اور ماحول کے فتنوں سے دور رکھا جائے۔

(۱۵) سادہ طرزِ زندگی کی عادت ڈالی جائے، تکلفات سے دور رکھا جائے۔

(۱۶) طلبہ کے ذوق، صلاحیت اور قابلیت کے مطابق تخصص کرایا جائے۔

نوٹ:

ہمارے ہاں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ مدرسہ سے فراغت کے بعد مزید علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ یوں کئی ذہین اور قابل طلبہ اپنے آپ کو ضائع کر دیتے ہیں۔ مدارس کی زندگی میں وہی آئے، جو زندگی بھر اس شعبہ کے ساتھ وفا کرنا جانتا ہو۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵٦۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: روافض کا متعہ کیا ہے؟

جواب: نکاح متعہ منسوخ ہے، قیامت تک کے لیے حرام ہے، مگر شیعہ جو متعہ کرتے ہیں، اسلام کے کسی دور میں جائز نہیں رہا۔ شیعہ کا متعہ سراسر زنا اور بدکاری ہے۔

شیعہ کے نزدیک شادی شدہ عورت سے بھی متعہ ہو سکتا ہے، جبکہ اسلام میں اس کا تصور بھی نہیں کہ ایک عورت کے رحم میں دو مردوں کا نطفہ جمع ہو۔ اسلام قطعاً اسے ناپسند کرتا ہے، بلکہ ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔ یہ تو جانوروں کا کام ہے، جسے انہوں نے اپنا دین بنا لیا ہے۔

روافض کے نزدیک چھوٹی بچی سے بھی متعہ جائز ہے کہ کوئی انسان اس کی دونوں رانوں کے درمیان آلہ تناسل رکھ کر لذت حاصل کرتا رہے۔ ایسا فعل کسی بے حیا سے ہی سرزد ہو سکتا ہے، سلیم الفطرت انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اسی طرح شیعہ کے نزدیک متعہ دوریہ بھی جائز ہے۔ متعہ دوریہ کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت ایک وقت میں کئی مردوں سے متعہ کرے، وہ اپنی باری مقرر کر لیں اور اس سے بدکاری کرتے رہیں۔ ایک عورت کے رحم میں کئی مردوں کا نطفہ جمع ہو، یہ اسلام نہیں، بلکہ ایسا عمل کسی بھی آسمانی مذہب میں جائز نہیں۔

❀ شیعہ کے شیخ الطائفہ، ابو جعفر، محمد بن حسن، طوسی (۴٦۰ھ) نے لکھا ہے:

لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يَّسْأَلَهَا ؛ هَلْ لَّهَا زَوْجٌ أَمْ لَا .

”نکاحِ متعہ میں عورت سے یہ پوچھنا ضروری نہیں کہ اس کا خاوند ہے یا نہیں۔“

(النهاية، ص 490)

❁ خمینی نے لکھا ہے:

أَمَّا سَائِرُ الْاِسْتِمْتَاعَاتِ كَاللَّمْسِ بِشَهْوَةٍ وَالضَّمِّ وَالتَّفْخِيذِ فَلَا بَأْسَ بِهَا حَتّٰى فِي الرَّضِيعَةِ .

”رہا (نابالغ بچی سے دخول کے علاوہ) باقی تمام فائدے مثلاً شہوت کے ساتھ چھونا، سینے سے لگانا اور رانوں میں آلہ تناسل پھیرنا، تو (نکاح اور متعہ میں) یہ فوائد اٹھانا جائز ہے، یہاں تک کہ دودھ پیتی بچی کے ساتھ بھی یہ سب کچھ کرنا جائز ہے۔“

(تحرير الوسيلة : 854/1، رقم المسئلة : 12)

❁ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ (۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ يُجَوِّزُونَ الْمُتْعَةَ الدَّوْرِيَّةِ، وَإِنْ كَانَ الْإِثْنَا عَشَرِيَّةُ يُنْكِرُونَ هٰذَا التَّجْوِيزَ، وَلٰكِنْ يَقُولُ مُحَقِّقُوهُمْ : إِنَّهَا ثَابِتَةٌ فِي كُتُبِنَا لَا يَجُوزُ إِنْكَارُهَا، وَصُورَتُهَا أَنْ يَسْتَمْتَعَ جَمَاعَةٌ مِنِ امْرَأَةٌ وَّاحِدَةٌ وَيُقَرِّرُوا الدَّوْرَ وَالنَّوْبَةَ لِكُلٍّ مِّنْهُمْ، فَيُجَامِعُهَا مَنْ لَهُ النَّوْبَةُ مِنْ تِلْكَ الْجَمَاعَةِ فِي نَوْبَتِهِ .

”اسی طرح شیعہ متعہ دوریہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، اگرچہ اثنا عشریہ نے اس جواز کا انکار کیا ہے، مگر ان کے محققین علما کا کہنا ہے کہ متعہ دوریہ ہماری کتابوں

میں ثابت ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ متعہ دوریہ کی صورت یہ ہے کہ ایک ہی عورت سے کئی لوگ (ایک ہی وقت میں) متعہ کرتے ہیں۔ وہ ہر ایک کے لیے باری مقرر کر لیتے ہیں، ان لوگوں میں سے جس کی باری ہوتی ہے، وہ اپنی باری میں اس عورت سے جماع کر لیتا ہے۔''

(مُختصر التّحفة الإثني عشرية، ص 227)

سوال: توحید کی تین اقسام ہیں، اس پر کیا دلیل ہے؟

جواب: توحید کی تین اقسام ہیں؛ توحید ربوبیت، توحید اُلوہیت اور توحید اسماء وصفات۔ یہ تقسیم کتاب وسنت کے دلائل سے استقراء اور تامل سے ثابت ہوتی ہے۔ اہل علم کے ہاں یہ مسلمہ بات ہے۔

سوال: بعض لوگ علمائے حق سے نفرت کرتے ہیں، ان کا انجام کیا ہوگا؟

جواب: علمائے حق سے نفرت حق سے نفرت ہے، علم نبوت سے بہرہ مند علما نبی کریم ﷺ کے وارث ہیں، جن کا علم وعمل اور منہج گروہ محدثین سے موافق ہے۔

علم، طالب علم اور علمائے حق دنیا کی بہترین ہستیاں ہیں، ان کے سامنے دنیا کی ہر شے ہیچ ہے۔ نورانی فرشتے ان کی حفاظت وصیانت پر مامور ہوتے ہیں۔ رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن ہوتی ہے، ان کا ذکر خیر نورانی مخلوق میں رب تعالیٰ خود کرتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَّلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهٗ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ،

وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ .

”جو شخص علم کی تلاش کے لیے راستے پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان بنا دیتے ہیں، جو قوم اللہ گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوتی ہے، کتاب اللہ کی تلاوت کرتی ہے اور اسے سمجھتی اور سمجھاتی ہے، تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں (اپنے پَروں سے) گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں میں کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ جسے اس کے عمل نے پیچھے کر دیا، اس کا حسب ونسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔“

(صحيح مسلم : 2699)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ .

”خبردار! یقیناً دنیا مذموم ہے اور جو کچھ اس میں ہے، وہ بھی مذموم وملعون ہے، البتہ اللہ کا ذکر، اس سے متعلقہ اشیا، عالم اور طالب علم مستثنیٰ ہیں۔“

(سنن التّرمذي : 2322، سنن ابن ماجه : 4112، سندهٗ حسنٌ)

علما وہ ہستیاں ہیں، جو حقیقت میں زمین پر انسانوں کے لیے امان ہوتے ہیں، ان کی قدردانی کرنا، ان کی عزت واحترام بجالانا، ان سے عقیدت، محبت اور وابستگی ضروری ہے۔

❁ عون بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ : يُقَالُ : إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ عَالِمًا؛ فَكُنْ عَالِمًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ؛ فَكُنْ مُتَعَلِّمًا، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ مُتَعَلِّمًا؛ فَأَحِبَّهُمْ فَإِنْ لَمْ تُحِبَّهُمْ فَلَا تَبْغُضْهُمْ، فَقَالَ عُمَرُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهٗ مَخْرَجًا .

''میں نے امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے عرض کیا: یہ بات کہی گئی ہے: اگر آپ عالم بننے کی استطاعت رکھتے ہیں، تو عالم بن جائیں، اگر اس کی استطاعت نہیں، تو متعلم (طالب علم) بن جائیے، اگر متعلم نہیں بن سکتے، تو طلبہ دین اور علما سے محبت کریں، اگر ان سے محبت کا اظہار نہیں کر سکتے، تو ان سے بغض مت رکھیے۔ تو امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے انسان کے کتنی وسعت رکھی ہے۔''

(کتاب العلم لزهير بن حرب : 2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

نَحْنُ إِنَّمَا عَلَيْنَا أَنْ نُدَافِعَ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا وَنُبَرِّىءَ سَاحَتَهُمْ مِمَّا اتُّهِمُوا بِهٖ مِنَ الْأَكَاذِيبِ وَالْأَبَاطِيلِ الَّتِي يَكُونُ الدَّافِعُ عَلَيْهَا تَارَةً الْجَهْلَ وَأُخْرَى الظُّلْمَ وَقَدْ يَجْتَمِعَانِ .

''ہم پر اہل ایمان کا دفاع لازم ہے، ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ جن جھوٹی اور باطل باتوں سے انہیں متہم کیا گیا، ان سے ان کا معاملہ صاف کر دیں، ان جھوٹی اور باطل باتوں کا سبب کبھی جہالت اور کبھی ظلم ہوتا ہے اور کبھی جہالت

وظلم دونوں ہوتے ہیں۔“

(دفاع عن الحديث النّبوي، ص 101)

علما کسی بھی معاشرے میں میٹھے پانی کے چشمے کی مانند ہوتے ہیں کہ پیاسے چشمے پر وارد ہوتے ہیں، میٹھا اور ٹھنڈا پانی پیتے ہیں، یوں اپنی تشنگی بجھاتے ہیں، بعینہٖ علما بھی علم پیاس بجھاتے ہیں، دینی راہنمائی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی معرفت کراتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا درس دیتے ہیں۔ اسلام کے محاسن اور خوبیوں سے آگاہی دیتے ہیں۔

❁ میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ مَثَلَ الْعَالِمِ فِي الْبَلَدِ كَمَثَلِ عَيْنٍ عَذْبَةٍ فِي الْبَلَدِ.

”کسی علاقہ میں عالم کا ہونا ایسے ہی (مفید) ہے، جیسے کسی علاقے میں میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو۔“

(جامع بَيان العِلم وفَضْلِهِ لابن عبد البر : 265، وسندهٗ صحيحٌ)

علما ہی ہیں، جو اُمت کی راہبری کا کام سرانجام دیتے ہیں، بھولی بھٹکی مخلوق علما کے ذریعے راہ پاتی ہے۔

❁ امام ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَثَلُ الْعُلَمَاءِ كَمَثَلِ النُّجُومِ وَالْأَعْلَامِ الَّتِي يَقْتَدِي بِهَا النَّاسُ، فَإِذَا تَوَارَتْ تَرَدَّدُوا فِي الْحِيرَةِ.

”علما ستاروں اور نشانات کی مانند ہوتے ہیں، جن سے لوگ راہنمائی لیتے ہیں، جب ستارے ڈوب جائیں، تو لوگ بھٹکتے پھرتے ہیں۔“

(جزء حنبل بن إسحاق : 45، وسندهٗ صحيحٌ)

علم اور اہل علم کی وجہ سے ماحول معاشرہ میں آسودگی آتی ہے۔علم اور اہل علم کی خوشبو سے ماحول معطر ہو جاتا ہے۔علما پھول کی مانند ہوتے ہیں،علما سے نفرت کرنے والا انسان بد باطن، بد بودار اور بد کردار ہوتا ہے۔اس کا مزاج اس قدر بگڑ جاتا ہے،انسان تو انسان، وہ حیوان بن جاتا ہے،اس کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔وہ خیر کے سارے دروازے مسدود کر دیتا ہے۔وہ علما سے نفرت کر کے اپنے آپ کو ذلیل کر لیتا ہے۔اہل علم و عقل اس سے نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

✿ امام محمد بن عبید طنافسی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَيْحَانَةً قِبَلَ الشَّامِ مَاتَتْ فَقَالَ لَهٗ سُفْيَانُ : إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكَ مَاتَ الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ : فَجَاءَ رَجُلٌ إِلٰى سُفْيَانَ فَقَالَ : عَظَّمَ اللّٰهُ أَجْرَكَ فِي أَخِيكَ الْأَوْزَاعِيِّ فَقَدْ مَاتَ .

”ہم سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس تھے،اسی اثنا میں ایک شخص آیا،عرض کیا: اے ابوعبداللہ! (سفیان ثوری رحمہ اللہ کی کنیت) میں نے خواب دیکھا کہ ملک شام کی طرف ایک پھول مرجھا گیا،تو سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا: اگر آپ کا خواب سچا ہے،تو امام اوزاعی رحمہ اللہ کی موت واقع ہو چکی ہے۔راوی کہتے ہیں: (اتنے میں) ایک شخص امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ کے بھائی امام اوزاعی رحمہ اللہ وفات پا چکے ہیں،اللہ تعالیٰ اس مصیبت پر آپ کو بہت بڑا اجر عطا فرمائے۔“

(تاریخ ابن مَعین بروایة الدّوري : 4071، وسندهٗ صحيح)

علما سے بغض اور دشمنی رکھنا کافر قوموں کا شعار ہے۔ یہود نے کئی نبیوں کو قتل کر دیا تھا، دراصل علم نبوت سے دشمنی یہود کی خصلت بد ہے، جو کئی ایک اس اُمت کے جاہلوں میں دَر آئی ہے، وہ اپنی جہالت کی بنا پر علم و عقل کے دشمن بن گئے۔ علما کو روندتے ہیں، ان کی ناقدری کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے ہتک عزت پر درپے ہو جاتے ہیں۔ علما کی دشمنی انسان کو باؤلا بنا دیتی ہے، وہ ہر وقت علما کو کوستا رہتا ہے۔ ایسا انسان، انسان کہلوانے کا بھی استحقاق نہیں رکھتا۔ علما کی دشمنی اسے کفر کے دروازے پر لا کھڑا کرتی ہے، یوں وہ ملحد بن کر دندناتا پھرتا ہے۔

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لُحُومُ الْعُلَمَاءِ مَسْمُومَةٌ.

''اہل علم کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرنا بہت بڑی رسوائی کا باعث ہے)۔''

(تبيين كذب المفتري، ص 29، سِيَر أعلام النُّبلاء: 93/10)

جس کے دل میں علما کے خلاف بغض پلتا ہے، وہ مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے۔ تحمل مزاجی، بردباری اور رواداری اس سے عنقا ہو جاتی ہے۔ اس کا دل مرنے سے پہلے مر جاتا ہے، کیونکہ دلوں کی زندگی علم و عمل پر موقوف ہے، علم و عمل علما کے مرہون منت ہے۔

اہل علم کی بے عزتی اور استہزاء کفر ہے، اس کی سزا دنیا میں بھی مل سکتی ہے۔

❀ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) نے لکھا ہے:

اَلْاِسْتِخْفَافُ بِالْأَشْرَافِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ.

''شرفا اور علما کا استخفاف کرنا باعث کفر ہے۔''

(مَجمع الأنهر :695/1)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) کا فتویٰ ہے:

اَلْاِسْتِهْزَاءُ بِالْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ .

''علم اور اہل علم کا استہزا کرنا کفر ہے۔''

(الأشباه والنّظائر، ص 160)

❁ امام زکریا بن یحییٰ ساجی رحمہ اللہ (۳۰۷ھ) بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَخْتَلِفُ إِلٰى بَعْضِ الشُّيُوخِ لِسَمَاعِ حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَرَعْنَا فِي الْمَشْيِ وَمَعَنَا شَابٌّ مَاجِنٌ، فَقَالَ : ارْفَعُوا أَرْجُلَكُمْ عَنْ أَجْنِحَةِ الْمَلَائِكَةِ، لَا تَكْسِرُوهَا، قَالَ: فَمَا زَالَ حَتّٰى جَفَتْهُ رِجْلَاهُ .

''ہم اپنے کسی شیخ کے پاس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع کرنے کے لیے جایا کرتے تھے۔ہم تیز تیز چلنے لگے،تو ہمارے ساتھ ایک اوباش نوجوان تھا، کہنے لگا: فرشتوں کے پَروں سے اپنے پاؤں ہٹاؤ، کہیں انہیں توڑ نہ دینا۔اسی اثنا میں اس کی ٹانگوں کو فالج ہو گیا۔''

(مَجموع الفتاویٰ لابن تیمیة : 539/4)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہدا میں سے جو قرآن کا زیادہ علم رکھتا تھا، اسے لحد اتارتے وقت مقدم کیا۔یہ حفاظ قرآن اور علما کی فضیلت ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ

الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ : أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِّلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيرَ لَهٗ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ : أَنَا شَهِيدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا .

''رسول اللہ ﷺ احد کے شہیدوں میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کفن میں اکٹھا کرتے تھے، پھر پوچھتے: ان میں سے زیادہ قرآن کس کو یاد تھا؟ جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا، تو آپ اسے لحد میں پہلے اتارتے اور آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز میں ان لوگوں پر گواہ بنوں گا۔ آپ نے انہیں خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کا جنازہ پڑھایا اور نہ ہی انہیں غسل دیا۔''

(صحيح البخاري : 1343، المُنتقٰى لابن الجارود : 552)

سوال: درج ذیل روایت کی کیا حقیقت ہے؟

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ مَا زَنٰى إِلَّا شَقِيٌّ .

''اگر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ متعہ سے منع نہ کرتے، تو کوئی بدبخت ہی زنا کر سکتا تھا۔''

(تفسير الطّبري : 588/6)

جواب: سند ضعیف ہے۔ حکم بن عتیبہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مصنّف عبد الرزّاق : 500/7)

سند ضعیف ہے۔

① ابن جریج کا استاذ مبہم ونا معلوم ہے۔

② عبدالرزاق کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ إِلَّا رَحْمَةً رَحِمَ اللّٰهُ بِهَا هٰذِهِ الْأُمَّةَ وَلَوْلَا نَهْيُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا مَا زَنٰى إِلَّا شَقِيٌّ.

”نکاح متعہ رحمت تھا، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر رحم فرمایا، اگر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس سے منع نہ کرتے، تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔“

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 3/26، وسندهٗ حسنٌ)

پہلے پہل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نکاح متعہ کو جائز سمجھتے تھے، بعد میں رجوع کر لیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع کیا، جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود متعہ سے منع کر دیا تھا۔

تنبیہ:

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

رُوِيَ أَنَّهٗ رَجَعَ عَنْهَا بِأَسَانِيدَ ضَعِيفَةٍ، وَإِجَازَةُ الْمُتْعَةِ عَنْهُ أَصَحُّ.

”سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے متعہ کے جواز سے رجوع کر لیا تھا، جبکہ ان سے متعہ کا جواز صحیح سندوں سے

مروی ہے۔“

(شرح صحيح البخاري : 225/7)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نکاحِ متعہ کو جائز سمجھتے تھے، لیکن جب انہیں متعہ کی حرمت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان معلوم ہوا، تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا تھا۔

❁ ربیع بن سبرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَا مَاتَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَتّٰى رَجَعَ عَنْ هٰذِهِ الْفُتْيَا .

”سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے موت سے پہلے اس فتوے سے رجوع کرلیا تھا۔“

(مستخرج أبي عوانة : 2384، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابو جمرہ، نصر بن عمران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُّتْعَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَ مَوْلًى لَّهٗ : إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْغَزْوِ، وَالنِّسَاءُ قَلِيلٌ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : صَدَقْتَ .

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عورتوں سے متعہ کے بارے سوال کیا، تو ان کے غلام نے کہا: یہ تو اس وقت غزوات میں جائز تھا، جب عورتیں کم تھیں۔ اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے سچ کہا۔“

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 26/3، وسندهٗ حسنٌ)

لٰہذا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے باسند صحیح رجوع ثابت ہے، نیز کئی اہل علم نے یہی بات فرمائی ہے۔ عین ممکن ہے کہ ابن بطال رحمہ اللہ کے علم میں یہ روایات نہ آئی ہوں یا

ان کی تحقیق میں یہ روایات ثابت نہیں تھیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

يُقَوِّمُهَا فَيُؤَدِّي مِنْ كُلِّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ .

”وہ سامان تجارت کی قیمت کا اندازہ لگائے گا اور ہر دوسو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے گا۔“

(الهداية : 103/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے، متداول کتب حدیث میں اس کا وجود تک نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیه، ص 235)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 375/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا هٰذَا الْحَدِيثُ فَقَالَ السُّرُوجِيُّ : لَا أَصْلَ لَهُ .

”اس حدیث کے متعلق علامہ سروجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بے اصل ہے۔“

(التّنبيه على مشكِلات الهداية : 849/2)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

”ان الفاظ سے یہ روایت مجھے نہیں ملی۔“

(الدّراية :260/1)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا يُعْرَفُ مَنْ رَوَاهُ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

”یہ حدیث بے اصل ہے، معلوم نہیں کہ یہ روایت کس صحابی نے بیان کی ہے۔“

(البِناية : 383/3)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 218/2)

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت معروف نہیں۔“

(فتح باب العِناية بشرح النقاية :503/1)

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنْ أَعْيَاكُمْ فَالْعُشْرُ .

"اگر (حربی سے خراج کے متعلق) آپ پر معاملہ مشتبہ ہو جائے، تو اس سے دسواں حصہ وصول کر لیں۔"

(الهِداية : 105/1)

جواب: بے اصل روایت ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

"یہ روایت میرے علم میں نہیں۔"

(التّنبيه، ص 238)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

"بے اصل ہے۔"

(نصب الرّاية : 379/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا عَنْ عُمَرَ فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفَةِ .

"حدیث کی کسی معروف کتاب میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول مروی نہیں۔"

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 851/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”یہ روایت مجھے نہیں ملی۔“

(الدّراية :261/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا غَرِيبٌ .

”عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول غریب ہے۔“

(البِناية : 397/3)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : لَا خُمْسَ فِي الْحَجَرِ .

”فرمان نبوی ہے: پتھر میں کوئی خمس نہیں۔“

(الهداية :107/1)

جواب: خمس کے لفظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 237)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 382/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں یہ روایت بے اصل ہے۔“

(التّنبيه على مُشكِلات الهداية : 861/2)

❀ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 239/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ فَفِيهِ الْعُشْرُ .

”زمین جو کچھ بھی اُگاتی ہے، اس میں عشر ہے۔“

(الهِداية : 107/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت کتب حدیث میں نہیں ملی۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیہ، ص 238)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 384/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِهٰذَا الْحَدِيثِ ذِكْرٌ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''حدیث کی کسی کتاب میں اس حدیث کا ذکر تک نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 863/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية : 261/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 420/3)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

يَا بَنِي هَاشِمٍ! إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ غُسَالَةَ النَّاسِ وَأَوْسَاخَهُمْ، وَعَوَّضَكُمْ مِنْهَا بِخُمُسِ الْخُمُسِ .

”بنو ہاشم! اللہ تعالیٰ نے آپ پر لوگوں کی میل کچیل (زکوٰۃ) حرام کردی ہے اور اس کے بدلے آپ کے لیے خمس میں سے ایک حصہ رکھا ہے۔“

(الهِداية: 112/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیه، ص 244)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية: 403/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَا أَصْلَ لَهٗ، وَهُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

”اس حدیث کی کوئی اصل نہیں، یہ منکر حدیث ہے۔“

(التّنبيه على مشكِلات الهداية: 256/4)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 3/471)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ جس کا ایک بار نام رکھ دیا جائے، اسے تبدیل نہیں کرنا چاہیے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بچوں اور بچیوں کے اچھے نام رکھنے چاہییں، یہ ان کا بنیادی حق ہے۔ اگر کسی کا نام اچھا نہ ہو یا غیر شرعی ہو، تو اسے تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کئی نام عقیدہ وعمل کی نشاندہی کرتے ہیں، برے نام کو تبدیل کرکے اچھے نام رکھنا مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کئی صحابہ کے نام تبدیل کیے ہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ أَحَادِيثُ بِتَغْيِيرِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَاءَ جَمَاعَةٍ كَثِيرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ .

”کئی احادیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی ایک کثیر جماعت کے ناموں کو تبدیل کیا۔“

(شرح مسلم : 14/120)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ غَيَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةَ أَسْمَاءٍ .

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے کئی (صحابہ کے) ناموں کو تبدیل کیا۔“

(فتح الباري : 10/577)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۶۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: علم کیا ہے؟

جواب: علم سے مراد علم نبوت ہے، جو وحی الٰہی پر مشتمل ہے۔ جس علم سے شریعت کی معلومات حاصل کی جاتی ہے، وہ علم شرعی ہے۔ اس کے علاوہ جتنے علوم ہے، وہ دراصل فنون ہیں، ان پر علوم کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔

کتاب وسنت میں علم، طالب علم اور عالم کے جتنے فضائل بیان ہوئے ہیں، وہ علم شریعت کے متعلق ہیں، کسی اور کے لیے نہیں۔ البتہ فنون سیکھنا عظمت کی دلیل ہے، مگر یہ علم نبوت سے زائد چیز ہے۔

کائنات کے سب سے بڑے عالم محمد کریم ﷺ تھے، آپ ﷺ کے پاس علم نبوت تھا، آپ دیگر فنون میں مہارت نہ رکھتے تھے۔

❁ قرآنی دعا ہے:

﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (طٰهٰ: ۱۱٤)

”رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (العَلق: ٥)

”اس (اللہ) نے انسان کو وہ کچھ سکھایا، جو وہ نہ جانتا تھا۔“

یہاں علم سے مراد علم شریعت ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾(النساء : ۱۱۳)

''اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل کی اور آپ کو وہ کچھ سکھایا، جو آپ پہلے جانتے نہیں تھے، آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔''

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ.

''آپ میں بہترین وہ ہے، جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''

(صحيح البخاري : 5027)

یہاں بھی فضیلت قرآن کریم کے معلم اور متعلم کے لیے ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيلِهٖ﴾(آل عمران : ۷)

''اسی ذات نے آپ پر کتاب نازل کی، اس کی بعض آیات محکم ہیں، بعض متشابہ ہیں، محکم آیات اصل کتاب ہیں۔ ٹیڑھے دل والے فتنہ وتاویل باطلہ کی غرض سے متشابہ آیات کا سہارا لیتے ہیں۔''

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ وَإِنْ كَانَتْ نَزَلَتْ فِيمَنْ ذَكَرْنَا أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ، فَإِنَّهُ مَعْنِيٌّ بِهَا كُلُّ مُبْتَدِعٍ فِي دِينِ اللّٰهِ بِدْعَةً، فَمَالَ قَلْبُهُ إِلَيْهَا، تَأْوِيلًا مِّنْهُ لِبَعْضِ مُتَشَابِهِ آيِ الْقُرْآنِ، ثُمَّ حَاجَّ بِهٖ وَجَادَلَ بِهٖ أَهْلَ الْحَقِّ، وَعَدَلَ عَنِ الْوَاضِحِ مِنْ أَدِلَّةِ آيِهِ الْمُحْكَمَاتِ إِرَادَةً مِنْهُ بِذٰلِكَ اللَّبْسَ عَلٰى أَهْلِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَطَلَبًا لِّعِلْمِ تَأْوِيلِ مَا تَشَابَهَ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ كَائِنًا مَنْ كَانَ ....

”اگرچہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس سے مراد ہر بدعتی ہے، جو اللہ کے دین میں بدعت جاری کرتا ہے، پھر قرآن کی بعض متشابہ آیات میں تاویل کرتے ہوئے اس کا دل اس بدعت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور وہ اہل حق سے جھگڑا کرتے ہوئے محکم آیات میں موجود واضح حق سے ہٹ جاتا ہے، اس کا ارادہ ہوتا ہے کہ مومنوں سے حق چھپائے اور متشابہ آیات کی تاویل تلاش کرے، چاہے جو بھی ہو۔“

(تفسير الطّبري : 181/3)

فائدہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متشابہ آیات اس لیے نازل کیں، تا کہ وہ انسانوں کا امتحان لے، کہ ظاہر معانی والی آیات کو تو تمام مسلمان مانتے ہیں، متشابہ میں کون استقامت دکھاتا ہے اور کون گمراہ ہو جاتا ہے؟ یہ امتحان مقصود تھا۔ اسی لیے محکم آیات کی پیروی اہل

ایمان کرتے ہیں اور متشابہ آیات کی پیروی اہل زیغ کرتے ہیں۔

دوسری حکمت ماہر اہل علم کی فضیلت کو بیان کرنا ہے کہ جو علم وحی میں پختہ کار ہیں، لوگ ان کی طرف رجوع کریں، ان کے ذریعہ کتاب اللہ کو سمجھیں۔ یقیناً نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ علم والے صحابہ کرام ہیں، ان کے بعد تابعین عظام اور سلف صالحین ہیں، تو متشابہات کو سب سے زیادہ جاننے والے اسلاف اُمت ہیں، ان کی راہنمائی میں ہی قرآن کریم کو سمجھا جائے گا، کیونکہ وہ محکم اور متشابہ دونوں قسم کی آیات کو جانتے تھے۔

علم وحی ایک لازوال دولت ہے۔ اسلام نے تعلیم و تعلم پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے لیے مختلف طریقے وضع کیے، آداب بیان ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حصول علم کے لیے جو رغبت ظاہر کی، وہ بے مثال ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کائنات کے بہترین معلم اور استاذ ہیں، اسی طرح صحابہ کرام دنیا کے عظیم ترین اور بہترین طلبہ ہیں۔ انہوں نے خود کو ہر وقت علم کے لیے تیار رکھا۔ جتنے بھی ذرائع سے علم حاصل کیا جا سکتا تھا، انہوں نے حاصل کیا۔ اپنے نظریات کی اصلاح کی۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسُوا كَانَ حَدِيثُهُمْ يَعْنِي الْفِقْهَ، إِلَّا أَنْ يَقْرَأَ رَجُلٌ سُورَةً أَوْ يَأْمُرُوا رَجُلًا أَنْ يَّقْرَأَ سُورَةً .

”نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مجلسیں لگاتے، تو ان کا موضوعِ سخن فہم دین ہوتا تھا۔ ایک شخص خود سورت پڑھتا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی شخص کو سورت پڑھنے کا کہتے (پھر اس کی تفہیم و تشریح کی جاتی تھی)۔“

(المُستدرك للحاكم : 322، المَدخل إلى السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 419، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تَدْرُونَ كَيفَ يَنْقُصُ الْإِسْلَامُ؟ قَالُوا : كَمَا يَنْقُصُ صِبْغُ الثَّوْبِ، وَكَمَا يَنْقُصُ مِنَ الدَّابَّةِ، وَكَمَا يَقْسُو الدِّرْهَمُ عَنْ طُولِ الْحَبْيِ، قَالَ : إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْهُ، وَأَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ مَوْتُ أَوْ ذَهَابُ الْعُلَمَاءِ .

''کیا آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں کمی کیسے آئے گی؟ لوگوں نے عرض کیا: بالکل اسی طرح جیسے (استعمال کرنے سے آہستہ آہستہ) کپڑے کا رنگ مدہم ہوتا جاتا ہے، یا جیسے جانور (عمر کے ساتھ ساتھ) کمزور ہوتا جاتا ہے، یا جیسے مدت گزرنے کے ساتھ ساتھ درہم گِھستا جاتا ہے۔ فرمایا: یہ بھی درست ہے، مگر اسلام کے کمزور ہونے کی بڑی وجہ اہل علم کا فوت ہونا ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 8991، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبدربہ بن عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ الْحَسَنِ فِي مَجْلِسٍ، فَذَكَرَ كَلَامًا وَذَكَرَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ كَانُوا أَبَرَّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَإِقَامَةِ دِينِهٖ، فَتَشَبَّهُوا بِأَخْلَاقِهِمْ وَطَرَائِقِهِمْ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ عَلَى الْهَدْيِ الْمُسْتَقِيمِ .

ہم حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس میں تھے، آپ نے گفتگو فرمائی، دوران گفتگو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ چل نکلا، فرمایا: یہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ اُمت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ان کے دل سب سے زیادہ پرہیز گار ہیں، ان کا علم سب سے زیادہ گہرا ہے اور (قول و فعل میں) تکلف سے کوسوں دور ہیں۔ یہ ایسی عظیم جماعت ہے، جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے نبی کی صحبت اور اقامت دین کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ لہٰذا (لوگو!) ان کے اخلاق اور طریقوں کی پیروی کریں، رب کعبہ کی قسم! وہ سیدھے راستے پر گامزن تھے۔“

(الشّريعة للآجرّي : 1161، جامع بيان العلم وفضلِهٖ لابن عبد البر : 1807، وسندہٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ فَإِنَّ مِنْ رَفْعِهٖ أَنْ يُقْبَضَ أَصْحَابُهٗ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ وَالتَّنَطُّعَ، وَعَلَيْكُمْ بِالْعَتِيقِ، فَإِنَّهٗ سَيَكُونُ فِي آخِرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَقْوَامٌ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ يَدْعُونَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَقَدْ تَرَكُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ .

”لوگو! علم کے زوال سے پہلے علم حاصل کرلیں، کیونکہ علم کا زوال اہل علم کی اموات سے ہوگا۔ نئے امور ایجاد کرنے اور بے جا گہرائی میں جانے سے اجتناب کریں اور قدیم علم پر بھروسا کریں، کیونکہ اس اُمت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے، جو اپنے تئیں یہ خیال کریں گے کہ وہ کتاب اللہ (قرآن وحدیث) کی طرف دعوت دے رہے ہیں، مگر حقیقت میں وہ کتاب اللہ کو اپنے پیٹھ پیچھے پھینک چکے ہوں گے۔“

(المَدخل إلى السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 388، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ہلال بن خباب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قُلْتُ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، مَا عَلَامَةُ هَلَاكِ النَّاسِ؟ قَالَ : إِذَا هَلَكَ عُلَمَاؤُهُمْ .

''میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا: ابوعبداللہ! لوگوں کی ہلاکت کی کیا علامت ہے؟ فرمایا: جب ان کے علما وفات پا جائیں (تو عوام کی ہلاکت یقینی ہوجائے گی)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37206، سنن الدّارمي : 247، وسندهٗ صحيحٌ)

حصول علم کا ایک طریقہ سوال ہے، کسی اہل علم سے پوچھنا، فتویٰ مانگنا، درستی واصلاح کے لیے درخواست کرنا، وغیرہ۔ ہم صحابہ کو ماننے والے ہیں، ہمیں چاہیے کہ حصول علم کے لیے حق پرست اہل علم سے پوچھیں، کہ یہی اصلاح اور علم کا بہترین ذریعہ ہے۔ پوچھنے میں شرم وحیا کو آڑ نہیں بنانا چاہیے، کیونکہ ہمارے اعمال کا تعلق براہ راست آخرت کے ساتھ ہے۔ جہاں جید اہل حق علما سے سیکھنا ضروری ہے، وہیں اہل ضلال اور منحرفین سے سیکھنے سے اجتناب بھی ضروری ہے، کیونکہ ان کے علم کی بنیاد فہم سلف نہیں، بلکہ خواہش نفس ہے۔

علم نبوت سے یقین اور شفا حاصل ہوتی ہے، باقی کسی علم سے یقین اور شفا حاصل نہیں ہوتی، علم ضارّ انسان میں بے چینی، اضطراب، قلق اور بے ثباتی پیدا کرتا ہے، انسان گمراہی میں بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، جبکہ علم نافع انسان کو ہدایت پر قائم رکھتا ہے، جس سے فتنوں کے بارے میں آگاہی حاصل ہوتی ہے اور ان سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

علم نبوت حق ہے، حق پرنور ہوتا ہے۔

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا .

”بلاشبہ حق پر نور ہوتا ہے۔“

(سنن أبي داود : 4611، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 355/10، وسندهٗ صحيحٌ)

علم نافع:

علم شریعت میں صحیح علم، علم نافع ہے، جو انسان کو خود بھی نفع دے اور دوسروں کے لیے نفع پہنچانے کا باعث بنے۔ حقیقی علم وہ ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، حق کی پہچان ہو، احکام الٰہی کے متعلق آگاہی ہو۔

علم نافع سے مراد ایسا علم ہے، جس کی بنیاد کتاب وسنت ہو اور اس کا صحیح فہم اور ادراک ہو۔ کتاب وسنت کی صحیح تعبیر سلف صالحین کے فہم سے ہی ممکن ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کتاب وسنت کے دلائل کو فہم سلف کی روشنی میں سمجھتا ہے، اس مطابق عمل کرتا ہے اور اسی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے، تو اس کا علم نفع مند ہے۔

اس کے علاوہ جو لوگ کتاب وسنت کا نام لے کر لوگوں کو اپنا فہم بیچتے ہیں، وہ علم نافع کے علمبردار نہیں، وہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی من چاہی تعبیریں پیش کرتے ہیں، اپنے نظریات گھڑ کر اس پر شرعی دلائل کو چسپاں کرتے ہیں، اس فعل بد کے لیے انہوں نے کئی اصول وضع کر رکھے ہیں، دراصل یہ لوگ اسلاف اُمت اور گروہ محدثین سے منحرف ہیں۔ انہوں نے محدثین عظام کے مقابلہ میں اپنے نظریات وضع کر رکھے ہیں، انہوں نے خود کو فہم سلف پر کاربند رکھنے کے بجائے، ان سے پہلو تہی اختیار کی اور مختلف عقلی فنون وضع کر کے کتاب وسنت کی مرادوں کو بدل کر رکھ دیا۔ یہ مذموم علم الکلام ہے، جو محض عقلی دلائل

پر قائم ہے، یہ لوگ قرآن وحدیث کی فہم عقل نارسا سے کرتے ہیں، صحابہ، تابعین، ائمہ دین اور محدثین کے فہم کو نظر انداز کرتے ہیں، حق کا جو تسلسل صحابہ سے ہوتا ہوا محدثین کی کتابوں میں مدون ہوا، اسے یہ لوگ پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ایسوں کا علم، علم ضارّ ہے، جو انہیں بھی نقصان پہنچاتا ہے اور دوسروں کو بھی۔

عصر حاضر میں کئی نام نہاد سکالرز کتاب وسنت کے دلائل پر اپنے نظریات فٹ کرتے ہیں اور انہی کو دین اور شریعت کا نام دیتے ہیں، خواہ سلف صالحین اس نظریہ کے خلاف پر متفق ہی کیوں نہ ہوں۔

عوام الناس کو چاہیے کہ ایسے لوگوں سے مجتنب رہیں، کیونکہ یہ لوگ ہلاکت خیزیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ نہ اپنا بھلا کر سکتے ہیں، نہ دوسروں کا۔ ان کا علم، علم شریعت نہیں، نہ انہیں شرعاً علما کہا جا سکتا ہے۔

علم شریعت سیکھنے کے لیے علمائے حق کی مجلس اختیار کی جائے، ان کے دروس وبیانات، محاضرات اور کتابوں سے استفادہ کیا جائے۔

❁ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ هُمُ الثَّابِتُونَ عَلَى اعْتِقَادِ مَا نَقَلَهُ إِلَيْهِمُ السَّلَفُ الصَّالِحُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَنْ أَصْحَابِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيمَا لَمْ يَثْبُتْ فِيهِ نَصٌّ فِي الْكِتَابِ وَلَا عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَئِمَّةٌ، وَقَدْ أُمِرْنَا بِاقْتِدَاءِ آثَارِهِمْ، وَاتِّبَاعِ سُنَّتِهِمْ

وَهٰذَا أَظْهَرُ مِنْ أَنْ يُحْتَاجَ فِيهِ إِلٰى إِقَامَةِ بُرْهَانٍ، وَالْأَخْذُ بِالسُّنَّةِ وَاعْتِقَادُهَا مِمَّا لَا مِرْيَةَ فِي وُجُوبِهٖ.

''اہل سنت ان عقائد پر قائم ہیں، جو سلف صالحین رحمہم اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیے ہیں یا جن عقائد کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی، انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام ائمہ تھے اور ہمیں ان کے منہج وسنت کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے، یہ بات بالکل واضح ہے، اس کے لیے کوئی دلیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ سنت کو اختیار کرنا اور اس کے مطابق عقیدہ بنانا واجب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔''

(الرّدّ على من أنكر الحرف والصّوت، ص 144)

جو ائمہ اہل سنت کے عقائد پر نہیں، وہ حق سے منحرف ہے، کیونکہ حق عقائد اہل سنت میں منحصر ہے۔ ائمہ سلف پر بے اعتمادی اسلام پر بے اعتمادی ہے، کیونکہ اسلام کی حقیقی تعبیر محدثین عظام ہیں، اہل سنت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے عقائد کی بنیاد وحی پر ڈالی ہے، دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے عقائد میں گمراہی داخل نہیں ہو سکتی، نہ ہی ان میں کوئی گمراہ داخل ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بہت سی دعاؤں میں علم نافع کا سوال کرنے اور علم ضارّ سے پناہ مانگنے کا ذکر موجود ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بایں الفاظ دعا کی:

أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ.

”اللہ! میں تجھ سے علم نافع کا سوال کرتا ہوں اور ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں، جو نفع مند نہ ہو۔“

(السّنن الکبریٰ للنّسائي : 7818، صحیح ابن حبان : 82، وسندہٗ حسنٌ)

❁ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے:

أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا .

”اللہ! میں غیر نافع علم سے تیری پناہ میں آتا ہوں، ایسے دل سے پناہ چاہتا ہوں، جس میں تیرا ڈر نہ ہو اور ایسے نفس سے پناہ مانگتا ہوں، جو سیر ہی نہ ہو اور ایسی دعا سے بھی پناہ مطلوب ہے، جو مستجاب نہ ہو۔“

(صحیح مسلم : 2722)

غیر نافع علم یعنی علم ضارّ سے پناہ مانگی گئی ہے، کیونکہ یہ علم انسان کو صراط مستقیم سے ہٹا دیتا ہے۔ غیر نافع علم کا مطلب بالکل واضح ہے کہ انسان یا تو کتاب وسنت کا صحیح فہم حاصل کرنے سے محروم رہ جائے یا عملی اعتبار سے اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکے یا اس علم کے ذریعہ دوسروں کو فائدہ نہ پہنچا سکے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي، وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي، وَارْزُقْنِي عِلْمًا تَنْفَعُنِي بِهٖ .

”یا اللہ! جو علم تو نے مجھے دیا ہے، اسے نافع بنا، مجھے نفع مند علم عطا فرما اور ایسا

علم عطا فرما، جس کے ذریعے تو مجھے نافع بنا دے۔“

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 7819، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۵۱۰/۱) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے تھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ، اللّٰهُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اللّٰهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي، وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ .

”اللہ! تُو پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اللہ! میں تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں، تیری رحمت کا سوالی ہوں، اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما! تو نے مجھے ہدایت دی ہے، تو اس پر کاربند رکھنا، مجھے اپنی رحمت عطا کر، تو ہی سب سے بڑھ کر عطا کرنے والا ہے۔“

(سنن أبي داود : 5061، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 865، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (5531) نے ”صحیح“ امام حاکم رحمہ اللہ (540/1) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (نتائج الافکار: 116/1) نے اس کو ”حسن“ قرار دیا ہے۔

قرآن فہمی:

قرآن کریم کا حفظ، فہم، عمل اور تبلیغ ضروری ہے۔ ان کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اُمت

کی عافیت اسی میں ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ جڑی رہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

حَاجَةُ الْأُمَّةِ مَاسَّةٌ إِلٰى فَهْمِ الْقُرْآنِ .

''اُمت کی حاجت فہم قرآن پر منحصر ہے۔''

(مقدمة في أصول التّفسير، ص 7)

قرآن فہمی کے لیے اسلاف کے علم پر بھروسا کیا جائے گا، اہل سنت کی کتابوں اور تفاسیر سے استفادہ ضروری ہے۔ مارکیٹ میں بعض ایسی تفسیریں ہیں، جو گمراہی اور ضلالت سے اَٹی پڑی ہیں، ان سے اجتناب ضروری ہے، غیر اہل حدیث کی تفسیر در حقیقت تفسیر نہیں، بلکہ تاویل ہے، کیونکہ علم نبوت کے وارث صرف اور صرف محدثین اور ان کے پیروکار ہیں۔

❀ امام ابن الانباری رحمہ اللہ (۳۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ قَوْلًا يُّوَافِقُ هَوَاهُ، لَمْ يَأْخُذْهُ عَنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ، فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ، لِحُكْمِهٖ عَلَى الْقُرْآنِ بِمَا لَا يُعْرَفُ أَصْلُهٗ، وَلَا يَقِفُ عَلٰى مَذَاهِبِ أَهْلِ الْأَثَرِ وَالنَّقْلِ فِيهِ .

''جس نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں ایسی بات کہی، جو اس نے سلف سے لینے کی بجائے اپنی خواہشات کے تابع رہ کر کی، پھر یہ خیال کیا کہ وہ راہ صواب پر ہے، تو یہ اس کی خطا ہے، کیونکہ اس نے قرآنِ کریم پر ایسا حکم لگایا ہے، جس کی دلیل موجود ہی نہیں اور نہ وہ اس بارے اہل اثر و نقل (سلف صالحین) کا مذہب جانتا ہے۔''

(الفَقيه والمتفقه للخطيب: 223/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ أَوْ الْحَدِيثَ وَتَأَوَّلَهُ عَلٰى غَيْرِ التَّفْسِيرِ الْمَعْرُوفِ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَهُوَ مُفْتَرٍ عَلَى اللّٰهِ مُلْحِدٌ فِي آيَاتِ اللّٰهِ مُحَرِّفٌ لِلْكَلِمِ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَهٰذَا فَتْحٌ لِبَابِ الزَّنْدَقَةِ وَالْإِلْحَادِ وَهُوَ مَعْلُومُ الْبُطْلَانِ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

”جس نے قرآن یا حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے صحابہ وتابعین کی تفسیر کے خلاف کوئی تاویل کی، وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والا، اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد سے کام لینے والا اور اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تحریف کرنے والا ہے۔ ایسا کرنا بے دینی ہے اور الحاد کے دروازے کو کھولنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنا دین میں واضح طور پر باطل ہے۔“

(مَجموع الفتاوی : 243/13)

ہمارے دور کے بدعتی اپنے تئیں اہل سنت کہتے نہیں تھکتے، جبکہ وہ عقائد واعمال میں سلف صالحین کے مخالف ہیں۔

❀ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

لِيَكُنِ اعْتِقَادُكَ أَنَّ الْحَقَّ مَعَ السَّوَادِ الْأَعْظَمِ مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ لَا مِنَ الْمُقَلِّدِينَ .

”آپ کا اعتقاد یہ ہونا چاہیے کہ حق مجتہدین کے سوادِ اعظم کے ساتھ ہے، مقلدین کے ساتھ نہیں۔“

(المُوافقات : 173/4)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ جنت میں ہے یا جنت کے اوپر؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ کتاب وسنت کے متواتر دلائل اس پر شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت میں نہیں، بلکہ جنت الفردوس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور عرش کے اوپر باری تعالیٰ ہے، جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ، كُلُّ دَرَجَتَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ.

”جنت کے سو درجات ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے، دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے، لہٰذا جب بھی اللہ تعالیٰ سے (جنت کا) سوال کریں، تو جنت فردوس کا سوال کریں، کیونکہ یہ جنت کا بہترین، افضل اور بلند ترین درجہ ہے، اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، اس سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“

(صحیح البخاري: 7423)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جنت کے اوپر عرش پر مستوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہی بات کہنی چاہیے، جس پر نص قائم ہو چکی ہو۔ خیالات اور تخمینوں سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

سوال: ایک شخص دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے فلاں کی برکت کے وسیلہ سے معافر

کر دے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ وسیلہ کی بدعی صورت ہے۔ کسی ہستی کی برکت کو وسیلہ بنانا درست نہیں۔ یہ دعا میں تجاوز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اپنے نیک اعمال کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، اسی طرح زندہ شخص سے دعا بھی کرائی جا سکتی ہے۔ لیکن کسی زندہ یا فوت شدہ کے عمل کو وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا۔

(سوال): درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

صَاعُنَا أَصْغَرُ الصِّيعَانِ .

”ہمارا صاع سب سے چھوٹا ہے۔“

(الهداية : 115/1)

(جواب): ان الفاظ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا بے اصل ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 238)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 428/2)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ حدیث منکر اور بے اصل ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 885/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

''ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية :273/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِناية : 500/3)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

''یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔''

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية :549/1)

سوال: درج ذیل روایت کی تحقیق درکار ہے!

❁ روایت ہے:

إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ بَعْدَ مَا شَهِدَ الْأَعْرَابِيُّ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ : أَلَا

مَنْ أَكَلَ فَلَا يَأْكُلُ بَقِيَّةَ يَوْمِهٖ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلْيَصُمْ .

''ایک اعرابی نے شہادت دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کھا لیا، وہ دن کے بقیہ حصے میں مت کھائے اور جس نے نہیں کھایا، وہ روزہ جاری رکھے۔''

(الهِداية : 116/1)

جواب: ان الفاظ سے یہ روایت کتب حدیث میں نہیں ملی۔ یہ بے سند اور بے اصل روایت ہے۔ اس کے بعض الفاظ کتب حدیث میں موجود ہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ .

''یہ روایت میرے علم میں نہیں۔''

(التّنبیه، ص 252)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 435/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يُعْرَفُ .

''اس حدیث کی سند معلوم نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 892/2)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ بِهٰذِهِ السِّيَاقَةِ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”اس سیاق وسباق کے ساتھ مجھے یہ روایت کتب حدیث میں نہیں ملی۔“

(البدر المُنير : 647/5)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية :275/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 8/4)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا النَّصُّ فَمَا ذَكَرَهُ وَهُوَ مُسْتَغْرَبٌ .

”روایت کے ذکر کردہ الفاظ بے اصل ہیں۔“

(فتح القدير : 304/2)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية :559/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

لَا يُصَامُ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ أَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ إِلَّا تَطَوُّعًا .

''جس دن کے متعلق شک ہو کہ یہ رمضان ہے (یا نہیں) اس دن روزہ نہیں رکھا جاسکتا، البتہ نفلی روزہ رکھا جاسکتا ہے۔''

(الهداية :117/1)

جواب: کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

❀ علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهُ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(الغاية في شرح الهداية : 287/7)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

''یہ روایت میرے علم میں نہیں۔''

(التّنبيه، ص 253)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 440/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية :276/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔“

(البِناية : 17/4)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح القدير : 316/2)

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية :563/1)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۷۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: قنوت وتر رکوع سے پہلے ہے یا رکوع کے بعد؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے قنوت وتر پڑھنا تو ثابت ہے، مگر دعا کا محل رکوع سے پہلے یا بعد ہے؟ اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ البتہ آثار سلف سے قبل الرکوع اور بعد الرکوع دونوں ثابت ہیں۔

قنوت نازلہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح ثابت ہے۔ اس سے قنوت وتر کے محل کی تائید ہو جاتی ہے۔

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ، فَإِذَا فَرَغَ، قَالَ عِنْدَ فَرَاغِهِ : سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يُطِيلُ فِي آخِرِهِنَّ .

”رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے، پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ، دوسری میں کافرون اور تیسری میں سورت اخلاص پڑھتے۔ قنوت رکوع سے

پہلے پڑھتے، پھر وتروں سے فارغ ہو کر تین مرتبہ سبحان الملک القدوس پڑھتے، تیسری بار آواز لمبی کرتے۔"

(سنن النّسائي : 1700، سنن ابن ماجه : 1182، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث میں «وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ» کے الفاظ پر کلام ہے۔ زبید کے شاگردوں میں سفیان ثوری اور فطر بن خلیفہ کے علاوہ کوئی بھی یہ الفاظ ذکر نہیں کرتا۔

حدیث سفیان ثوری:

① سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

② سفیان ثوری کا تفرد ہے۔ جس پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

حدیث فطر بن خلیفہ:

مذکورہ الفاظ کو بیان کرنے میں فطر بن خلیفہ نے سفیان ثوری کی متابعت کی ہے، مگر یہ متابعت مفید نہیں، کیونکہ فطر بن خلیفہ والی روایت میں ان الفاظ کو بیان کرنا دراصل فطر کے شاگرد عیسیٰ بن یونس کا وہم ہے، جیسا کہ اہل علم نے نشاندہی کی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ عیسیٰ بن یونس نے یہی روایت جب کوفہ میں عبدالاعلیٰ اور محمد بن بشر عبدی کے ساتھ بیان کی، تو ان میں سے کسی نے مذکورہ الفاظ ذکر نہیں کیے۔

معلوم ہوا کہ ان الفاظ پر فطر بن خلیفہ نے متابعت کی ہی نہیں، کیونکہ یہ عیسیٰ بن یونس کا وہم تھا، جسے انہوں نے ایک مرتبہ غلطی سے بیان کر دیا اور کوفہ میں جب یہی روایت بیان کی، تو بغیر غلطی اور وہم کے مذکورہ الفاظ ذکر نہیں کیے۔

حاصل تحقیق یہ ہے کہ مذکورہ روایت میں «وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ» کے الفاظ ثابت نہیں، واللہ اعلم!

❁ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُولَ إِذَا فَرَغْتُ مِنْ قِرَاءَتِي فِي الْوِتْرِ...... .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلایا کہ قرأت وتر سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھوں۔''

(کتاب التوحید لابن منده: 191/2)

روایت منکر (ضعیف) ہے۔عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن شیبہ متکلم فیہ ہے۔روایت میں اس کا وہم واضح ہے، کیونکہ اسی سند سے سنن کبریٰ للبیہقی (3 / 38-39) اور مستدرک حاکم (173/3) میں یہ الفاظ ہیں:

عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وِتْرِي إِذَا رَفَعْتُ رَأْسِي، وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا السُّجُودُ ....

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ جب میں رکوع سے سر اٹھاؤں اور صرف سجدے باقی رہ جائیں تو یہ دعا پڑھوں۔۔۔''

لہٰذا یہ روایت وہم اور خطا ہے۔

❁ الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم (۴۱۵) والی سند بھی ضعیف ہے، اس میں ابو سعید عبداللہ بن شبیب بن خالد ''ضعیف'' ہے۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کی دعا ثابت ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کی دعا ثابت ہے۔

❁ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وتر کی یہ دُعا سکھائی:

اللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَإِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ.

''اللہ! مجھے ہدایت یافتہ بندوں میں داخل فرما، عافیت والوں میں رکنیت عطا کر اور اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل کر لے۔ اپنی عطاؤں میں برکت فرما اور تقدیر کے شر سے حفاظت فرما، کہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے، تیرے خلاف فیصلہ نہیں ہو سکتا، جس سے تو دوستی کرے، وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے دشمنی کرے، عزت نہیں پاتا۔ ہمارے رب! تو بہت بلند اور بابرکت ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 199/1، سنن أبي داوٗد: 1425، سنن التِّرمِذي: 464، سنن النّسائي: 1746، سنن ابن ماجه: 1778، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن جارود (272)، امام ابن خزیمہ (1095۔1096)، امام ابن حبان (945) اور حافظ ابن ملقن (البدر المنير: 630/3) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (خُلاصة الأحكام: 455/1) اور حافظ عراقی رحمہ اللہ (تخريج أحاديث الإحياء، ص 183) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

تنبیہ:

اس روایت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ دعا تو ثابت ہے، مگر اسے وتر کی دعا قرار دینا ثابت نہیں، کیونکہ یونس بن ابی اسحاق اور ابو اسحاق یہ الفاظ بیان کرتے ہیں، جبکہ شعبہ

بن حجاج جوان دونوں سے احفظ ہیں، وہ یہ الفاظ بیان نہیں کرتے۔

جواب یہ ہے کہ قنوت کے الفاظ شعبہ نے بھی بیان کر رکھے ہیں۔

(المعجم الکبیر للطّبراني : 75/3، الدّعاء للطّبراني : 744، وسندہٗ حسنٌ)

❁ اس روایت میں علاء بن صالح نے بھی قنوت وتر کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔

(الدّعاء للطّبراني : 748)

معلوم ہوا کہ اس روایت میں قنوت وتر کے الفاظ ثابت ہیں۔ یونس بن اسحاق، ابو اسحاق سبیعی سمیت شعبہ اور علاء بن صالح نے بھی قنوت وتر کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔

لہٰذا جس روایت میں شعبہ نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے، وہ یا تو کسی راوی کا وہم ہے، یا شعبہ نے دونوں طرح بیان کیا ہے، کبھی قنوت کا ذکر کر دیا، کبھی مطلق دعا ذکر کر دی، دعا کا موقع محل ذکر نہ کیا۔

سوال: اولیاء اللہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ نفع اور نقصان کا اختیار رکھتے ہیں، کیسا ہے؟

جواب: اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں تحت الاسباب مدد کرتے ہیں، باقی رہی فوق الاسباب مدد، تو وہ صرف رب تعالیٰ ہی کرتا ہے، اسی سے مانگی چاہیے۔ لہٰذا اولیائے کرام سے ان کی زندگی میں فوق الاسباب مدد مانگنا یا ان کی وفات کے بعد کسی طرح کی بھی مدد مانگنا شرک ہے۔ مشرکین مکہ کا شرک اسی طرح کا تھا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾ (الأعراف : ١٩٧)

’’جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے ، نہ خود اپنی مدد پر قادر ہیں۔‘‘

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

’’فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا، أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾(بني إسرائيل : ٥٦ـ٥٧)‘‘(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ تم جن لوگوں کو اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو، نہ وہ تم سے کسی تکلیف کو ہٹانے کا اختیار رکھتے ہیں نہ اسے بدلنے کا۔ جنہیں یہ مشرک لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے ربّ تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈتے کہ ان میں سے کون اللہ سے قریب تر ہوسکتا ہے اور وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بلاشبہ آپ کے ربّ کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔‘‘ سلف صالحین کے ایک گروہ نے کہا ہے: کچھ لوگ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیّدنا عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کو پکارتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو تم پکارتے ہو، وہ بھی اسی طرح کے بندے ہیں، جس طرح کے تم ہو، وہ بھی میری رحمت کے اُسی طرح امیدوار ہیں، جس طرح تم ہو، وہ بھی میرے عذاب سے اسی طرح ڈرتے ہیں، جس طرح تم ڈرتے ہو اور وہ بھی میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح تم کرتے ہو۔ جب انبیائے کرام اور فرشتوں کو پکارنے والوں کا یہ حال ہے، تو دوسرے

لوگوں کا کیا حال ہوگا (جو اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں)؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا﴾(الکھف : ۱۰۲) ''کیا پھر کافروں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو کارساز بنالیں گے، بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے جہنم کی مہمانی تیار کی ہوئی ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (سبأ : ۲۲۔۲۳) ''(اے نبی! کہہ دیجیے کہ تم اُنہیں پکارو، جن کو تم نے اللہ کو چھوڑ کر معبود سمجھ رکھا ہے، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں نہ ان کا زمین و آسمان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا معاون ہے۔ اس کے ہاں کسی کی شفارش بھی فائدہ نہیں دیتی، ہاں جسے وہ اجازت دے۔'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ فرشتوں اور انسانوں میں سے جس بھی مخلوق کو پکارا جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں سے ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اُسی اللہ کے لیے بادشاہت اور تعریف ہے، وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ جس طرح بادشاہوں کے معاونین اور مددگار ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا کوئی معاون نہیں، نیز سفارشی اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف اس شخص کی سفارش کر

سکیں گے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سفارش کو پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کی تمام اقسام کی نفی کر دی ہے۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ جس کو مشرکین اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں، وہ یا تو مالک ہو گیا یا مالک نہیں ہو گا۔ اگر مالک نہیں ہو گا، تو یا وہ شریک ہو گا یا شریک نہیں ہو گا۔ اگر وہ شریک نہیں ہو گا، تو یا معاون ہو گا یا سوالی وطالب ہو گا۔ پہلی تین اقسام یعنی ملکیت، شرکت اور معاونت تو ممتنع ہیں۔ چوتھی قسم یعنی سفارش صرف اس کی اجازت کے بعد ہو سکتی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (البقرة : ٢٥٥) ''کون ہے، جو اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟'' نیز فرمایا: ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى﴾ (النّجم : ٢٦) ''آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دیتی، مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اور پسند کرے۔'' ایک مقام پر فرمایا: ﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُونَ، قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (الزّمر : ٤٣۔٤٤) ''کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ کوئی سفارشی بنا لیے ہیں؟ کہہ دیجیے کہ اگر وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور کچھ نہ سمجھتے ہوں تو؟ تمام شفاعت اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کے لیے زمین وآسمان کی بادشاہت ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿اللّٰهُ الَّذِي

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيعٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ﴾ (السّجدة : ٤) ''اللہ ہی وہ ذات ہے، جس نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ دونوں کے درمیان ہے،کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ تمہارا اس کے سوا کوئی کارساز اور سفارشی نہیں، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' نیز فرمایا:﴿وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾(الأنعام : ٥١) ''(نبی! آپ اس قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو ڈرائیں، جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں۔ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی کارساز اور سفارشی نہیں،شاید کہ وہ ڈریں۔'' نیز فرمایا:﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ، وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾(آل عمران : ٧٩ـ٨٠) ''کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت سے سرفراز کرے،تو وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ کہے گا کہ رب والے بن جاؤ، کیونکہ تم اس کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اسے پڑھتے ہو اور وہ تمہیں اس

بات کا حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو ربّ بنا لو، کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو؟'' پس جب فرشتوں اور نبیوں کو اللہ کے علاوہ ربّ بنانے والا کافر قرار دیا گیا ہے، تو اُن لوگوں کا حال کیا ہوگا، جنھوں نے نبیوں اور فرشتوں سے ادنیٰ بزرگوں وغیرہم کو ربّ بنا لیا ہے؟ اس بات کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بندے کا مطلوب ایسی چیز ہو، جس پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، تو ایسے اُمور صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کیے جا سکتے ہیں، مثلاً بیمار انسانوں یا جانوروں کے لیے شفا کی طلب، قرض کی غیر معین جہت سے ادائیگی، اپنے گھر والوں کی عافیت، دنیا و آخرت کی آزمائشوں سے چھٹکارا، دشمن پر غلبہ، دل کی ہدایت، گناہوں کی معافی، جنت میں دخول، جہنم سے آزادی، علم اور قرآنِ کریم کی تعلیم کا حصول، دل کی اصلاح، حسن اخلاق، تزکیہ نفس وغیرہ۔ کسی بادشاہ، نبی یا شیخ سے، وہ زندہ ہو یا مردہ، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میرے گناہ معاف کر دے، میرے دشمنوں پر مجھے غلبہ دے دے، میرے مریض کو شفا دے دے، مجھے عافیت دے دے یا میرے گھر والوں یا میرے جانوروں کو صحت دے دے وغیرہ وغیرہ۔ جس شخص نے کسی بھی مخلوق سے اِن میں سے کوئی چیز مانگی، وہ ربّ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ مشرک جو فرشتوں، انبیائے کرام اور اُن مُورتیوں کی عبادت کرتے ہیں، جو فرشتوں اور انبیائے کرام کی صورتوں پر بنائی گئی ہیں اور بالکل اسی طرح، جیسے نصاریٰ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي

وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ (المائدة : ١١٦) ''جب اللہ کہے گا: عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا دو الٰہ بنا لو؟'' نیز فرمایا: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَّاحِدًا لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (التّوبة : ٣١) ''انہوں نے اپنے علما اور راہبوں اور عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کے علاوہ اپنا ربّ بنا لیا تھا، حالانکہ ان کو صرف ایک ہی الٰہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ ان لوگوں کے شرک سے بری ہے۔'' اب رہیں وہ چیزیں، جن پر بندے قادر ہوتے ہیں، تو ایسی چیزیں بسا اوقات بندوں سے مانگی جا سکتی ہیں۔ مخلوق سے مانگنا کبھی جائز ہوتا ہے اور کبھی ممنوع۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ، وَإِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾(الشّرح : ٧-٨) ''(نبی!) جب آپ فارغ ہوں، تو محنت کیجیے اور اپنے ربّ کی طرف رغبت کیجیے۔'' نبی کریم ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: جب سوال کریں، تو اللہ سے کریں اور جب مدد طلب کریں، تو اللہ ہی سے طلب کریں۔''

(زِیارة القُبور والاستنجاد بالمَقبور، ص 5-11)

سوال: قصیدہ بردہ شریف کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قصیدہ بردہ نبی کریم ﷺ کے تعریف و ثنا پر مشتمل ایک کلام ہے، جو محمد بن سعید بن حماد بوصیری سے منسوب ہے۔ اس قصیدہ میں کئی ایسے اشعار ہیں، جو اہل سنت

والجماعت کے بنیادی عقائد سے متصادم ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں انتہاء درجہ کا غلو ہے، بعض شرکیہ کلمات بھی ہیں۔

لہٰذا قصیدہ بردہ سے اجتناب ضروری ہے، اسے پڑھنا یا سننا جائز نہیں۔

سوال: بعض لوگ نئی گاڑی کو نظر بد سے بچانے کے لیے جانور ذبح کرتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: نظر بد سے بچانے کے لیے جانور ذبح کرنا جائز نہیں، یہ استعانت جائز نہیں۔ یہ زمانہ جاہلیت کے اعمال میں سے ہے۔

اپنی نئی گاڑی یا کسی بھی شے کو نظر بد سے بچانے کے لیے درج ذیل دعا پڑھنی چاہیے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''شادی کریں یا غلام خریدیں، تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ .

''اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر اوراس کی جبلت کی خیر مانگتا ہوں، اس کے شر اور اس کی جبلت کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔''

(سنن أبي داوٗد : 2160؛ سنن ابن ماجه : 1918، عَمَل اليوم واللّيلة للنّسائي : 240؛ وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (185/2) نے اس حدیث کو ''صحیح'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اسی طرح اگر کسی شے کو نظر لگنے کا اندیشہ ہو، تو اسے دَم بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مختلف

جاہلی افعال سے اجتناب ضروری ہے۔

بعض گاڑی کو نظر بد سے بچانے کے لیے اس کے پیچھے کالی ٹاکی باندھ دیتے ہیں، یا ٹوٹا جوتا لٹکا لیتے ہیں یا امام ضامن باندھ دیتے ہیں، یہ سب حرام اور ناجائز افعال ہیں۔

سوال: ایک شخص یورپ میں ہے، جب وہ کسی فحش کام میں ملوث ہونے لگتا ہے، تو کہتا ہے کہ اے فلاں شیخ! مجھے اس برائی سے محفوظ فرما!، اس کا یہ اقدام کیسا ہے؟

جواب: یہ واضح شرک ہے۔ یہ غیر اللہ کے ساتھ استعانت ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی صحت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهٗ أَنْ يُّعْطِيَهٗ قَمِيصَهٗ يُكَفِّنُ فِيهِ أَبَاهُ، فَأَعْطَاهُ، ثُمَّ سَأَلَهٗ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُصَلِّي عَلَيْهِ، وَقَدْ نَهَاكَ رَبُّكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا خَيَّرَنِي اللّٰهُ فَقَالَ: ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً﴾(التوبة: ٨٠)، وَسَأَزِيدُهٗ عَلَى السَّبْعِينَ، قَالَ: إِنَّهٗ مُنَافِقٌ، قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا، وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾(التّوبة : ٨٤)

”جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا، تو اس کے (مسلمان) بیٹے سیدنا عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوئے، گزارش کی کہ آپ اپنی قمیص عنایت کر دیں، جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص عطا کر دی، پھر درخواست کی کہ میرے باپ کی نماز جنازہ بھی پڑھا دیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے، تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کا پلو پکڑ لیا، عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں، جبکہ آپ کے رب نے نماز جنازہ پڑھنے سے منع بھی کر دیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے: ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً﴾(التوبة : ٨٠) ”(اے نبی!) آپ ان (مشرکوں) کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں، (تب بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا)۔“ میں عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ تو منافق ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھ دی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا، وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾(التّوبة : ٨٤)”(نبی!) آپ ان (مشرکوں

میں سے) کسی پر نماز جنازہ نہ پڑھیں، نہ اس پر قبر پر کھڑے ہوں۔“

(صحيح البخاري : 4670، صحيح مسلم : 2400)

جواب: یہ حدیث محدثین کے ہاں بالاتفاق صحیح ہے۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے، بخاری و مسلم کی تمام مرفوع متصل روایات کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔ اسے اُمت نے تلقی بالقبول سے نوازا ہے۔

اس حدیث کے متن پر اعتراض کیا گیا ہے کہ بھلا نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم ﷺ کی مخالفت میں ایک منافق پر نماز جنازہ کیسے پڑھ لی؟

اس بنیاد پر بعض متاخرین نے مذکورہ روایت کی صحت میں طعن کیا ہے۔ جبکہ یہ طعن درست نہیں۔

جب محمد کریم ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی، تو اس وقت تک نبی کریم ﷺ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا تھا، اسی لیے آپ ﷺ نے ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے کا ارادہ فرمایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آیت مذکورہ سے یہی سمجھا کہ شاید فاسد العقیدہ کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے، جبکہ ابھی تک اس سے منع نہیں کیا گیا تھا، بعد میں منع کیا گیا۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

كَذَا فِي أَكْثَرِ الرِّوَايَاتِ بِلَفْظِ التَّخْيِيرِ أَيْ بَيْنَ الْاِسْتِغْفَارِ وَعَدَمِهٖ كَمَا تَقَدَّمَ وَاسْتُشْكِلَ فَهْمُ التَّخْيِيرِ مِنَ الْآيَةِ حَتّٰى أَقْدَمَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْأَكَابِرِ عَلَى الطَّعْنِ فِي صِحَّةِ هٰذَا الْحَدِيثِ مَعَ كَثْرَةِ طُرُقِهٖ وَاتِّفَاقِ الشَّيْخَيْنِ وَسَائِرِ الَّذِينَ خَرَّجُوا الصَّحِيحَ عَلٰى

تَصْحِيحِهٖ وَذٰلِكَ يُنَادِي عَلٰى مُنْكِرِي صِحَّتِهٖ بِعَدَمِ مَعْرِفَةِ الْحَدِيثِ وَقِلَّةِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى طُرُقِهٖ .

''اکثر روایات میں اسی طرح تخیر کے الفاظ ہیں، یعنی استغفار کرنے اور نہ کرنے میں۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اس آیت میں تخییر کو سمجھنے میں اشکال ہوا ہے، یہاں تک کہ اکابر اہل علم کی ایک جماعت نے اس حدیث کی صحت پر طعن کرنے کی جسارت کی ہے، حالانکہ اس حدیث کے طرق بکثرت ہیں، شیخین (بخاری ومسلم) اور دیگر تمام اہل علم جنہوں نے صحیح حدیث ذکر کرنے کا التزام کیا ہے، نے اس کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے، وہ حدیث کی معرفت نہیں رکھتے اور طرق حدیث پر آگاہی بہت کم رکھتے ہیں۔''

(فتح الباري : 338/8)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

وَلْيُصَلِّ الطَّائِفُ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ .

''طواف کرنے والا سات چکروں کے بعد دو رکعت ادا کرے۔''

(الهِداية : 138/1)

جواب: کتب حدیث میں اس روایت پر اطلاع نہیں ہو سکی۔

❁ علامہ ابو العباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔“

(الغاية في شرح الهداية : 286/8، التّنبيه على مُشكلات الهداية لابن أبي العز الحنفي : 1014/3)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهْ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 286)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 47/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 16/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 200/4)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ هٰذَا الْحَدِيثُ .

”یہ حدیث (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح القدير : 456/2)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ هٰذَا الْحَدِيثُ .

”یہ حدیث (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية :647/1)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ وَاسْتَوٰى عَلٰى نَاقَتِهٖ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ بَيْنَ يَدَيْهِ .

”نبی کریم ﷺ جب (خطبہ حج کے لیے) نکلے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، تو آپ کے سامنے مؤذن نے اذان کہی۔“

(الهداية :141/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت کتب حدیث میں مذکور نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیہ، ص 289)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔“

(نصب الرّایۃ : 60/3)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا أَصْلَ لَهٗ .

”(کتب حدیث میں) اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔“

(التّنبیہ علی مُشکلات الھدایۃ : 1026/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ صَرِيحًا .

”ان الفاظ کی صراحت کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّرایۃ : 19/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔“

(البِنایۃ : 215/4)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

خَيْرُ الْمَوَاقِفِ مَا اسْتَقْبَلَتْ .

”پڑاؤ کے لیے بہترین جگہیں وہ ہیں، جو قبلہ رخ ہوں۔“

(الهداية : 142/1)

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی روایت منقول نہیں۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 62/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ هٰذَا اللَّفْظُ مَرْفُوعًا .

”مرفوع روایت میں اس طرح کے الفاظ ثابت نہیں۔“

(التّنبيه على مُشكلات الهداية : 1037/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

”ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 20/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 221/4)

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية :655/1)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا جادوگر کی توبہ قبول کی جائے گی؟

جواب: جادوگر کے حکم، اس کے قتل اور اس کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں تفصیل ہے۔ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ اگر کسی شخص کا کفریہ اور شرکیہ کلمات سے جادو کرنا ثابت ہو جائے، پھر وہ تائب ہو جائے، تو حاکم وقت اسے قتل کرنے یا معاف کرنے کا اختیار رکھتا ہے، کیونکہ وہ فساد فی الارض کا مرتکب ہوا ہے۔ اگر اس نے جادو کے ذریعے کسی کو قتل کیا ہوا ہے، تو اس کی توبہ یہی ہے کہ اسے قصاصاً قتل کر دیا جائے۔

بہر حال شرعاً جادو کرنے والے کو قتل کرنا جائز ہے، جادوگر کے شر اور جادو کی نوعیت کے مطابق اس کے متعلق فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

جادوگر کو قتل کرنے کے متعلق تو کئی روایات ہیں، البتہ بعض صحابہ سے جادوگر کو قتل نہ کرنا بھی ثابت ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

أَصَابَهَا مَرَضٌ وَأَنَّ بَعْضَ بَنِي أَخِيهَا ذَكَرُوا شَكْوَاهَا لِرَجُلٍ مِنَ الزُّطِّ يَتَطَيَّبُ، وَأَنَّهُ قَالَ لَهُمْ : إِنَّكُمْ لَتَذْكُرُونَ امْرَأَةً مَسْحُورَةً سَحَرَتْهَا جَارِيَةٌ لَّهَا فِي حِجْرِ الْجَارِيَةِ الْآنَ صَبِيٌّ

قَدْ بَالَ فِي حِجْرِهَا، فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ : ادْعُوا لِي فُلَانَةً، لَجَارِيَةٍ لَهَا، قَالُوا : فِي حِجْرِهَا فُلَانٌ لِصَبِيٍّ لَّهُمْ، قَدْ بَالَ فِي حِجْرِهَا فَقَالَتْ : إِيْتُونِي بِهَا فَأُتِيَتْ بِهَا فَقَالَتْ : سَحَرْتِنِي؟ قَالَتْ : نَعَمْ، قَالَتْ : لِمَهْ؟ قَالَتْ : أَرَدْتُ أَنْ أُعْتَقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَعْتَقَتْهَا عَنْ دُبُرٍ مِّنْهَا، فَقَالَتْ : إِنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ أَنْ لَا تُعْتَقِي أَبَدًا انْظُرُوا أَسْوَأَ الْعَرَبِ مَلَكَةً فَبِيعُوهَا مِنْهُمْ، وَاشْتَرَتْ بِثَمَنِهَا جَارِيَةً فَأَعْتَقَتْهَا .

''آپ رضی اللہ عنہا سخت بیمار ہو گئیں، آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کی بیماری کا تذکرہ کسی طبیب کے گوش گزار کیا، (پوری صورت حال سننے کے بعد) اس نے انہیں کہا: تم جس خاتون کے متعلق بیان کر رہے ہو، ان پر جادو کیا گیا ہے، ان پر جادو انہیں کی لونڈی نے کیا ہے، جس کی گود میں ابھی بچہ ہے اور بچے نے اس کی گود میں پیشاب کر دیا ہے۔ (بھانجوں نے آکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا، تو) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میری فلاں لونڈی کو بلا لائیں، بھانجوں نے عرض کیا: اس کی گود میں ایک بچہ بھی ہے، جس نے اس کی گود میں پیشاب کر دیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آئیں، تو اسے لایا گیا، سیدہ نے پوچھا: تم نے مجھ پر جادو کیا ہے؟ کہنے لگی: ہاں، سیدہ نے فرمایا: کیوں؟ کہنے لگی: میں چاہتی تھی کہ میں آزاد ہو جاؤں۔ دراصل سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے مدبر بنایا ہوا تھا (مدبر اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں، جو مالک کی وفات کے بعد آزاد ہو جاتا یا جاتی ہے۔) تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں کبھی آزادی نہ ملے۔ (پھر بھانجوں سے فرمایا:) عرب کے برے آدمی کو دیکھیں اور اس لونڈی کو اسے فروخت کر دیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی کی قیمت کے بدلے دوسری لونڈی خریدی، پھر اسے آزاد کر دیا۔''

(مُسند الإمام أحمد : 24126، الأدب المفرد للبخاري : 162، سنن الدّارقطني : 4267، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 16506، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) نے شیخین کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: میں ایک شخص کے ساتھ رہتا ہوں، وہ بہت دفعہ دین کو برا بھلا بولتا ہے اور رمضان میں میرے سامنے اسلام کو گالیاں نکالتا ہے، میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: یقیناً اسلام کو برا بھلا کہنا اور اسے گالیاں دینا کفر اور الحاد ہے۔ اس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ ارتداد اور زندقت ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ❊ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ (التّوبة : ٦٥-٦٦)

''اگر آپ ان سے پوچھیں (کہ کیسی مجلسیں لگائے ہوئے ہیں؟!) تو وہ ضرور

بالضرور کہیں گے کہ ہم تو محض دل لگی اور ہنسی مذاح کر رہے ہیں، کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا استہزاء کر رہے ہو؟ بہانے مت بناؤ، یقیناً تم ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں، تو دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے، کیونکہ وہ مجرم ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیوں) میں بہت سی چیزیں داخل ہیں۔ انبیائے کرام فرشتے، قرآن کریم، دین اسلام، ارکان اسلام اور فرائض دینیہ اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیاں) ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ استہزا کرنا بھی کفر ہے۔

لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ اپنے دوست کو نصیحت کریں، اس پر اسلام کے محاسن واضح کریں، اس کے انجام کی ہولناکی بیان کریں اور بتائیں کہ اس کا یہ عمل کفر اور ارتداد ہے، اس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس کے اسلام کے متعلق جو اعتراضات ہیں، ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں، اگر وہ تائب ہو جائے، تو درست، ورنہ وہ مرتد اور زندیق بن جائے گا۔

آپ کے لیے ایسے مرتد کے ساتھ رہائش پذیر ہونا جائز نہیں، نہ ایسے شخص سے دوستی یاری جائز ہے، بلکہ آپ اس کے شر کو روکنے کے لیے اسلامی عدالت کا رخ کریں، اس مرتد کے خلاف مقدمہ دائر کریں، اسے قانون کے حوالہ کریں، اب قانون اس پر شرعی حد کا نفاذ کرتا ہے یا نہیں، یہ اس کا معاملہ ہے۔ آپ اس کے متعلق عنداللہ جواب دہ نہ ہوں گے، ان شاءاللہ!۔ مرتد کی شرعی حد قتل ہے۔

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے فلاں بزرگ رزق دیتا ہے، اس لیے میں اسی سے رزق کی فراوانی کا سوال کرتا ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: رزق کا سوال فقط اللہ تعالیٰ سے کیا جا سکتا ہے، غیر اللہ سے مافوق الاسباب رزق کا سوال کرنا صریح شرک ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَمَّنْ هٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهٗ﴾ (المُلك : ٢١)

”بھلا وہ کون ہے، جو تمہیں رزق دے سکے، اگر وہ (اللہ) اپنا رزق روک لے؟“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهٗ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

(العَنكبوت : ١٧)

”جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو، وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں، رزق صرف اللہ سے مانگو، اسی کی عبادت کرو، اسی کا شکر بجالاؤ، تمہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾

(النّساء : ٣٢)

”اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے کو بخوبی جانتا ہے۔“

❁ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز سے فارغ ہوتے، تو یہ وظیفہ کرتے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اور تعریف اسی کے لئے ہے، وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ! جسے تو دے، اس سے کوئی چھین نہیں سکتا اور جس سے چھین لے، اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ تیرے مقابلہ میں کسی امیر کی امیری اس کے کام نہیں آسکتی۔''

(صحيح البخاري : 844)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، فَيَقُولُ : مَنْ يَّدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهٗ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِي، فَأُعْطِيَهٗ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِي، فَأَغْفِرَ لَهٗ؟

''ہر رات جب آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، تو ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: کون ہے، جو مجھے پکارے، میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے، جو مجھ سے مانگے، میں اس کی دست گیری کروں؟ کون ہے، جو مجھ سے معافی مانگے، میں اسے معاف کر دوں؟''

(صحيح البخاري : 1145، صحيح مسلم : 758)

سوال: بچوں کے ایسے کھلونے بیچنا کیسا ہے، جو کھلونے مجسم شکل میں ہوں؟

جواب: کسی ذی روح کی مجسم شکل بنانا حرام ہے، البتہ تصویروں والے کھلونے

ممنوع نہیں۔ان کی استثنا ہے، کیونکہ ان کی تکریم وتعظیم نہیں ہوتی، بچے انہیں ادھر اُدھر پھینکتے رہتے ہیں، کبھی کبھاران پر پیشاب بھی کر دیتے ہیں، الغرض یہ ممنوع نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِي، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ، فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِي .

''میں نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی، میری کچھ سہیلیاں بھی میرے ساتھ (ان گڑیوں سے) کھیلتی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ (گھر میں) داخل ہوتے، تو وہ چھپ جاتیں، تو رسول اللہ ﷺ انہیں میرے پاس بھیج دیتے، پھر وہ میرے ساتھ کھیلنے لگ جاتیں۔''

(صحيح البخاري : 6130، صحيح مسلم : 2440)

جب تصویروں والے کھلونوں کی رخصت ہے، تو ان کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، البتہ ان کھلونوں میں فحاشی اور عریانی نہ ہو۔ یہ کفار کی سازش ہے، جس کا شکار کئی مسلمان گھرانے ہو چکے ہیں۔

سوال: ایک عورت شدید بیمار ہوئی، وہ کہتی ہے کہ مجھے کسی میت کے غسل کا بچا ہوا پانی لا کر دو، جس سے میں غسل کروں گی، تو صحت یاب ہو جاؤں گی، کیا یہ طریقہ علاج شرعاً درست ہے؟

جواب: علاج کا یہ طریقہ وضعی ہے، شرعی اور طبی لحاظ سے نامعقول ہے۔ لہٰذا یہ طریقہ علاج نہیں، محض توہم پرستی یا شعبدہ بازی ہے۔

(سوال): ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ نبی کریم ﷺ کو سات سجدے کرے گا؟ اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(جواب): سجدہ عبادت ہے، یہ فقط اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے۔ غیر اللہ کو سجدہ تعبدی کرنا بالاتفاق شرک ہے اور سجدہ تعظیمی حرام اور ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرنا بھی شرک ہے۔ یہ یہود ونصاریٰ کی بدخصلت ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مرضِ موت میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا، قَالَتْ : وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهٗ غَيْرَ أَنِّي أَخْشٰى أَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا .

”اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے۔ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبریں مسجد بنالی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: خدشہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کو مسجد بنالیا جائے گا، ورنہ قبر کھلی رکھی جاتی۔“

(صحيح البخاري : 1330، صحيح مسلم : 529)

❁ سیّدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو وفات سے پانچ دن پہلے فرماتے ہوئے سنا:

أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ .

”خبردار! آپ سے پہلے والوں نے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا،

آپ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں آپ کو اس سے منع کرتا ہوں۔“

(صحيح مسلم : 532)

جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات سجدے کرنے کی نذر مانی، اس نے معصیت کی نذر مانی ہے، اس نذر کو پورا کرنا جائز نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَذَرَ أَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ .

”جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی ہے، وہ اس کی اطاعت کرے (یعنی نذر پوری کرے) اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی ہے، وہ نافرمانی نہ کرے (یعنی نذر پوری نہ کرے)۔“

(صحيح البخاري : 6696)

سوال: بعض قبر پرست اپنے بزرگوں کی قبروں پر قیمتی اشیا رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ ان اشیاء کی حفاظت بزرگ کرتے ہیں، ان کی قبروں سے کوئی چیز چرائی نہیں جاسکتی، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قبر والا مرنے کے بعد کسی شے میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔ قبر والے بزرگ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ قیمتی اشیا کی حفاظت کرتا ہے، مافوق الاسباب استمداد ہے، جو کہ شرک ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾ (الأعراف : ١٩٧)

”جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے ، نہ خود اپنی مدد پر قادر ہیں۔“

علامہ بقاعی رحمہ اللہ (۸۸۵ھ) فرماتے ہیں:

﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ﴾ أَيْ بِوَجْهٍ مِّنْ وُجُوهِ النُّصْرَةِ بِدَلِيلِ عِجْزِكُمْ عَنِّي وَأَنَا وَحْدِي وَأَنْتُمْ أَهْلُ الْأَرْضِ ﴿وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾ بِدَلِيلِ أَنَّ الْكَلْبَ يَبُولُ عَلَيْهِمْ فَلَا يَمْنَعُونَهُ .

”وہ تمہاری کسی طرح کی مدد نہیں کر سکتے ، کیونکہ تم مجھ سے عاجز ہو، میں اکیلا ہوں اور تم سب زمین والے ہو۔ وہ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے ، کیونکہ اگر کوئی کتا ان (کی قبر) پر پیشاب کر دے،تو وہ اسے روک نہیں سکتے۔“

(نظم الدُّرر : 199/8)

سوال: مرض کی تشخیص کے لیے جنات سے مدد لینا کیسا ہے؟

جواب: مرض کی تشخیص کے لیے جن وغیرہ سے مدد لینا جائز نہیں، کیونکہ جنات عام طور پر جائز طریقہ سے مدد نہیں کرتے ،اس کے بدلہ میں کچھ نہ کچھ ناجائز اور حرام کرنا پڑتا ہے۔

سوال: ایک شخص جنات کے لیے جانور ذبح کرتا ہے،اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جنات کے لیے جانور ذبح کرنا جائز نہیں، یہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

”غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔“

(صحیح مسلم : 1978)

سوال: نماز کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: قسم صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء وصفات کی اٹھائی جا سکتی ہے۔مخلوق کی قسم جائز نہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادات اور اعمال صالحہ کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔

سوال: قرآن کریم کو آلات موسیقی کے ساتھ گانا کیسا ہے؟

جواب: آلات موسیقی کے ساتھ قرآن کریم کو اسی دھن میں پڑھنا، جیسے نغمے اور گانے گائے جاتے ہیں، واضح کفر اور ارتداد ہے۔یہ قرآن کریم کے ساتھ استہزاء ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ سے شفاعت کا سوال کرنا جائز ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے کسی قسم کا سوال کرنا جائز نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ برزخی زندگی میں ہے اور دنیا والوں کی پکار نہیں سنتے۔اس لیے نبی کریم ﷺ سے شفاعت کا سوال کرنا جائز نہیں، کیونکہ شفاعت پر نبی کریم ﷺ کا اختیار نہیں، نبی کریم ﷺ اسی کے حق میں شفاعت کریں گے،جن کے متعلق اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اذن دیں گے۔

❁ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾(طهٰ : ١٠٩)

”اس دن شفاعت اسی کو نفع دے گی، جس کے لیے رحمٰن اجازت دے اور بات کرنا پسند کرے۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهٗ﴾ (سبأ : ٢٣)

”اللہ کے ہاں کوئی سفارش فائدہ نہیں دے گی، ہاں جس شخص کے لیے وہ خود

اجازت دے۔“

نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا سوال اللہ تعالیٰ سے کیا جائے، یا ایسے اعمال کیے جائیں، جن پر نبی کریم ﷺ نے اپنی شفاعت کی نوید سنائی ہے، مثلاً: عقیدہ توحید اور اتباع سنت، اسی طرح اذان کے بعد درود اور مسنون دعا پڑھنا۔

سوال: میری ماں مرتدہ ہو چکی ہے، کیا اب بھی میرے اوپر ماں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے؟

جواب: ماں مسلمان ہو یا کافرہ، اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور اس کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے۔ یہ شرعی تقاضا ہے، البتہ جب آپ کی ماں مرتدہ ہو چکی ہے، تو اب اس کے لیے کوئی احترام باقی نہیں رہا، آپ اسے اسلام میں پلٹ آنے کی دعوت دیں، اگر مان جائے، تو درست، ورنہ اس سے مکمل بائیکاٹ کر دیں، وہ قابل احترام نہیں رہی۔

سوال: کیا کوئی مسلمان اپنے عیسائی دوست کو صلیب تحفہ میں دے سکتا ہے؟

جواب: مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے دوست صلیب کا تحفہ دے۔ یہ کفر کی تکریم اور معاونت ہے، جو کہ جائز نہیں۔ صلیب باطل ہے۔ اسے مٹانے کا حکم ہے۔

سوال: ایک مسلمان نے کنیسہ بنانے کی وصیت کی، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ باطل وصیت ہے، جسے نافذ کرنا جائز نہیں۔ اسلام میں غیر اللہ کی عبادت گاہیں قائم کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ یہ روح اسلام کے خلاف ہے۔

❁ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ أَوْصَى الْمُسْلِمُ لِبِيعَةٍ أَوْ كَنِيسَةٍ بِوَصِيَّةٍ، فَهُوَ بَاطِلٌ؛ لِأَنَّهُ مَعْصِيَةٌ .

”اگر کوئی مسلمان کلیسا (یہود کی عبادت گاہ)، کنیسا (گرجا، عیسائیوں کی عبادت

گاہ) بنانے کی وصیت کرے، تو وہ وصیت باطل ہے، کیونکہ یہ معصیت ہے۔''

(بدائع الصّنائع : 341/7)

❀ علامہ سبکی (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ بِنَاءَ الْكَنِيسَةِ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ، وَكَذَا تَرْمِيمُهَا وَكَذٰلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ : لَوْ وَصّٰى بِبِنَاءِ كَنِيسَةٍ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ؛ لِأَنَّ بِنَاءَ الْكَنِيسَةِ مَعْصِيَةٌ وَكَذَا تَرْمِيمُهَا وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْمُوصِّي مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا، وَكَذَا لَوْ وَقَفَ عَلٰى كَنِيسَةٍ كَانَ الْوَقْفُ بَاطِلًا مُسْلِمًا كَانَ الْوَاقِفُ أَوْ كَافِرًا فَبِنَاؤُهَا وَإِعَادَتُهَا وَتَرْمِيمُهَا مَعْصِيَةٌ مُسْلِمًا كَانَ الْفَاعِلُ لِذٰلِكَ أَوْ كَافِرًا هٰذَا شَرْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''کنیسا بنانا یا اس کی مرمت کرنا بالاجماع حرام ہے۔ فقہاء کہتے ہیں: اگر کوئی شخص کنیسا بنانے کی وصیت کرے، تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ کیوں کہ کنیسا بنانا یا اس کی مرمت کرنا معصیت ہے۔ تو اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وصیت کرنے والا مومن ہو یا کافر ہو، اسی طرح کنیسیکے لئے وقف باطل ہوگا، ایسا کرنے والا خواہ مسلمان ہو یا کافر۔ اسی طرح کنیسا بنانا، اس کی مرمت کرنا وغیرہ بھی حرام ہے، ایسا کرنے والا چاہے مسلمان ہو یا کافر۔''

(فتاوى السّبكي : 369/2)

سوال: غیر مسلم کو خون کی اشد ضرورت ہے، کیا مسلمان کافر کو خون دے سکتا ہے؟

جواب: غیر حربی کافر کو خون دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(سوال): سیر وتفریح کے لیے گرجا میں داخل ہونا کیسا ہے؟

(جواب): اگر گرجا گھر میں جانے کا مقصد فقط سیر وتفریح ہے، تو اس میں اہل علم نے بعض شروط وقیود کے ساتھ گنجائش دی ہے، مگر نصاریٰ کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کے گرجا گھروں میں جانا جائز نہیں۔

(سوال): درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نَرْمِيَ، ثُمَّ نَذْبَحَ ثُمَّ نَحْلِقَ .

”آج کے دن ہم سب سے پہلے کنکریاں ماریں گے، پھر قربانی کریں گے اور پھر حلق کریں گے۔“

(الهداية : 145/1)

(جواب): یہ روایت بے اصل ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 297)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 79/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 26/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

”حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 245/4)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”حدیث بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 489/2)

سوال: درج ذیل حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

أَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا .

”قربانی کا افضل دن پہلا ہے۔“

(الهِداية : 145/1)

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث منقول نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیه، ص 298)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔“

(نصب الرّایة : 83/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا اللَّفْظُ مَرْفُوعًا .

”مرفوع روایت میں یہ الفاظ مروی نہیں۔“

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 1046/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْ هٰذَا الْحَدِيثَ .

”مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔“

(الدّرایة : 27/2)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ : «أَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا» فَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ بِهٖ .

”رہی یہ حدیث: ”قربانی کا پہلا دن افضل ہے۔“ تو (یہ حدیث کہاں ہے؟) اس کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہی ہے۔“

(فتح القدير : 493/2)

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية :665/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

اَلْعُمْرَةُ فَرِيضَةٌ كَفَرِيضَةِ الْحَجِّ .

”عمرہ بھی حج کی طرح ایک فریضہ ہے۔“

(الهِداية :178/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت ذخیرہ حدیث میں نہیں ملے۔ یہ بے سند اور بے اصل روایت ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبيه، ص 322)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 147/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُنْقَلْ بِهٰذَا اللَّفْظِ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''کتب حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت منقول نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 1163/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

''مجھے ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّرایة : 47/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 462/4)

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

أَدْنَاهُ شَاةٌ .

''ہدی میں سب سے چھوٹا جانور بکری ہے۔''

(الهدایة : 180/1)

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی روایت منقول نہیں۔

۞ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ .

”یہ روایت میرے علم میں نہیں۔“

(التّنبیه، ص 324)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ وَلَمْ أَجِدْهُ إِلَّا مِنْ قَوْلِ عَطَاءٍ .

”یہ بے اصل روایت ہے، ان الفاظ کے ساتھ مجھے صرف عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا قول ملا ہے۔“

(نصب الرّاية : 160/3)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لِهٰذَا الْحَدِيثِ .

”اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔“

(التّنبیه على مُشكِلات الهداية : 1171/3)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوعًا .

”مجھے یہ روایت مرفوعاً نہیں ملی۔“

(الدّراية : 51/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

”یہ روایت نبی کریم ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں۔“

(البِناية : 483/4)

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا بِهٰذَا اللَّفْظِ لَا يُعْرَفُ إِلَّا مِنْ كَلَامِ عَطَاءٍ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت غیر معروف ہے، البتہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا قول منقول ہے۔“

(فتح القدير : 161/3)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ قَتَلَ سَبُعًا وَأَهْدٰى كَبْشًا، وَقَالَ : إِنَّا ابْتَدَأْنَاهُ .

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے ایک درندے کو قتل کیا اور اس پر ایک مینڈھا بطور دم قربان کیا اور فرمایا: اس درندے کو مارنے میں ہم نے ابتدا کی۔ (اس نے ہم پر حملہ نہیں کیا کہ ہم نے اسے بچاؤ کے لیے مارا ہو۔)“

(الهِداية : 168/1)

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ بالکل بے اصل روایت ہے۔“

(نصب الرّاية : 137/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ اثر مروی نہیں ہے۔“

(التّنبیه علی مشكلات الهداية : 1139/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 44/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔“

(البِناية : 400/4)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ لَا يُعْرَفُ .

”یہ روایت بے اصل ہے، (کتب حدیث میں) معروف نہیں ہے۔“

(فتح القدير : 88/3)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: لقب صدیق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جہاں کئی فضائل ومناقب اور خصوصیات حاصل ہیں، وہیں آپ کو ''صدیق'' کے معزز لقب سے ملقب بھی کیا گیا ہے۔ یہ لقب آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے، جس پر کئی احادیث ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق کے لقب سے متصف کرتے تھے، اس کے بعد پوری اُمت کا اس لقب پر اتفاق ہو گیا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ لقب اس بنا پر عطا ہوا کہ انہوں نے سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت میں ساتھ دیا، جب کوئی دوسرا ساتھ دینے والا نہ تھا۔

اس کے مقابلہ میں روافض نے ہمیشہ کی طرح سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو کیا اور انہیں ''صدیق اکبر'' کا لقب دیا، حالانکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دیگر کئی صحیح فضائل ثابت ہیں، مگر ''صدیق'' یا ''صدیق اکبر'' کا لقب سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی کے لیے ثابت نہیں، اسی طرح ''فاروق'' کا لقب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے مستعمل ہے، جس پر اُمت نے اجماع کیا ہے، یہ لقب بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت نہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے لقب صدیق یا فاروق کے متعلق جتنی روایات پیش کی جاتی

ہیں، ساری کی ساری ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي يُقْطَعُ بِهِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَأَقْوَالِ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ وَيَجِبُ أَنْ تُؤْمِنَ بِهِ الْقُلُوبُ وَالْأَفْئِدَةُ فَضْلُ الصِّدِّيقِ عَلٰى جَمِيعِ الصَّحَابَةِ، وَلَا مُبَالَاةَ بِأَقْوَالِ أَهْلِ الشِّيَعِ وَلَا أَهْلِ الْبِدَعِ .

''جو بات کتاب وسنت، علمائے امت کے اقوال سے قطعی طور پر معلوم ہوتی ہے اور جس پر دل وجان سے ایمان لانا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر فضیلت حاصل ہے، اس حوالہ سے شیعہ اور اہل بدعت کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں۔''

(تفسیر القرطبي : 148/8)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأَئِمَّةُ عَلٰى تَسْمِيَتِهِ صِدِّيقًا .

''ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لقب ''صدیق'' پر ائمہ مسلمین کا اجماع ہے۔''

(تهذيب الأسماء واللّغات : 181/2)

❁ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى تَسْمِيَةِ أَبِي بَكْرٍ صِدِّيقًا كَمَا أَجْمَعُوا عَلٰى تَسْمِيَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ''صدیق'' لقب پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، جیسا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ''محمد'' ہے۔''

(تشنیف المَسامع : 831/4)

نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "صدیق" کے معزز لقب سے نوازا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ : اثْبُتْ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ .

"نبی کریم ﷺ احد کی چوٹی پہ گئے، ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ احد ہلنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا: احد رک جا! بلاشبہ تجھ پہ ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔"

(صحيح البخاري : 3699، فضائل الصّحابة للنّسائي : 32)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اهْدَأْ فَمَا عَلَيْكِ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ .

"رسول اللہ ﷺ ابوبکر و عمر و عثمان علی و طلحہ و زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین حراء پر تھے، حراء ہلنے لگا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رک جایئے! آپ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں۔"

صحيح مسلم : 2417

سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ : كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : صَدَقَ، وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي مَرَّتَيْنِ، فَمَا أُوذِيَ بَعْدَهَا .

''اللہ نے مجھے آپ کی طرف مبعوث کیا، آپ نے مجھے جھٹلایا، لیکن ابوبکر نے تصدیق کی تھی اور اپنی جان و مال کے ساتھ میری غمخواری کی تھی۔آپ میری خاطر میرے ساتھی سے درگزر نہیں کرتے؟ اس دن کے بعد کبھی سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہیں دی گئی۔''

(صحيح البخاري :3661)

مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''صدیق'' کہا ہے۔

① سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 5122)

② سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 1084، صحيح مسلم : 695)

③ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3142)

④ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

(صحيح مسلم : 2173)

⑤ سیدنا عتبان بن مالک انصاری بدری رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 33)

⑥ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1027، 1047)

⑦ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما

(صحيح مسلم : 2009)

⑧ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

(مسند الإمام أحمد : 3090، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 466)

⑩ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ

(مُسند أبي يعلٰى : 38، وسندهٗ حسنٌ)

⑪ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(صحيح البخاري : 319)

⑫ سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے بعداز وفات کلام کیا:

أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْأَمِينُ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ ضَعِيفًا فِي جِسْمِهِ، قَوِيًّا فِي أَمْرِ اللّٰهِ، صِدْقٌ صِدْقٌ، وَكَانَ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ.

''ابوبکر صدیق وامین، خلیفۂ رسول رضی اللہ عنہ جسمانی طور پر کمزور ہیں، مگر اللہ کے حکم (کو اختیار ونافذ کرنے) میں قوی ہیں۔ یہ حق ہے، یہ حق ہے اور یہ بات پہلی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔''

(من عاش بعد المَوت لابن أبي الدّنيا، ص 22، دلائل النّبوة للبيهقي : 56/6، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا قِصَّةُ زَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ وَكَلَامُهُ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَشَهَادَتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ بِالصِّدْقِ، فَمَشْهُورَةٌ مَرْوِيَّةٌ مِنْ وُجُوهٍ كَثِيرَةٍ صَحِيحَةٍ.

''سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا قصہ اور آپ رضی اللہ عنہ کا وفات کے بعد کلام کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کی صداقت کی گواہی دینا، بہت ساری صحیح روایات سے مروی ہے۔''

(البداية والنّهاية : 393/9)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هٰذَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِي، وَأَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهُوَ فَارُوقُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ هُوَ يَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِينَ، وَالْمَالُ يَعْسُوبُ الظَّلَمَةِ، وَهُوَ الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، وَهُوَ بَابِي الَّذِي أُوتٰى مِنْهُ، وَهُوَ خَلِيفَتِي مِنْ بَعْدِي.

''یہ پہلے ہیں، جو مجھ پر ایمان لائے، روز قیامت سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے، یہ اس امت کے فاروق ہیں، حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں، یہ مومنین کے سردار ہیں، مال و دولت گمراہی کا سردار ہے۔ یہ صدیق الاکبر ہیں، یہ میرے نواسوں کے والد ہیں، یہ میرے بعد خلیفہ ہیں۔''

(الكامل لابن عدي : 229/4، ت : 1046، الضّعفاء الكبير للعقيلي : 47/2،

تاریخ بغداد للخطیب : 9/453، المَوْضُوعات لابن الجوزي : 1/345، اللآلي المصنوعة للسّيوطي :1/296)

جھوٹی روایت ہے۔

① عبداللہ بن داہر بن یحییٰ متہم بالکذب ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ فِي فَضَائِلِ عَلِيٍّ وَهُوَ فِيهِ مُتَّهَمٌ .

”اس کی اکثر روایات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ہیں، یہ ان میں متہم ہے۔“

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 4/229)

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ . ”یہ رافضی خبیث ہے۔“

(الضّعفاء الكبير : 2/250)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ يُّخْطِئُ كَثِيْرًا حَتّٰى خَرَجَ عَنْ حَدِّ الْاِحْتِجَاجِ فِيهِ فِيمَا لَمْ يُوَفِّقِ الثِّقَاتَ وَالْاِعْتِبَارُ بِمَا وَافَقَ الثِّقَاتِ .

”بہت غلطیاں کرنے والوں میں سے تھا، جس کی وجہ سے ان روایات میں احتجاج کے لائق نہ رہا، جن میں ثقات کی موافقت نہیں کرتا، البتہ ثقات کی موافق روایات میں اس کا اعتبار کیا جائے گا۔“

(كتاب المَجروحين : 2/10)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَافِضِيٌّ ضَعَّفُوهُ.

''یہ رافضی ہے، محدثین نے ضعیف کہا ہے۔''

(المغني في الضّعفاء :337/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ أَغْنَى اللّٰهُ عَلِيًّا مِنْ أَنْ تَقَرَّرَ مَنَاقِبُهُ بِالْأَكَاذِيبِ وَالْأَبَاطِيلِ.

''اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس بات سے مستغنی کر دیا ہے کہ ان کے فضائل میں من گھڑت اور جھوٹی روایتیں بیان کی جائیں۔''

(میزان الاعتدال : 417/2)

② داہر بن یحییٰ رازی مجہول و نامعلوم ہے۔اس کی روایات باطل ہیں۔

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ يَغْلُوْ فِي الرِّفْضِ لَا يُتَابَعُ عَلٰى حَدِيثِهٖ.

''ان میں سے ہے، جو رافضیت میں غلو کا شکار ہیں، اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی گئی۔'' (الضّعفاء الكبير : 46/2)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَافِضِيٌّ بَغِيْضٌ لَا يُتَابَعُ عَلٰى بَلَايَا.

''بغض سے بھرا ہوا رافضی ہے، اس کی گھڑی ہوئی مصیبتوں پر متابعت نہیں کی گئی۔'' (میزان الاعتدال : 3/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا بَاطِلٌ، وَلَمْ أَرَ أَحَدًا ذَكَرَ دَاهِرًا حَتّٰى وَلَا ابْنَ أَبِي حَاتِمٍ.

”یہ روایت باطل ہے، میری رائے کے مطابق کسی نے دہر کا تذکرہ نہیں کیا، امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بھی اسے ذکر نہیں کیا۔“

(میزان الاعتدال: 3/2)

③ اعمش مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

④ عبایۃ بن ربعی متکلم فیہ ہے۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ نے غالی ملحد قرار دیا ہے۔

(الضّعفاء الكبير: 415/3)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے غالی شیعہ قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال: 387/2)

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِنْ عِتْقِ الشِّيْعَةِ ، قُلْتُ : مَا حَالُهُ ؟ قَالَ : شَيْخٌ .

”قدیم شیعہ تھا۔ (ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: اس کی حالت کیسی تھی؟ فرمایا: شیخ تھا۔“

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 29/2)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”موضوع“ کہا ہے۔

(المَوضوعات: 345/1)

❁ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَنْتَ أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِي، وَأَنْتَ أَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ،

وَأَنْتَ الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، وَأَنْتَ الْفَارُوقُ تَفْرُقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَأَنْتَ يَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِينَ، وَالْمَالُ يَعْسُوبُ الْكُفَّارِ.

”آپ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے، سب سے پہلے روز قیامت مجھ سے مصافحہ کریں گے، آپ صدیق اکبر ہیں، آپ فاروق ہیں، اس امت میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں، آپ مومنوں کے سردار ہیں اور مال و دولت کفار کا سردار ہے۔“

(مُسند البزّار: 3898)

باطل روایت ہے۔ محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ضعیف و متروک ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ فِي عِدَادِ شِيْعَةِ الْكُوْفَةِ وَيَرْوِي مِنَ الْفَضَائِلِ أَشْيَاءَ، لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا.

”اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا ہے۔ اس سے ایسے فضائل مروی ہیں جن پر اس کی متابعت نہیں کی گئی۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال: 114/6)

❁ سیدنا ابو ذر غفاری اور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

إِنَّ هٰذَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِي، وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ يُصافِحُنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهٰذَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، وَهٰذَا فارُوقُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَهٰذَا يَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِينَ، وَالْمَالُ

يَعْسُوبُ الظَّالِمِ .

''یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے، سب سے پہلے روز قیامت مجھ سے مصافحہ کریں گے، یہ صدیق اکبر ہیں، یہ فاروق ہیں، اس امت میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں، یہ مومنوں کے سردار ہیں اور مال و دولت ظالم کا سردار ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 269/6، ح : 6184)

سند باطل ہے۔عمر بن سعد بن ابی ضیر نصری مجہول ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' کہا ہے۔

(دلائل النّبوة : 404/2)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ حَدِيْثُهُ .

''اس کی حدیث ثابت نہیں۔''

(التّاريخ الكبير : 158/6)

② ابو سخیلہ مجہول ہے۔

③ ابو سخیلہ کا سیدنا ابوذر اور سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

❀ سیدنا ابو لیلیٰ غفاری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَتَكُونُ مِنْ بَعْدِي فِتْنَةٌ فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَالْزَمُوا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَإِنَّهٗ أَوَّلُ مَنْ يَرَانِي وَأَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ وَهُوَ فَارُوقُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ

وَالْبَاطِلِ وَهُوَ يَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَالُ يَعْسُوبُ الْمُنَافِقِينَ .

''میرے بعد فتنے جنم لیں گے، تو اس وقت علی بن ابی طالب کو لازم پکڑنا، کیونکہ وہ مجھے سب سے پہلے دیکھیں گے، روز قیامت سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے، وہ صدیق الاکبر ہیں، وہ فاروق ہیں، امت میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں، مومنوں کے سردار ہیں اور مال و دولت منافقوں کا سردار ہے۔''

(معرفة الصّحابة لأبي نعيم : 6974، الاستيعاب لابن عبد البرّ : 1744/4، ميزان الاعتدال للذّهبي :188/1، اللآلي المصنوعة للسّيوطي :297/1)

جھوٹی سند ہے۔

① اسحاق بن بشر بن مقاتل اسدی کذاب اور وضاع ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروكون : 90)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ فِي عِدَادِ مَنْ يَّضَعُ الْحَدِيْثَ .

''اس کا شمار حدیث گھڑنے والوں میں ہوتا ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال :342/1)

② حسن بصری کا عنعنہ بھی ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ حسن بصری کا سیدنا ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

❀ امام ابواحمد حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ غَيْرُ صَحِيحٍ .

''اس کی سند ثابت نہیں۔''

(اللآلي المصنوعة للسّيوطي :297/1)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ حَدِيثُهُ فِي عَلِيٍّ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا ابو لیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت نہیں ہے۔''

(المقتنٰى في سرد الكنٰى : 37/2)

❁ سیدنا ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصِّدِّيقُونَ ثَلَاثَةٌ : حَبِيبُ بْنُ مُرِّيٍّ النَّجَّارُ مُؤْمِنُ آلِ يَاسِينَ، وَخِزْتِيلُ مُؤْمِنُ آلِ فِرْعَوْنَ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الثَّالِثُ، وَهُوَ أَفْضَلُهُمْ .

''صدیقین تین ہیں: حبیب بن مری نجار مومن آل یاسین، خرتیل مومن آل فرعون اور تیسرے علی بن ابی طالب ہیں، جو ان سب سے افضل ہیں۔''

(فضائل الصّحابة لأحمد بن حنبل : 627/2، ح : 1072، معرفة الصّحابة لأبي نُعيم الأصبهاني : 302/1، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 43/42، مناقب عليّ بن أبي طالب لابن المَغازلي : 293)

جھوٹی روایت ہے۔

① عمرو بن جمیع کذاب ہے۔

② محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَيِّئُ الْحِفْظِ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ عِنْدَ أَكْثَرِهِمْ .

''سئی الحفظ ہے، جمہور نے اسے قابل احتجاج نہیں جانا۔''

(تحفة الطّالب : 345)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا كَذِبٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔''

(مِنهاج السّنة : 27/5)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، وَأَخُو رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَاذِبٌ، صَلَّيْتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِينَ .

''میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد یہ بات کوئی جھوٹا ہی کہہ سکتا ہے۔ میں نے تمام صحابہ سے پہلے سات سال (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) نماز پڑھی۔''

(السّنن الکبریٰ للنّسائي : 8338، سنن ابن ماجه : 120)

روایت ضعیف ومنکر ہے۔

① عباد بن عبداللہ اسدی ضعیف ہے۔

② علاء بن صالح کی بعض روایات غیر محفوظ ہیں۔

علاء بن صالح کی متابعت ابو اسحاق سبیعی نے کی ہے، وہ مدلس ہیں۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

”یہ منکر حدیث ہے۔“

(المَوضوعات لابن الجوزي : 341/1)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلرِّوَايَةُ فِي هٰذَا فِيهَا لِينٌ .

”اس بارے میں مروی روایت ضعیف ہے۔“

(الضّعفاء الكبير : 137/3)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے ”موضوع“ کہا ہے۔

(المَوضوعات : 341/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ عَلِمْنَا أَنَّهُ كَذِبٌ، جَزَمْنَا بِكَذِبِ النَّاقِلِ مُتَعَمِّدًا أَوْ مُخْطِئًا .

”ہم یقینی طور پر جان چکے ہیں کہ یہ روایت جھوٹی ہے، ہم بالجزم کہہ سکتے ہیں کہ اس روایت کو نقل کرنے والے نے یا تو جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہے، یا غلطی سے۔“

(مِنهاج السّنة : 445/7)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”باطل“ کہا ہے۔

(تلخيص المُستدرك : 4584)

❁ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا كِذْبٌ عَلٰى عَلِيٍّ .

”یہ روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہے۔“

(میزان الاعتدال : 368/2)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ بِكُلِّ حَالٍ وَلَا يَقُولُهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

”ہر حال میں یہ حدیث منکر ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایسا قطعاً نہیں فرمایا۔“

(البِداية والنّهاية : 67/4)

لقب فاروق:

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا لَقَبُهٗ فَهُوَ الْفَارُوقُ بِاتِّفَاقٍ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لقب ”فاروق“ ہے، اس پر (سبھی اہل ایمان کا) اتفاق ہے۔“

(فتح الباري : 44/7)

معلوم ہوا کہ فاروق کا لقب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔ کسی اور صحابی یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے فاروق یا فاروق اعظم کا لقب ثابت نہیں۔

سوال: کیا روافض قرآن کریم کو محرف مانتے ہیں؟

جواب: روافض قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہیں۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس وقت دو گتوں کے درمیان جو قرآن کریم موجود ہے، وہ محفوظ و مامون ہے، اس میں کوئی

کمی پیشی نہیں ہوئی، نیز نزول کے بعد کسی بھی دور میں قرآن کریم مفقود نہیں ہوا۔

❁ علامہ ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّ أُصُولَ أَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ وَإِجْمَاعُ السَّلَفِ وَأَكْفَرُوا مَنْ زَعَمَ مِنَ الرَّافِضَةِ أَنْ لَّا حُجَّةَ الْيَوْمَ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ لِدَعْوَاهُ فِيهَا أَنَّ الصَّحَابَةَ غَيَّرُوا بَعْضَ الْقُرْآنِ وَحَرَّفُوا بَعْضَهُ.

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ احکام شریعت کے اُصول قرآن، سنت اور اجماع سلف ہیں۔ اہل سنت والجماعت نے ان روافض کی تکفیر کی ہے، جن کا کہنا ہے کہ اس وقت قرآن کریم اور سنت سے حجت پکڑنا جائز نہیں، اس کی بنیاد ان کا یہ دعویٰ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کے بعض حصے میں تغیر وتبدل اور تحریف کر دی ہے۔''

(الفَرْق بين الفِرَق، ص 315)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْمَعَنَّ مَاءَهُ فِي رَحِمِ أُخْتَيْنِ.

''جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ (ایک ہی وقت میں) دو بہنوں سے (نکاح کر کے) تعلق قائم نہ کرے۔''

(الهداية: 187/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت ذخیرہ حدیث میں نہیں ملی۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

”یہ بے اصل حدیث ہے۔“

(نصب الرّاية : 147/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَيْرُ مَعْرُوفٍ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”کتب حدیث میں یہ روایت معروف (منقول) نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 1163/3)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”بے اصل ہے۔“

(خلاصة البدر المنير : 193/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 55/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 26/5)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 213/3)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 16/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

اَلطَّلَاقُ بِالرِّجَالِ وَالْعِدَّةُ بِالنِّسَاءِ .

”طلاق کا وقوع مردوں سے ہوتا ہے اور عدت عورتیں گزارتی ہیں۔“

(الهداية :224/1)

جواب: اس روایت کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہ آسکی۔“

(التّنبيه، ص 362)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

”یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 225/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوعًا .

”مجھے یہ روایت مرفوع نہیں ملی۔“

(الدّراية : 70/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

”یہ حدیث مرفوعًا بے اصل ہے۔“

(البِناية : 303/5)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفْعُهُ غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”اس روایت کا مرفوع ہونا (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 95/2)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا شیعہ کے نزدیک قرآن مجید محرف ہے؟

جواب: شیعہ کے نزدیک بالاجماع قرآن کریم محرف ومبدل اور مغیر ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک تحریف قرآن کا عقیدہ بالاتفاق کفر ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ، سُوَرُهٗ وَآيَاتُهٗ، فَمُتَوَاتِرٌ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، مَحْفُوْظٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ أَنْ يُبَدِّلَهٗ، وَلَا يَزِيْدَ فِيْهِ آيَةً، وَلَا جُمْلَةً مُّسْتَقِلَّةً، وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَحَدٌ عَمْدًا، لَانْسَلَخَ مِنَ الدِّيْنِ .

''قرآن عظیم کی سورتیں اور آیات متواتر ہیں، وللہ الحمد۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے،کوئی اس میں تبدیلی یا زیادتی نہیں کرسکتا، نہ کوئی جملہ بڑھا سکتا ہے، اگر کوئی ایسا جان بوجھ کر کرے گا، تو وہ دین سے نکل جائے گا (یعنی مرتد ہوجائے گا)۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 171/10)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الْقُرْآنُ وَوَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، فَلَا يُزَادُ فِيهِ حَرْفٌ وَّلَا يُنْقَصُ حَرْفٌ وَقَدْ رَامَ الرَّوَافِضُ وَالْمُلْحِدَةُ ذٰلِكَ فَمَا يُمْكِنُ لَهُمْ.

''یقیناً قرآن صحیح سلامت ہے، اس پر اجماع ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں ایک حرف بھی بڑھایا جائے، نہ کم کیا جائے۔ روافض (شیعہ) اور ملحدین نے تحریف قرآن کی کوشش کی ہے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔''

(إكمال المُعلِم: 119/1)

❁ علامہ ابن ہبیرہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ هُوَ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَنَقَلَ النَّقْلَ الْمُتَوَاتِرَ كَوَافٌ عَنْ كَوَافٍ.

''قرآن وہ کتاب ہے، جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اسے ہر دور کے لوگوں نے ایک دوسرے سے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔''

(الإفصاح عن معاني الصِّحاح: 49/3)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

لَا يَتَوَهَّمُ مُتَوَهِّمٌ مِنْ هٰذَا وَشِبْهِهٖ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ ضَاعَ مِنْهُ شَيْءٌ، فَإِنَّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ؛ بِدَلِيلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿إِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّكرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ﴾ وَبِأَنَّ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمُ انْعَقَدَ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي تَعَبَّدْنَا بِتِلَاوَتِهٖ وَبِأَحْكَامِهٖ هُوَ مَا ثَبَتَ بَيْنَ دُفَّتَيِ الْمُصْحَفِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَّلَا نُقْصَانٍ،

كَمَا قَرَّرْنَاهُ فِي أُصُولِ الْفِقْهِ.

”کوئی شخص اس روایت یا اس جیسی روایات سے وہم کا شکار مت ہو کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ ضائع ہو گیا ہے، کیونکہ یہ نظریہ ہی باطل ہے۔ جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ”بلاشبہ ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ نیز صحابہ کرام اور بعد والوں کا اس پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے کہ جس قرآن کریم کی تلاوت اور احکام کے ساتھ ہم عبادت کرتے ہیں، وہ مصحف کے ان دو گتوں کے درمیان ثابت ہے، اس میں کوئی زیادتی یا کمی نہیں ہوئی، جیسا کہ ہم نے اصول الفقہ میں ثابت کر دیا ہے۔“

(المُفهم: 94/3)

❁ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَقُّ أَنَّ كُلَّ خَبَرٍ ظَاهِرُهُ ضِيَاعُ شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ إِمَّا مَوْضُوعٌ أَوْ مُؤَوَّلٌ.

”حق بات یہ ہے کہ ہر وہ روایت جس کے ظاہر سے قرآن کریم کا کچھ حصہ ضائع ہونا لازم آئے، وہ یا تو من گھڑت ہے یا اس کی تاویل کی جائے گی۔“

(روح المَعاني: 140/11)

موجودہ قرآن کریم وہی کلام ہے، جو اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے، اس لیے کسی زمانہ میں بھی قرآن کریم مفقود یا محرف ومبدل نہیں ہوا۔ ایسا ممکن ہے کہ قرآن کریم کے جمع ہونے سے پہلے بعض صحابہ کے پاس قرآن

کریم کی کوئی سورت موجود نہ ہو، لیکن یہ ممکن نے قرآن کریم کی کوئی آیت یا سورت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد کو یاد نہ ہو۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض قرآن کریم کو زبانی بھی یاد کرتے تھے اور لکھتے بھی تھے، جبکہ بعض صحابہ فقط زبانی یاد کرتے تھے، انہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا۔

عہد نبوی اور عہد صحابہ سے ہی قرآن کریم کی سورتوں اور آیات پر اجماع واتفاق ہو چکا تھا۔ قرآن کریم میں اس وقت جتنی سورتیں یا آیات ہیں، ان میں سے کسی سورت یا آیت کی کسی صحابی یا تابعی سے کوئی نفی ثابت نہیں۔ اس حوالہ سے جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں، یا تو وہ روایات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں یا ان روایات میں ظاہری الفاظ مراد نہیں، بلکہ ان کی سائغ تاویل موجود ہے۔

تنبیہ:

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ قَدْ أَخَذْتُ الْقُرْآنَ كُلَّهُ وَمَا يُدْرِيهِ مَا كُلُّهُ؟ قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْآنٌ كَثِيرٌ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ : قَدْ أَخَذْتُ مِنْهُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ.

”آپ میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے سارے کا سارا (نازل شدہ) قرآن سیکھ لیا ہے، اسے کیا معلوم کہ سارا قرآن کیا تھا؟ کیونکہ (منزل) قرآن کریم کا بڑا حصہ منسوخ ہو چکا ہے۔ اسے کہنا چاہیے کہ میں نے (منزل) قرآن کا وہ حصہ سیکھ لیا ہے، جو (نسخ کے بعد) اب ظاہر ہے۔“

(سنن سعيد بن منصور : 140، فضائل القرآن لأبي عبيد، ص 320، وسندهٗ صحيح)

اس روایت کے ظاہر سے وہم ہوتا ہے کہ شاید سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک (نعوذ باللہ) قرآن کریم کا کثیر حصہ ضائع ہو گیا ہے اور کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔

حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور وہم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کی کئی آیات ایسی ہیں، جن کے الفاظ منسوخ ہو چکے ہیں۔ جو آیات منسوخ ہو گئیں، تو اب وہ مصحف میں مندرج نہیں، تو چونکہ وہ آیات اصلاً قرآن کریم کا حصہ تھیں، بعد میں انہیں اٹھا لیا گیا، اس وجہ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس نے وہ تمام آیات بھی سیکھ لیں ہیں، جن کے الفاظ منسوخ ہو چکے ہیں، کیونکہ وہ بھی قرآن کا حصہ رہ چکی ہیں۔

اس اثر کو کسی بھی اعتبار سے نقص قرآن کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ اس سے مراد منسوخ آیات ہیں، نہ کہ وہ محکم آیات، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک قرآن کریم کا حصہ رہیں ہیں۔ فافہم وتدبر!

❀ زر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ : إِنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ لَا يَكْتُبُ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فِي مُصْحَفِهِ، فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنِي : أَنَّ جِبْرِيلَ قَالَ لَهٗ : ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾، فَقُلْتُهَا، فَقَالَ : ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾، فَقُلْتُهَا، فَنَحْنُ نَقُولُ مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو مصحف میں درج نہیں کرتے ہیں۔ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا

ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی: جبریل علیہ السلام نے مجھے فرمایا: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ ”(اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔“ تو میں نے اسی طرح پڑھ دیا۔ اسی طرح جبریل علیہ السلام نے کہا: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ”(نبی! کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔“ تو میں نے اسی طرح پڑھ دیا۔ (ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں، جس طرح نبی کریم ﷺ نے پڑھا۔“

(مُسند الإمام أحمد : 129/5، وسندهٗ حسنٌ)

بعض اس روایت کو پیش کر کے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورت فلق اور سورت ناس کے کلام اللہ ہونے کے منکر تھے یا ان کا عقیدہ تھا کہ قرآن کریم میں تغیر وتبدل ہو چکا ہے۔

حالانکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ سورت فلق اور سورت ناس منزل من اللہ نہیں۔ وہ انہیں وحی الٰہی ہی سمجھتے تھے اور کلام باری تعالیٰ ہی کہتے تھے۔ مگر وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان سورتوں کو مصحف کا حصہ نہیں بنایا جائے گا، یہ صرف دَم ہیں، جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا۔

مطلب کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی سورت فلق اور سورت ناس کو منزل کلام ہی سمجھتے تھے، نیز ان سورتوں کو مخلوق کا کلام نہیں سمجھتے تھے۔

اب رہا مسئلہ کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سورتوں کو مصحف میں درج کیوں نہیں کرتے تھے؟ تو دراصل نبی کریم ﷺ پر قرآن کریم کی کوئی بھی آیت یا سورت نازل ہوتی، تو نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرماتے کہ اس آیت یا سورت کو فلاں جگہ پر درج کر

لیں اور مصحف کا حصہ بنا دیں۔ کاتبین وحی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ فریضہ سرانجام دے دیتے تھے۔

جب سورت فلق اور سورت ناس نازل ہوئی، تو اس وقت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن کریم کا حصہ بنانے کا حکم دیا، مگر یہ حکم شاید سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ آسکا، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ان سورتوں کو مصحف میں درج نہ کیا۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ کا یہ بھی خیال تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کبھی بھی نماز میں قرأت نہیں کیا، جبکہ ایسا نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کی قرأت مختلف نمازوں میں کی ہے۔ صرف سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہ ہوسکا، تو انہوں نے اجتہاداً ان سورتوں کو مصحف میں درج نہ کیا، جبکہ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں مصحف میں درج کیا، کیونکہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی معلوم تھا اور نماز میں قرأت کرنے کا عمل بھی۔

اس لیے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر کسی صحابی نے بھی ان کی تائید نہیں کی، بلکہ سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالاتفاق ان سورتوں کو مصحف کا حصہ قرار دیتے تھے۔

✿ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْكَلَامُ لَمْ يُتَابِعْ عَبْدَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَرَأَ بِهِمَا فِي الصَّلَاةِ وَأُثْبِتَتَا فِي الْمُصْحَفِ.

”سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول پر کسی بھی صحابی نے موافقت نہیں کی، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کو نماز میں تلاوت کیا اور انہیں مصحف میں ثابت رکھا گیا۔“

(مسند البزّار، تحت الرقم: 1586)

❁ علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمُعَوِّذَتَانِ فَقَدْ ثَبَتَ نَقْلُهُمَا شَائِعًا مِّنَ الْقُرْآنِ كَسَائِرِ السُّوَرِ وَابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يُنْكِرْ كَوْنَهُمَا مِنَ الْقُرْآنِ لٰكِنْ أَنْكَرَ إِثْبَاتَهُمَا فِي الْمُصْحَفِ .

”قرآن کریم میں معوذتین کو بھی اسی طرح تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا، جس طرح دیگر سورتوں کو کیا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی ان سورتوں کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کیا، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے فقط انہیں مصحف میں ثابت رکھنے کا انکار کیا ہے۔“

(المُستصفٰی، ص 115)

علامہ غزالی رحمہ اللہ کی یہ تاویل عمدہ ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ سمیت کئی اہل علم نے یہی تاویل بیان کی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ تَأْوِيلٌ حَسَنٌ .

”یہ عمدہ تاویل ہے۔“

(فتح الباري: 743/8)

❁ قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَا خِلَافَ بَيْنَ سَلَفِ الْأُمَّةِ فِي كَوْنِ الْمُعَوَّذَتَيْنِ قُرْآنًا مُنَزَّلًا وَكَلَامًا لِّلّٰهِ تَعَالٰى، وَأَنَّ النَّقْلَ لَهُمَا وَالْعِلْمَ بِهِمَا جَارٍ مَجْرٰى نَقْلِ جَمِيعِ الْقُرْآنِ فِي الظُّهُورِ وَالْاِنْتِشَارِ وَارْتِفَاعِ

الرَّيْبِ فِي ذٰلِكَ وَالنِّزَاعِ .

”بلاشبہ سلف اُمت کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ معوذتین منزل قرآن کریم اور کلام الٰہی ہیں، نیز ظہور، پھیلنے، شک اور اختلاف کے رفع ہونے میں معوذتین کی نقل اور ان کا علم (یقینی) بھی اسی طرح ہے، جس طرح سارے قرآن کریم کی نقل ہے۔“

(الانتصار للقرآن: 330/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ وَالْفَاتِحَةَ وَسَائِرَ السُّوَرِ الْمَكْتُوبَةِ فِي الْمُصْحَفِ قُرْآنٌ وَأَنَّ مَنْ جَحَدَ شَيْئًا مِنْهُ كَفَرَ .

”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ معوذتین، سورت فاتحہ اور دیگر تمام سورتیں، جو مصحف میں درج ہیں، سب قرآن کریم ہیں، نیز جس نے اس میں سے کسی کا انکار کیا، وہ کافر ہے۔“

(المَجموع: 396/3)

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفید خچر ہدیہ کیا گیا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے، سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ اس کی لگام تھامے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پڑھئے! عرض کیا: کیا؟ فرمایا: پڑھیں: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ آپ ﷺ نے دہرایا، میں نے پڑھ لیا۔ اس پر آپ ﷺ کو محسوس ہوا کہ مجھے اس سے کوئی زیادہ خوشی

نہیں ہوئی، تو فرمایا: لگتا ہے، آپ نے اس کی قدر و منزلت کو جانا ہی نہیں، حالانکہ میں نے قیام میں اس کی مثل کوئی سورت نہیں پڑھی۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 149/4، سنن النّسائي : 5433، المُعجم الكبير للطّبراني : 337/17، مشكل الآثار للطّحاوي : 126، وسنده صحيحٌ)

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہا تھا، آپ سوار تھے۔ میں نے آپ کے قدم پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے سورت ہود اور سورت یوسف پڑھا دیں، فرمایا: عقبہ! آپ سورت **فلق** سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب اور بلیغ سورت نہیں پڑھ سکیں گے، اگر آپ کے لئے ممکن ہو تو نماز میں اس سورت کا اہتمام کر لیا کریں۔‘‘

(فضائل القرآن لأبي عبيد، ص 271، مسند الإمام أحمد : 155/4، سنن النّسائي : 122/2، 223/8، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۹۵، ۱۸۴۲) نے ’’صحیح‘‘ اور امام حاکم رحمہ اللہ (۵۶۰/۲) نے ’’صحیح الاسناد‘‘ کہا ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ طُرُقٌ عَنْ عُقْبَةَ كَالْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ .

’’عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ احادیث تواتر کے قریب قریب ہیں۔‘‘

(تفسير ابن كثير : 533/8)

❁ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے، چونکہ سواری کے جانور کم تھے۔ لوگ

باری باری سوار ہوتے۔ایک موقع پر نبی کریم ﷺ اور میرے اُترنے کی باری آئی،تو آپ ﷺ پیچھے سے میرے قریب آئے اور میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ پڑھیں، میں نے پڑھ لیا، نبی کریم ﷺ نے یہ سورت مکمل پڑھی۔ میں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ پڑھ لی،اسی طرح ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھنے کے لیے فرمایا اور پوری سورت پڑھی میں نے بھی پڑھ لی، پھر فرمایا: نماز میں بھی یہ سورتیں پڑھ لیا کریں۔“

(مسند الإمام أحمد : 24/5، 79، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(الدّر المنثور : 684/8)

فائدہ:

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ نَوْعَانِ؛ تَحْرِيفُ لَفْظِهٖ وَتَحْرِيفُ مَعْنَاهُ، وَالنَّوْعَانِ مَأْخُوذَانِ مِنَ الْأَصْلِ عَنِ الْيَهُودِ فَهُمُ الرَّاسِخُونَ فِيهِمَا وَهُمْ شُيُوخُ الْمُحَرِّفِينَ وَسَلَفُهُمْ فَإِنَّهُمْ حَرَّفُوا كَثِيرًا مِّنْ أَلْفَاظِ التَّوْرَاةِ وَمَا غَلَبُوا عَنْ تَحْرِيفِ لَفْظِهٖ حَرَّفُوا مَعْنَاهُ وَلِهٰذَا وُصِفُوا بِالتَّحْرِيفِ فِي الْقُرْآنِ دُونَ غَيْرِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ وَدَرَجَ عَلٰى آثَارِهِمُ الرَّافِضَةُ فَهُمْ أَشْبَهُ بِهِمْ مِنَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ

وَالْجَهْمِيَّةُ فَإِنَّهُمْ سَلَكُوا فِي تَحْرِيفِ النُّصُوصِ الْوَارِدَةِ فِي الصِّفَاتِ مَسَالِكَ إِخْوَانِهِمْ مِنَ الْيَهُودِ وَلَمَّا لَمْ يَتَمَكَّنُوا مِنْ تَحْرِيفِ نُصُوصِ الْقُرْآنِ حَرَّفُوا مَعَانِيهِ وَسَطَوْا عَلَيْهَا وَفَتَحُوا بَابَ التَّأْوِيلِ لِكُلِّ مُلْحِدٍ يَكِيدُ الدِّينَ .

''تحریف کی دو قسمیں ہیں: ① لفظی تحریف ② معنوی تحریف۔ بنیادی طور پر یہ دونوں قسمیں یہودیوں سے ماخوز ہیں۔ یہود ان دونوں قسم کی تحریفوں میں بڑے ماہر تھے۔ تحریف کرنے والوں کے استاذ اور اسلاف یہود ہی ہیں۔ اس لیے کہ یہود نے تورات کے بہت سے الفاظ میں تحریف کی ہے، جہاں وہ تحریف لفظی کرنے سے بے بس ہو گئے، تو انہوں نے وہاں تحریف معنوی سے کام لیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہود ہی کو تحریف کے ساتھ متصف کیا ہے، کسی دوسری سابقہ اُمت کو نہیں۔ یہود کے نقشہ قدم پر روافض چلے، اس معاملہ میں روافض سب سے زیادہ یہود کے مشابہ ہیں، اسی طرح جہمیہ ہیں، کیونکہ صفات باری تعالیٰ پر مشتمل نصوص کی تحریف کرنے میں یہ اپنے یہودی بھائیوں کے نقشہ قدم پر چلے ہیں، اب چونکہ یہ قرآنی نصوص کی (لفظی) تحریف کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا انہوں نے نصوص کے معانی میں تحریف کر دی، ان نصوص پر حملہ آور ہوئے اور ہر اس ملحد کے لیے تاویل کا دروازہ کھول دیا، جو دین کے متعلق سازشیں کرتا ہے۔''

(الصّواعق المُرسلة: 216/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

اَلْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، فَإِنْ سَكَتَتْ فَقَدْ رَضِيَتْ .

”کنواری لڑکی سے اس کے نکاح کے متعلق مشورہ کیا جائے گا، اگر وہ خاموش رہے، تو گویا وہ راضی ہے۔“

(الهداية :192/1)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت نہیں ملی۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 194/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ سے مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔“

(الدّراية : 62/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 81/5)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ الْفُرُوجَ عَلَى السُّرُوجِ.

''ان عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، جو (بلاضرورت سفر کے لیے) زینوں پر بیٹھتی ہیں۔''

(الهداية :1/226)

(جواب): ان الفاظ کے ساتھ روایت بے اصل اور بے سند ہے۔ کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔

❀ حافظ ابن الہادی رحمہ اللہ نے اس روایت کو جھوٹا قرار دیا ہے۔

(مَجموع رسائل ابن الهادي، ص 104)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا.

''روایت بالکل بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 3/228)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِهٰذَا الْحَدِيثِ أَصْلٌ.

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 3/1312)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ.

”مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔“

(الدّراية : 71/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ حدیث بالکل بے اصل ہے۔“

(البِناية : 312/5)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

”روایت بالکل بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 13/4)

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 98/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”روایت بے اصل ہے۔“

(الأسرار المرفوعة : 363)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

مَنْ حَلَفَ بِطَلَاقٍ أَوْ عِتَاقٍ وَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُتَّصِلًا فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ .

''جس نے طلاق دیتے ہوئے یا غلام آزاد کرتے ہوئے قسم اُٹھائی اوراس کے متصل بعد ان شاءاللہ کہہ دے،تو وہ حانث نہیں ہے۔''

(الهداية :247/1)

جواب:ان الفاظ سے کوئی روایت ذخیرہ حدیث میں درج نہیں۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 234/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ لَيْسَ لَهٗ ذِكْرٌ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ، وَكَأَنَّهٗ مِنْ كَلَامِ بَعْضِ الْفُقَهَاءِ .

''یہ حدیث منکر ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں، ممکن ہے کہ یہ فقہا میں سے کسی کا کلام ہو۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 1354/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 72/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 433/5)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 137/4)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

اَلسِّرُّ النِّكَاحُ .

”(سورت بقرہ: ۲۳۵ میں موجود لفظِ) سر سے مراد نکاح ہے۔“

(الهداية : 279/2)

جواب: ان الفاظ سے کوئی حدیث نبی کریم ﷺ سے منقول و ماثور نہیں۔ یہ بے سند و بے اصل روایت ہے۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 262/3)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 1432/3)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 79/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 625/5)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 343/4)

۞ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ رَفْعُهُ.

”اس روایت کا مرفوع ہونا (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 172/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

رِيقُهَا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ شَهْدٍ وَّعَسَلٍ عِنْدَكَ يَا عُمَرُ.

”اے عمر! اس بچے کے لیے ماں کا تھوک آپ کے شہد سے بہتر ہے۔

(الهداية : 283/2)

جواب: روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ.

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 266/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَلْفَاظِ الْحَدِيثِ.

”الفاظ حدیث میں مذکورہ الفاظ نہیں ہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 1448/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ بِهٰذَا اللَّفْظِ.

”ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 81/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔“

(البِناية : 645/5)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ وَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّ فِي يَمِينِهٖ .

”جس نے کوئی قسم اُٹھائی اور ان شاء اللہ کہا، تو وہ اپنی قسم میں گناہ گار نہ ہوگا۔“

(الهداية : 321/2)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ روایت بے اصل ہے۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 301/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ قَوْلُهٗ : «فَقَدْ بَرَّ فِي يَمِينِهٖ» .

”کتب حدیث میں یہ الفاظ منقول نہیں: «فَقَدْ بَرَّ فِي يَمِينِهٖ»“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 104/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية : 92/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَرِيبٌ .

''ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(البِناية : 144/6)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: روافض کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اسلام کے مختلف ادوار میں بہت سارے فرق ہائے ضالہ جنم لیتے رہے ہیں، جنہوں نے اسلاف امت کے علم کو دلیل بنانے کے بجائے قرآن و حدیث کی من چاہی تفسیریں کیں، جہالتیں بکھیریں، جھوٹ بولے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی منتخب ہستیوں سے اُمت کو متنفر کرنے کی سعی لا حاصل کی، یوں وہ راہ حق سے دور ہوتے چلے گئے۔ ان کے عقائد و اعمال اہل سنت سے متصادم ہو گئے۔ علمائے حق نے ان تمام فرقوں کی گمراہی و ضلالت کو واضح کیا ہے۔ روافض بھی فرق ضالہ میں سے ایک ہیں، جنہوں نے قرآنی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنی خواہشات کو معبود بنایا، احادیث کا انکار کیا، اہل بیت کے بارے میں غلو کیا اور صحابہ کرام سے بغض کے مرتکب ہوئے۔

اہل علم نے ہمیں روافض کے متعلق خبردار کیا ہے، ان کے برے عقائد اور اعمال کی نشاندہی کی ہے اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے، تاکہ ان سے حذر رہو۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّافِضَةَ أُمَّةٌ لَيْسَ لَهَا عَقْلٌ صَرِيحٌ؛ وَلَا نَقْلٌ صَحِيحٌ وَلَا دِينٌ مَقْبُولٌ؛ وَلَا دُنْيَا مَنْصُورَةٌ بَلْ هُمْ مِنْ أَعْظَمِ الطَّوَائِفِ

كَذِبًا وَّجَهْلًا، وَدِينُهُمْ يُدْخِلُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ كُلَّ زِنْدِيقٍ وَمُرْتَدٍّ كَمَا دَخَلَ فِيهِمُ النُّصَيْرِيَّةُ؛ وَالْإِسْمَاعِيلِيَّةُ وَغَيْرُهُمْ فَإِنَّهُمْ يَعْمِدُونَ إِلٰى خِيَارِ الْأُمَّةِ يُعَادُونَهُمْ وَإِلٰى أَعْدَاءِ اللّٰهِ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِينَ يُوَالُونَهُمْ وَيَعْمِدُونَ إِلَى الصِّدْقِ الظَّاهِرِ الْمُتَوَاتِرِ يَدْفَعُونَهٗ وَإِلَى الْكَذِبِ الْمُخْتَلَقِ الَّذِي يُعْلَمُ فَسَادُهٗ يُقِيمُونَهٗ؛ فَهُمْ كَمَا قَالَ فِيهِمُ الشَّعْبِيُّ ـوَكَانَ مِنْ أَعْلَمِ النَّاسِ بِهِمْـ : لَوْ كَانُوا مِنَ الْبَهَائِمِ لَكَانُوا حُمْرًا وَلَوْ كَانُوا مِنَ الطَّيْرِ لَكَانُوا رَخَمًا .

''روافض ایسا گروہ ہے، جن کے پاس نہ عقل صریح ہے، نہ نقل صحیح، نہ مقبول دین اور نہ مددگار دنیا، بلکہ جھوٹ اور جہالت میں یہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان کے دین نے اُمت پر ہر زندیق اور مرتد کا داخلہ آسان کر دیا ہے، جیسے ان میں نصیریہ اور اسماعیلیہ وغیرہ داخل ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ خیار اُمت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے عداوت رکھتے ہیں، جبکہ یہود، نصاریٰ اور مشرکین جیسے اسلام دشمنوں کو اپنا دوست بناتے ہیں، واضح متواتر سچ کا انکار کر دیتے ہیں اور من گھڑت جھوٹ کہ جس کا فساد اظہر من الشّمس ہو، کو سینے سے لگاتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں، جن کے متعلق امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا (شعبی رحمہ اللہ روافض کو سب سے بہتر جاننے والے تھے۔): اگر یہ لوگ چوپائیوں میں ہوتے، تو گدھے ہوتے اور اگر پرندوں میں ہوتے، تو گدھ ہوتے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 4/471-472)

۞ نیز فرماتے ہیں:

اَلْقَوْمُ مِنْ أَكْذَبِ النَّاسِ فِي النَّقْلِيَّاتِ، وَمِنْ أَجْهَلِ النَّاسِ فِي الْعَقْلِيَّاتِ، يُصَدِّقُونَ مِنَ الْمَنْقُولِ بِمَا يَعْلَمُ الْعُلَمَاءُ بِالِاضْطِرَارِ أَنَّهُ مِنَ الْأَبَاطِيلِ، وَيُكَذِّبُونَ بِالْمَعْلُومِ مِنَ الِاضْطِرَارِ الْمُتَوَاتِرِ أَعْظَمَ تَوَاتُرٍ فِي الْأُمَّةِ جِيلًا بَعْدَ جِيلٍ، وَلَا يُمَيِّزُونَ فِي نَقَلَةِ الْعِلْمِ، وَرُوَاةِ الْأَحَادِيثِ، وَالْأَخْبَارِ بَيْنَ الْمَعْرُوفِ بِالْكَذِبِ، أَوِ الْغَلَطِ، أَوِ الْجَهْلِ بِمَا يُنْقَلُ، وَبَيْنَ الْعَدْلِ الْحَافِظِ الضَّابِطِ الْمَعْرُوفِ بِالْعِلْمِ بِالْآثَارِ.

''روافض نقلیات میں سب سے جھوٹے ہیں اور عقلیات میں سب سے بڑھ کر جاہل ہیں۔ ایسی باتوں کی تصدیق کر دیتے ہیں، جنہیں اہل علم صریح باطل سمجھتے ہیں اور قطعی اور ایسی متواتر باتوں کا انکار کرتے ہیں، جو مسلسل نسل در نسل چلتی آ رہی ہیں۔ یہ علم کے ناقلین، احادیث اور اخبار میں معروف کذاب، سیٔ الحفظ اور اپنے روایت سے جاہل رواۃ کے مابین اور عادل، حافظ، ضابط اور معروف محدثین کے مابین تمیز نہیں کرتے۔''

(مِنہاج السنة: 8/1)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ الرَّفْضِ إِنَّمَا أَحْدَثَهُ مُنَافِقٌ زِنْدِيقٌ، قَصْدُهُ إِبْطَالُ دِينِ

الْإِسْلَامِ، وَالْقَدْحُ فِي الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا ذَكَرَ ذٰلِكَ الْعُلَمَاءُ، فَإِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَأٍ لَمَّا أَظْهَرَ الْإِسْلَامَ، أَرَادَ أَنْ يُفْسِدَ دِينَ الْإِسْلَامِ بِمَكْرِهٖ وَخَبَثِهٖ، كَمَا فَعَلَ بُولَسُ بِدِينِ النَّصْرَانِيَّةِ، فَأَظْهَرَ التَّنَسُّكَ، ثُمَّ أَظْهَرَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتّٰى سَعٰى فِي فِتْنَةِ عُثْمَانَ وَقَتْلِهٖ، ثُمَّ لَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ الْكُوفَةَ أَظْهَرَ الْغُلُوَّ فِي عَلِيٍّ وَالنَّصْرَ لَهٗ، لِيَتَمَكَّنَ بِذٰلِكَ مِنْ أَغْرَاضِهٖ، وَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا، فَطَلَبَ قَتْلَهٗ .

”روافض کی اصلیت یہ ہے کہ اس کو ایک منافق اور زندیق نے شروع کیا تھا، اس کا ارادہ دین اسلام کے ابطال کا اور رسول اللہ ﷺ میں قدح کا تھا، جیسا کہ علماء ذکر کرتے ہیں۔ کیوں کہ عبداللہ بن سبا نے جب اسلام ظاہر کیا، تو اس وقت اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ دین اسلام کو اپنے مکر اور خباثت سے خراب کرے گا، جیسا کہ پولس نے نصرانیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک عابد زاہد کی صورت میں پیش کیا۔ پھر وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنے اور قتل کی کوشش کی۔ پھر جب کوفہ آیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں غلو کرنے لگا، کہتا تھا میں ان کا مددگار ہوں، وہ اس سے اپنے عزائم کو مسکن دینا چاہتا تھا، اس کی حرکات کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپ نے اسے بلوا کر قتل کر دیا۔“

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 490)

سوال: درج ذیل عبارت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❁ علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ الرَّبَّ هُوَ الْمُرَبِّي، وَلَعَلَّ مَلَكًا هُوَ أَعْظَمُ الْمَلَائِكَةِ هُوَ مُرَبِّي لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ فَكَانَ هُوَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهِ: ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ﴾.

''یہاں رب سے مراد مربی ہے، ممکن ہے کہ سب سے بڑا فرشتہ، جو نبی کریم ﷺ کا مربی ہے، وہ آئے گا، گویا اس فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ﴾ سے یہی فرشتہ مراد ہے۔''

(تفسير الرّازي: 159/31)

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾(الفجر: ۲۲)

''تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف در صف آئیں گے۔''

آیت کریمہ میں رب تعالیٰ کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ اس اور اس جیسی دیگر آیات سے ائمہ اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کی صفت اِتیان (آنا) ثابت کی ہے۔ کسی نے اس صفت کا انکار نہیں کیا یا اس کی باطل تاویل نہیں کی۔ مگر اہل سنت والجماعت کے برعکس اہل کلام کا ایک گروہ ہے، جو صفات باری تعالیٰ کی تاویلات کرتا ہے، خواہ اس کے لیے آیت اور حدیث میں تحریف بھی ہو جائے، پرواہ نہیں کرتا۔

مذکورہ عبارت میں بہت بڑی جسارت کی گئی ہے۔ یہ قرآنی آیت کی واضح معنوی تحریف ہے۔ رب کے لفظ کو مربی کا معنی پہنا دیا گیا۔ جو لوگ اپنی دلیل سلف اُمت کے فہم کو

نہیں بناتے، وہ ایسی باطل تاویلات کرتے رہتے ہیں۔

کئی قرآنی آیات، احادیث متواترہ اور اجماع سلف دلالت کناں ہیں کہ روز محشر رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے آئیں گے اور لوگوں کے مابین حساب وکتاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا آنا برحق ہے، اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع واتفاق ہے، یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کا آنا اس کی شایان شان ہے، اپنی طرف سے اس کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ جبکہ گمراہ فرقوں نے ''اللہ کے آنے'' کی باطل تاویلات کر رکھی ہیں، جو کسی طور قبول نہیں۔

درج ذیل دلائل سے مذکورہ تاویل کا بطلان واضح ہوجاتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ﴾(الأنعام : ١٥٨)

''وہ صرف اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے (عذاب لے کر) آئیں یا تیرا رب یا تیرے رب کی کوئی نشانی آجائے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّآ أَنْ يَّأْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾

(البقرة : ٢١٠)

''وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ اور اس کے فرشتے بادلوں کے سایوں میں آجائیں۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ،

لَا يَذْكُرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَيَكُونُ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ الْجِنُّ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ الْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الدُّنْيَا، فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا، عَلٰى كُلِّ صَفٍّ رَأْسٌ، فَيَدْعُو أَهْلُ الْأَرْضِ مِنْهُمْ، فَيَقُولُونَ: فِيكُمْ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالُوا: لَيْسَ فِينَا وَهُوَ آتٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَالْإِنْسُ عَشْرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الثَّانِيَةُ، فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا، عَلٰى كُلِّ صَفٍّ رَأْسٌ، فَيَقُولُ أَهْلُ الْأَرْضِ: أَفِيكُمْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى؟ فَيَقُولُونَ: لَيْسَ فِينَا، وَهُوَ آتٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ وَأَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ تَنْشَقُّ السَّمَاءُ الثَّالِثَةَ، فَتَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا، عَلٰى كُلِّ صَفٍّ رَأْسٌ، فَيَقُولُ أَهْلُ الْأَرْضِ: أَفِيكُمْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى؟ فَيَقُولُونَ: لَيْسَ فِينَا، وَهُوَ آتٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ وَمَا أَسْفَلَ مِنْهَا مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَيَكُونُ أَهْلُ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ

تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ، وَيَكُونُ مَا أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ مِنَ السَّمٰوَاتِ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ جُزْءً وَاحِدًا، ثُمَّ يَكُونُ أَهْلُ السَّمٰوَاتِ عَلٰى هٰذَا حَتّٰى يَبْلُغَ لِلْسَابِعَةِ، حَتّٰى يَجِيءَ رَبُّكَ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ صُفُوفًا لَا يَتَكَلَّمُونَ.

”جب قیامت کا دن ہوگا، جنات اور انسان ایک میدان میں اکھٹے ہوں گے، ان میں کوئی دوسرے کا تذکرہ نہیں کرے گا۔ جنات اور انسانوں کی کل تعداد دس حصوں پر مشتمل ہوگی، جس میں نو حصے جنات پر مشتمل ہوں گے اور ایک حصہ انسانوں پر۔ پھر آسمان دنیا کو کھولا جائے گا، وہاں سے فرشتے صف در صف نازل ہوں گے، ہر صف پر ایک سربراہ مقرر ہوگا، زمین والے ان فرشتوں کو آواز دیں گے اور پوچھیں گے: کیا ہمارا رب عزوجل بھی تمہارے ساتھ نازل ہوا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں ہمارے ساتھ نہیں ہے، باری تعالیٰ نازل ہونے والا ہے۔ آسمان دنیا والے فرشتے، جنات اور تمام انسانوں کے دس حصے کیے جائیں، تو آسمان دنیا والے فرشتوں کے نو حصہ ہوں گے اور جنات اور انسانوں دونوں کو ملا کر ایک حصہ بنے گا۔

پھر دوسرا آسمان کھولا جائے گا، وہاں سے بھی فرشتے صف در صف نازل ہوں گے، ہر صف کا ایک سربراہ ہوگا۔ زمین والے پوچھیں گے: کیا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ تمہارا ساتھ نازل ہوا ہے؟ کہیں گے: نہیں، وہ نازل ہونے والا ہے۔ دوسرے آسمان والے فرشتوں، آسمان دنیا والے فرشتوں اور تمام جن وانس کو دس حصہ میں تقسیم کیا جائے، تو دوسرے آسمان والے فرشتوں کے نو حصہ بنیں

گے اور آسمان دنیا والے فرشتوں اور تمام جن وانس کا ایک حصہ بنے گا۔ پھر تیسرے آسمان کو کھولا جائے گا، تو وہاں سے بھی فرشتے صف در صف نازل ہوں گے، ہر صف پر ایک سربراہ فرشتہ مقرر ہو گا۔ زمین والے پوچھیں گے: کیا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آپ کے ساتھ نازل ہوا ہے؟ کہیں گے: نہیں، باری تعالیٰ آنے والا ہے۔ تیسرے آسمان والے فرشتوں، نیچے والے آسمانوں کے فرشتوں اور جن وانس کو دس حصہ میں تقسیم کیا جائے، تو تیسرے آسمان والے فرشتوں کے نو حصہ ہوں گے اور نیچے والے آسمانوں کے فرشتوں اور جن وانس کا ایک حصہ ہو گا۔ پھر باقی آسمان والے فرشتے بھی اسی طرح نازل ہوں گے، یہاں تک کہ ساتویں آسمان کو کھولا جائے گا۔ تمہارا رب بادلوں کے سائے میں آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آئیں گے، ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے کلام نہیں کرے گا۔''

(الزُّهد لأسد بن موسٰى : 52، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے؟

جواب: حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ محققین علما اسی کے قائل ہیں۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَئِمَّةَ الْحَدِيثِ لَمْ يُثْبِتُوا لِلْحَسَنِ مِنْ عَلِيٍّ سَمَاعًا .

''ائمہ حدیث حسن بصری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں کرتے۔''

(المقاصد الحسنة للسخاوي، ص 527)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ لِلْحَسَنِ سَمَاعٌ مِنْ عَلِيٍّ.

”حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔“

(شرح عِلَل التّرمذي: 537/1)

تنبیہ:

یونس بن عبید رحمہ اللہ سے مروی ہے:

سَأَلْتُ الْحَسَنَ، قُلْتُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، إِنَّكَ تَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّكَ لَمْ تُدْرِكْهُ، قَالَ: يَابْنَ أَخِي لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ وَلَوْلَا مَنْزِلَتُكَ مِنِّي مَا أَخْبَرْتُكَ، إِنِّي فِي زَمَانٍ كَمَا تَرٰى، وَكَانَ فِي عَمَلِ الْحَجَّاجِ، كُلُّ شَيْءٍ سَمِعْتَنِي أَقُولُهُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، غَيْرَ أَنِّي فِي زَمَانٍ لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَذْكُرَ عَلِيًّا.

”میں نے حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا: ابوسعید! (حسن بصری رحمہ اللہ کی کنیت) آپ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کر دیتے ہیں، جبکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تک نہیں پایا، (ایسا کیوں؟) فرمایا: بھتیجے! یقیناً آپ نے مجھ سے ایسی بات پوچھی ہے، جو آپ سے پہلے ابھی تک کسی نے نہیں پوچھی، اگر آپ کا میرے ہاں مقام و مرتبہ نہ ہوتا، تو میں آپ کو بھی اس

بارے میں خبر نہ دیتا۔ دراصل میں ایسے دور میں ہوں، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ حجاج بن یوسف کا زمانہ ہے، لہٰذا جس حدیث میں بھی آپ مجھے براہ راست قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا سنیں، تو یاد رکھنا کہ وہ حدیث میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنی ہوتی ہے، لیکن میں ایسے دور میں ہوں، جس میں میرے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام لینا ممکن نہیں۔''

(فوائد أبي عبد اللّٰه النّعالي، ص 66)

جھوٹی روایت ہے۔

① ثمامہ بن عبیدہ متہم بالکذب ہے۔

② عطیہ بن محارب کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ ابوحنیفہ محمد بن حنیفہ غیر قوی ہے۔

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ .

''یہ سند ضعیف ہے۔''

(شرح عِلَل التّرمذي: 537/1)

سوال: ولیوں کا مذاق اڑانے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اولیاء اللہ جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہوتے ہیں، ان کا مذاق اڑانا حرام اور ناجائز ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ کرنا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ .

”(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) جس نے میرے کسی بھی ولی سے دشمنی کی، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔“

(صحيح البخاري : 6502)

یہاں ایک اہم بات یہ کہ اولیاء اللہ کی معرفت از حد ضروری ہے، لوگوں نے کئی بدعقیدہ اور بد مذہب لوگوں کو اولیاء اللہ کا نام دے رکھا ہے، جو سال سال نہاتے نہیں، نماز کے تارک ہیں، بلکہ نماز کے منکر ہیں، حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے، نامحرم عورتوں سے اختلاط کرتے ہیں، نشہ کرتے ہیں، شرک کے اڈے چلاتے ہیں اور سنت سے کوسوں دور ہوتے ہیں، ایسے لوگ فساق وفجار، بلکہ بسا اوقات ملحد، کافر، مرتد اور زندیق ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کے دشمن ہیں، اولیاء اللہ نہیں۔

ایسے دشمنان دین کا رد کرنا اور بقدر ضرورت ان کا مذاق اڑانا جائز ہے۔

ولی وہ ہوتا ہے، جو ائمہ اہل سنت والجماعت کے عقائد پر قائم ہو، عمل سنت کے مطابق ہو، اخلاص اور تقویٰ کا پیکر ہو، حرام اور منہیات سے حتی الوسع مجتنب رہتا ہو، نیز ہر دم اللہ تعالیٰ کی رضا میں جیتا ہو۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾(الأنفال : ٣٤)

”اس (اللہ) کے ولی صرف متقی لوگ ہیں۔“

ایسے متقی وپرہیز گار مؤمن کو اللہ کا ولی کہتے ہیں اور ایسی ہستیوں کی گستاخی کرنا اپنی عاقبت تباہ کرنا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے صحیح العقیدہ افراد سے محبت کریں، ان سے دعائیں لیں اور بقدر استطاعت ان کی حاجت برآوری کریں۔

سوال: ہمارے پڑوس میں ایک کافر گھرانہ آباد ہے، وہ بے ضرر لوگ ہیں، انہوں نے کبھی اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں کی، وہ بسا اوقات ہم سے ضرورت کی کوئی شے مانگ لیتے ہیں، کیا ہم ان کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں؟

جواب: کفار کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ حربی نہ ہوں یا اسلام کے خلاف سازشیں نہ کرتے ہوں، تو ان کے ساتھ دنیاوی اُمور میں تعاون کیا جا سکتا ہے، بلکہ بسا اوقات ان کے ساتھ احسان کرنا انہیں اسلام کے قریب کر دیتا ہے۔ اس لیے آپ انہیں ضروری استعمال کی اشیا دے سکتے ہیں۔ ان کے سامنے اسلام کی صحیح عملی تصویر پیش کریں، تا کہ ان پر اسلام کے محاسن واضح ہو جائیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۞ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (الممتحنة : ٨۔٩)

”جن نے دین میں تمہارے ساتھ قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ساتھ نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کو دوست بنانے سے منع کرتا ہے، جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے قتال کیا، تمہیں تمہارے وطن (مکہ) سے نکالا اور نکالنے والے سے تعاون

کیا۔ ان لوگوں کو دوست بنانے والے بھی ظالم ہیں۔"

سوال: حصول تعلیم کی خاطر بلاد کفار کا سفر کرنا کیسا ہے؟

جواب: جو تعلیم بلاد مسلمین میں میسر ہو، اس کے لیے بلاد کفار کا سفر کرنا اور وہاں اقامت پذیر رہنا درست نہیں، کیونکہ بلاد کفار میں رہنے میں کئی خطرات لاحق رہتے ہیں، خاص طور پر بلاد کفار میں تعلیم یافتہ طبقہ بڑی تیزی سے الحاد کی طرف جا رہا ہے۔

اگر کسی مسلمان کو بلاد کفار میں حصول تعلیم کے لیے جانا ہی جانا ہے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے اسلامی عقائد سے پوری طرح آشنا ہو، اسلام کے بنیادی اور ضروری مسائل سے مکمل آگاہی ہو، کفار کی سازشوں کا علم ہو اور بلاد کفار میں رہتے ہوئے بھی علما سے رابطہ میں رہے، نیز کفار کے ماحول کو اپنے اندر سرایت نہ کرنے دے۔

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَأْمُرُ بِالتَّجْرِيدِ فِي الْحُدُودِ .

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ حدود لگاتے وقت بدن سے کپڑا اٹھانے کا حکم دیتے تھے۔"

(الهداية : 341/2)

جواب: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایسی کوئی روایت منقول نہیں۔ کتب حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ عَنْهُ .

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت میرے علم میں نہ آسکی۔"

(التّنبیه، ص 415)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(نصب الرّایۃ : 323/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لِهٰذَا عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَا عَنْ غَيْرِهٖ .

''اس روایت کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی سے کوئی اصل نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 131/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

''مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّرایة : 98/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(البِنایة : 273/6)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يُعْرَفْ عَنْ عَلِيٍّ .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول نہیں۔“

(فتح القدير : 231/5)

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 207/3)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

أَرْبَعٌ إِلَى الْوُلَاةِ، وَذَكَرَ مِنْهَا الْحُدُودَ .

”چار اُمور امراء کے سپرد ہیں، ان میں سے ایک حدود کا نفاذ ہے۔“

(الهداية : 342/2)

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کی کوئی روایت منقول نہیں۔

۞ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ .

”یہ روایت میرے علم میں نہ آسکی۔“

(التّنبيه، ص 416-417)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 326/3)

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

”یہ حدیث منکر ہے۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 134/4)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 99/2)

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 280/6)

فائدہ:

اس مضمون کی ایک روایت حسن بصری رحمہ اللہ سے ثابت ہے۔

✿ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرْبَعَةٌ إِلَى السُّلْطَانِ؛ الزَّكَاةُ وَالصَّلَاةُ وَالْحُدُودُ وَالْقَضَاءُ .

”چار چیزوں کا اختیار سلطان کے پاس ہے؛ ① زکوۃ (بیت المال میں جمع کرنے اور تقسیم کرنے کا) ② نماز (جمعہ پڑھانے کا) ③ حدود (نافذ کرنے

کا)④ قضا (جھگڑوں کو حل کرنے کا)۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 28438، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ فتویٰ ہے:

مَنْ زُفَّتْ إِلَيْهِ غَيْرُ امْرَأَتِهِ، وَقَالَتِ النِّسَاءُ : أَنَّهَا زَوْجَتُكَ فَوَطِئَهَا لَا حَدَّ عَلَيْهِ، وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ قَضٰى بِذٰلِكَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

”جس شخص کے پاس اس کی بیوی کے علاوہ کوئی اور عورت زفاف کے لیے لائی گئی، عورتوں نے کہا: یہی آپ کی بیوی ہے اور اس شخص نے ہم بستری کر دی، تو اس پر کوئی حد نہیں، اس پر مہر ضروری ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہی فیصلہ کیا تھا۔“

(الهِداية : 346/2)

جواب: اس فتویٰ کی نسبت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں، کیونکہ کتب حدیث میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ جِدًّا .

”یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 339/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ عَنْهُ .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 102/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ جِدًّا .

''یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔''

(البِناية : 304/6)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

اَلْخَالُ أَبٌ .

''ماموں والد کے قائم مقام ہے۔''

(الهداية : 358/2)

جواب: ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ یہ نقل بے سند و بے اصل ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث مجھے کتب حدیث میں نہیں ملی۔''

(التّنبيه، ص 425)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث بے اصل ہے۔''

(نصب الرّاية : 353/3)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”یہ حدیث کتب حدیث میں منقول نہیں۔“

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 185/4)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّرایة : 106/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِنایة : 376/6)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

قَالُوا : هُوَ غَرِيبٌ .

”اہل علم کہتے ہیں کہ یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 330/5)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: میرا بھائی عیسائی ہے، کیا میں اپنے بھائی کی شادی میں شرکت کرسکتا ہوں؟

جواب: آپ نصرانی بھائی کی شادی میں شرکت کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہاں کوئی حرام شے کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ مثلاً اگر اس محفل میں شراب، میوزک، خنزیر یا اس جیسی کسی بھی حرام شے کا بندوبست کیا گیا ہے، تو آپ اس محفل کا بائیکاٹ کر دیں، باقی اپنے بھائی کو مبارک باد دیں اور اس کی خوشی میں شریک ہو جائیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهٖ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ (النّساء : ١٤٠)

”آپ اس وقت تک ان کے ساتھ بیٹھک نہ کریں جب تک کہ وہ گفتگو کا موضوع بدل نہیں لیتے، ورنہ آپ میں اور ان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔“

❀ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ حُضُورُهَا عِنْدَ كَافَّةِ الْعُلَمَاءِ .

”تمام علما کے نزدیک گناہ کی دعوت میں شرکت کرنا جائز نہیں۔“

(المُفهم : 153/4)

سوال: جو طالب علم امتحان میں نقل لگا کر پاس ہوا ہو، نوکری کے لیے اس کی

سفارش کرنا کیسا ہے؟

جواب: اس میں تفصیل ہے، اگر وہ طالب علم واقعتاً اتنا کمزور تھا کہ بغیر نقل کے اس کا پاس ہونا ممکن ہی نہیں، تو ایسے طالب علم کی نوکری کے لیے سفارش کرنا درست نہیں، کیونکہ وہ اس نوکری کا اہل نہیں اور نا اہل کو نوکری دلوانا بذات خود کسی حق دار کا حق مارنا ہے، جو کہ جائز نہیں، اب اس ظلم پر کسی کی سفارش کرنا بھی جائز نہیں۔

اگر وہ طالب علم پڑھنے میں اتنا لائق ہے کہ وہ خود ایمانداری سے پاس ہو سکتا ہے، اس نے تھوڑی بہت نقل کی ہے، جو کہ جائز نہیں، مگر اس کی وجہ سے وہ نوکری سے نا اہل قرار نہیں پاتا، اگر نوکری کے لیے ایسے طالب علم کی سفارش کر دی، تو حرج نہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدۃ : 2)

”نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا﴾

(النّساء : ۸۵)

”نیک کام کی سفارش سے ثواب میں حصہ ملے گا، اور برے کام کی سفارش سے عذاب میں حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

❁ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کوئی ضرورت مند آتا، تو آپ ﷺ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے:

اِشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا، وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ رَسُولِهٖ مَا شَاءَ.

''سفارش کریں، آپ اجر پائیں گے، اللہ کو جو پسند ہوگا، اپنے نبی کی زبان سے پورا کرے گا۔''

(صحیح البخاري: 6027، صحیح مسلم: 2627)

سوال: کیا کسی کافر طالب علم کی نوکری کے لیے سفارش کی جا سکتی ہے؟

جواب: اگر کافر طالب علم میرٹ پر ہے، تو اس کی سفارش کی جا سکتی ہے۔

❁ سیدنا ابو مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُمَّ هَانِيءٍ أَجَارَتْ حَمْوَيْنِ لَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ، وَأَمَّنَّا مَنْ آمَنْتِ.

''سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے دو سسرالیوں کو پناہ دی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے آپ نے پناہ دی، ہم نے بھی اسے پناہ دی اور جسے آپ نے امان دی، ہم نے بھی اسے امان دی۔''

(صحیح البخاري: 3171، صحیح مسلم: 336، المُنتقٰی لابن الجارود: 1055)

کسی کافر کو امان یا پناہ دینا بھی ایک سفارش ہے، یہاں سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا کافروں کو پناہ دے رہی ہیں اور نبی کریم ﷺ ان کے اس عمل کو قبول کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کافر کی سفارش بھی کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو رہی ہو۔

سوال: ایک قاتل کا مقدمہ عدالت میں پہنچا، کسی صاحب اختیار نے اپنا اثر ورسوخ

استعمال کیا اور جج سے کہا کہ اس قاتل کو پھانسی سے بچالے اور چند سال کے لیے قید کی سزا سنا دے، کیا کسی مجرم کے لیے اس طرح کی سفارش کی جا سکتی ہے؟

جواب: جب مجرم کا مقدمہ عدالت میں چل پڑے اور اس کا جرم ایسا ہو، جس پر کوئی شرعی حد نافذ کی جائے گی، تو ایسے مجرم کے حق میں سفارش کرنا جائز نہیں، کیونکہ حدود اللہ کے نفاذ میں آڑ بننا حرام اور نا جائز ہے۔

مذکورہ صورت حال میں جس نے قتل کیا ہے، اس کا معاملہ مقتول کے ورثاء کے سپرد ہے، اگر وہ قتل کے بدلے قتل کا مطالبہ کریں، تو اس کی سزا میں کوئی تخفیف جائز نہیں، البتہ اگر ورثاء دیت لینے پر راضی ہو جائیں یا تمام ورثاء معاف کر دیں، تو یہ ان کی صوابدید ہے۔ لیکن اگر میت کے ورثاء قصاص کا مطالبہ کریں، تو اس کی سزا قتل ہے، قتل کے بدلے قید کی سفارش کرنا جائز نہیں، جج کے لیے بھی ایسی سفارش قبول کرنا حرام ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَتِ امْرَأَةٌ مَّخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ يَدِهَا، فَأَتٰى أَهْلُهَا أُسَامَةَ فَكَلَّمُوهُ، فَكَلَّمَ أُسَامَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا أُسَامَةُ أَلَا أَرَاكَ تُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللّٰهِ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَقَالَ : إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَإِنَّهُ إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ

قَطَعُوهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُ يَدَهَا، قَالَ: فَقَطَعَ يَدَ الْمَخْزُومِيَّةِ .

''ایک مخزومی عورت، جو ادھار سامان لے کر انکار کر دیا کرتی تھی (نے چوری کی)، نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، اس کے گھر والے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ سے (معافی کی) بات کی، تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بات کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اسامہ! کیا آپ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی حد کے متعلق بات (سفارش) کر رہے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: آپ سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی خاندانی آدمی چوری کرتا، تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا، تو اس کے ہاتھ کاٹ دیتے، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر (چوری کرنے والی) فاطمہ بنت محمد ہوتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے مخزومی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا۔''

(صحیح البخاري: 6788، صحیح مسلم: 1688، المُنتقٰی لابن الجارود: 804)

سوال: بعض اپنے بچے یا بچی کے بالغ ہونے پر ایک محفل کا انعقاد کرتے ہیں، جسے بلوغت کی مناسبت سے منعقد کیا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: بلوغت پر محفل کا انعقاد شرعاً جائز نہیں۔ یہ کفار کی تقلید ہے۔ اس طرح کی چیزیں غیر مسلموں میں رواج ہیں، یہ اسلام کے مزاج کے مطابق نہیں۔

سوال: حج کے موسم میں غیر مسلم خدمت گزاروں کو مکہ لے کر آنا کیسا ہے؟

(جواب): کافر مکہ میں داخل نہیں ہوسکتا، خواہ خدمت گزاری کے لیے آئے یا کسی اور مقصد کے لیے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾(التّوبة : ٢٨)

''اہل ایمان! یقیناً (اعتقادی) مشرک نجس ہوتے ہیں، یہ اس سال (۹ھ) کے بعد کبھی مسجد حرام کے قریب مت آنے پائیں۔''

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ هَا هُنَا الْحَرَمُ كُلُّهٗ فَلَا يُمَكَّنُ مُشْرِكٌ مِنْ دُخُولِ الْحَرَمِ بِحَالٍ حَتّٰى لَوْ جَاءَ فِي رِسَالَةٍ أَوْ أَمْرٍ مُهِمٍّ لَا يُمَكَّنُ مِنَ الدُّخُولِ بَلْ يَخْرُجُ إِلَيْهِ مَنْ يَقْضِي الْأَمْرَ الْمُتَعَلِّقَ بِهٖ .

''یہاں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے، کسی مشرک کو کسی صورت بھی حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں، حتیٰ کہ اگر کوئی مشرک کوئی پیغام لے کر آئے یا کسی اہم کام کے لیے آئے، تو اسے (حرم میں) داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ جس شخص کے متعلق اسے کام ہے، وہ خود (حرم سے) باہر نکل کر اس کے پاس آئے گا۔''

(شرح مسلم : 116/9)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَبْدًا أَوْ أَحَدًا مِّنْ أَهْلِ الْجِزْيَةِ .

''مشرک غلام اور ذمی دونوں اس ممانعت سے مستثنیٰ ہیں۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 52/6، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ مَسْجِدَنَا هٰذَا بَعْدَ عَامِنَا هٰذَا مُشْرِكٌ إِلَّا أَهْلُ الْعَهْدِ، وَخَدَمُكُمْ .

''اس سال کے بعد ہماری اس مسجد (حرام) میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوسکتا، البتہ اگر وہ مشرک ذمی ہو یا آپ کا خادم ہو، تو حرج نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 392/3)

سند ضعیف ہے۔

① شریک بن عبداللہ قاضی سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز مدلس بھی ہے۔

② اشعث بن سوار ضعیف ہے۔

③ حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهٗ كَلَّمَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ حِينَ وَفَدَ عَلَيْهِ، فَقَالَ : يَا أَخَا سَبَأٍ لَا بُدَّ مِنْ صَدَقَةٍ، فَقَالَ : إِنَّمَا

زَرَعْنَا الْقُطْنَ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَقَدْ تَبَدَّدَتْ سَبَأٌ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ بِمَأْرِبَ، فَصَالَحَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبْعِينَ حُلَّةَ بَزٍّ مِنْ قِيمَةِ وَفَاءِ بَزِّ الْمَعَافِرِ كُلَّ سَنَةٍ عَمَّنْ بَقِيَ مِنْ سَبَأٍ بِمَأْرِبَ فَلَمْ يَزَالُوا يُؤَدُّونَهَا، حَتّٰى قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ الْعُمَّالَ انْتَقَضُوا عَلَيْهِمْ بَعْدَ قَبْضِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا صَالَحَ أَبْيَضُ بْنُ حَمَّالٍ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحُلَلِ السَّبْعِينَ، فَرَدَّ ذٰلِكَ أَبُو بَكْرٍ عَلٰى مَا وَضَعَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى مَاتَ أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ انْتَقَضَ ذٰلِكَ، وَصَارَتْ عَلَى الصَّدَقَةِ.

”جب آپ رضی اللہ عنہ وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ (زکوٰۃ) کے بارے میں بات چیت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سبأ (یمن کا ایک شہر) کے باشندے! زکوٰۃ کی ادائیگی تو ضروری ہے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! ہماری زراعت تو صرف کپاس ہے، یقیناً اب سبأ کے باشندے (شہر سے) منتشر ہو چکے ہیں، ان میں سے چند ایک لوگ مارب مقام پر باقی رہ گئے ہیں (اب اس شہر کے باسیوں کی پہلے والی ٹھاٹھ باٹھ نہیں رہی)۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مصالحت کر لی کہ وہ ہر سال ایسے ستر جوڑے ادا کریں گے، جن کی قیمت معافری ریشم کے جوڑوں

کے برابر ہو۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک اس کی ادائیگی کرتے رہے۔ پھر عاملین نے نبی کریم ﷺ کے ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ سے ستر جوڑے لینے کے معاہدے کو توڑ دیا، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو اسی شرط پر دوبارہ جاری کر دیا، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے قائم کیا تھا، یہ معاملہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تک جاری رہا۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ معاملہ پھر سے ٹوٹ گیا، تو ان سے بھی اسی طرح صدقہ لیا جانے لگا، جس طرح دوسروں سے لیا جاتا تھا۔''

(سنن أبي داود : 3028، المُعجم الكبير للطّبراني :277/1)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ثابت بن سعید بن ابیض مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۶/۱۲۵'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(دیوان الضّعفاء : 683)

② سعید بن ابیض مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۴/۲۸۰'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ جَهَالَةٌ .

''اس میں جہالت ہے (اس کی عدالت معلوم نہیں)۔''

(میزان الاعتدال : 126/2)

❀ حافظ ابن القطان رحمہ اللہ ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ، فَإِنَّ ثَابِتًا وَأَبَاهُ مَجْهُولَانِ.

”یہ حدیث غیر ثابت ہے، کیونکہ ثابت بن سعید اور اس کا باپ دونوں مجہول ہیں۔“

(بيان الوَهم والإيهام : 93/5)

❀ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُحْتَجُّ بِإِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيثِ فِيمَا أَعْلَمُ؛ لِأَنَّ سَعِيدًا لَمْ يَرْوِ عَنْهُ فِيمَا أَدْرِي إِلَّا ثَابِتٌ، وَثَابِتٌ مِثْلُهُ فِي الضَّعْفِ.

”میرے علم کے مطابق اس حدیث کی سند سے حجت نہیں پکڑی جائے گی، کیونکہ میری دانست میں سعید سے صرف ثابت نے ہی روایت لی ہے اور ثابت بھی کمزور (مجہول) ہونے میں سعید کی طرح ہے۔“

(الأحكام الوسطى : 112/3)

سوال: کیا مقلدین اپنے ائمہ کی شان میں غلو کرتے ہیں؟

جواب: تقلید بری چیز ہے، یہ سراسر جہالت ہے، اس نے اُمت میں کئی برائیوں کو جنم دیا ہے، جن میں سے ایک غلو واطراء ہے۔ ہر دور کے جامد مقلدین اپنے اپنے ائمہ کی شان میں مبالغہ سے کام لیتے رہے ہیں۔ ان مقلدین کو اپنے ائمہ سے شرعی محبت نہیں، بلکہ ان کی محبت کی بنیاد نفسانی خواہش پر ہے۔ اس لیے ائمہ مسلمین نے مقلدین کے حوالہ سے متنبہ کیا ہے۔

❀ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) نے لکھا ہے:

هُوَ كَالصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ہیں۔“

(الدّر المختار، ص 13)

✿ نیز لکھتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ النُّعْمَانَ مِنْ أَعْظَمِ مُعْجِزَاتِ الْمُصْطَفٰی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْقُرْآنِ .

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ قرآن کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہیں۔“

(الدّر المختار، ص 13)

یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں لغو اور تکلف ہے۔شان وہ ہے، جو حقیقت پر مبنی ہو، محض الفاظ کے عمدہ چناؤ یا اچھی تشبیہات سے شان ثابت نہیں ہوتی۔امام رحمہ اللہ ان تمام چیزوں سے بری ہیں۔غلو دراصل یہود ونصاریٰ کی بدخصلت تھی۔

✿ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰؤُلَاءِ أُشْرِبَتْ قُلُوبُهُمْ حُبَّ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَفْرَطُوا فِيهِ حَتّٰی لَا يَرَوْنَ أَنَّ أَحَدًا كَانَ أَعْلَمَ مِنْهُ كَمَا أَفْرَطَتِ الشِّيعَةُ فِي حُبِّ عَلِيٍّ وَكَانَ وَاللّٰهِ سُفْيَانُ أَعْلَمَ مِنْهُ .

”ان (حنفی مقلدین) کے دلوں کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی محبت پلا دی گئی ہے، یہ اس محبت میں حد سے بڑھ چکے ہیں، یہاں تک کہ ان کے خیال میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بڑا عالم کوئی نہیں، جیسا کہ شیعہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں غلو کیا ہے، اللہ کی قسم! سفیان ثوری رحمہ اللہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑے عالم تھے۔“

(حِلية الأولياء لأبي نعيم : 358/6، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل قول پر تبصرہ درکار ہے!

❁ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ كِتَابَ مُسْلِمٍ مَلْآنٍ مِنَ الشِّيعَةِ .

''امام مسلم رحمہ اللہ کی کتاب (صحیح) شیعہ راویوں سے لبریز ہے۔''

(تاريخ نيسابور، نقلًا عن المُقنع في عُلوم الحديث لابن الملقن : 270/1، شرح التّبصرة للعراقي :359/1، تدريب الرّاوي للسّيوطي :385/1)

جواب: امام حاکم رحمہ اللہ کا یہ قول محل نظر ہے۔ جہاں تک شیعہ راویوں کا تعلق ہے، تو وہ ہر حدیث کی کتاب میں موجود ہیں، اسی طرح صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں۔

خوب یاد رہے کہ یہاں شیعہ سے مراد اصطلاحی شیعہ نہیں، جسے رافضی کہتے ہیں، محدثین کی خاص اصطلاح میں شیعہ کا اطلاق اس راوی پر بھی ہوتا ہے، جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مقام ومرتبہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتا تھا۔ ایسے راوی کی روایت محدثین کے ہاں قبول ہوتی تھی، بشرطیکہ اس کی عدالت ثابت ہو۔ محدثین کی اصطلاح میں شیعہ ہونا راوی کی عدالت میں عیب نہیں، البتہ اصطلاحی شیعہ یعنی رافضی کی روایت قبول نہیں، کیونکہ روافض کے دین کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کا دین سرتا سر جھوٹ ہے۔ بخاری ومسلم میں کوئی راوی رافضی نہیں، جس پر روایت کا دارومدار ہو۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

لَا قَطْعَ فِي الطَّيْرِ .

”پرندوں (کی چوری) پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔“

(الهداية : 363/2)

(جواب): اس روایت کا مرفوع ہونا بے سند اور بے اصل ہے، یہ الفاظ کتب حدیث میں نبی کریم ﷺ سے منقول و ماثور نہیں۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ مَرْفُوعًا .

”یہ روایت مجھے مرفوع نہیں ملی۔“

(التّنبيه، ص 428)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

”اس روایت کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 360/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا مَرْفُوعًا .

”یہ حدیث مرفوع منقول نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 195/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 109/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

”یہ حدیث مرفوعًا بے اصل ہے۔“

(البِناية : 16/7)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ رَفْعُهُ .

”اس روایت کا مرفوع ہونا معروف (منقول) نہیں۔“

(فتح القدير : 330/5)

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفْعُهُ ...... غَيْرُ مَعْرُوفٍ .

”اس روایت کا مرفوع ہونا معروف (منقول) نہیں۔“

(فتح باب العِناية بشرح النّقاية : 242/3، مرقاة المَفاتيح : 2356/6)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ عطاء بن سائب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَقِيتُ ابْنَ ابْنٍ لِعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَقَالَ : إِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يُبْغِضُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاعْلَمْ أَنَّ أَصْلَهُ يَهُودِيٌّ .

”میری ملاقات سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پوتے (عبادہ بن ولید بن عبادہ رحمہ اللہ) سے ہوئی، تو انہوں نے فرمایا: جب آپ کسی شخص کو دیکھیں کہ وہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہو، تو یقین کر لیجئے کہ اَصلاً وہ یہودی ہے۔“

(الشّريعة للآجري : 1540)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عطاء بن سائب مختلط ہیں، ابوعوانہ نے عطاء سے قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط دونوں حالتوں میں سماع کیا ہے، روایات کا امتیاز نہ ہو سکا، لہٰذا روایت ضعیف ہے۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ سَمِعَ أَبُو عَوَانَةَ مِنْ عَطَاءٍ فِي الصِّحَّةِ وَفِي الْاِخْتِلَاطِ جَمِيعًا وَّلَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهٖ .

”ابوعوانہ نے عطاء بن سائب سے صحت اور اختلاط دونوں حالتوں میں سنا ہے، لہٰذا اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔“

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 328/3، الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 334/6)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّمَا بَذَلُوا الْجِزْيَةَ لِتَكُونَ دِمَائُهُمْ كَدِمَائِنَا، وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا .

”یہ کفار جزیہ دینے پر اس لیے آمادہ ہوئے، تا کہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں اور ان کے مال ہمارے مال کی طرح ہو جائیں۔“

(الهِداية : 379/2)

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے روایت منقول نہیں، یہ بے سند اور بے اصل روایت ہے۔

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ .

”یہ روایت میرے علم میں نہ آسکی۔“

(التّنبیہ، ص 437)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِیبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(نصب الرّایۃ: 381/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا .

”ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّرایۃ: 115/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِیبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(البِنایۃ: 102/7)

سوال: کیا صحابہ کو عذاب قبر ہو سکتا ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عذاب قبر نہیں، اس حوالہ سے جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں، وہ ضعیف و غیر ثابت ہیں یا وہ اس باب میں صریح نہیں۔

ذیل کی روایت کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عذاب قبر ہوسکتا ہے، جبکہ یہ استدلال کمزور ہے۔ حدیث اور اس کا درست مفہوم ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، فَغَضِبَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيعُونِي؟ قَالُوا: بَلٰى، قَالَ: قَدْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَمَا جَمَعْتُمْ حَطَبًا، وَأَوْقَدْتُمْ نَارًا، ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِيهَا فَجَمَعُوا حَطَبًا، فَأَوْقَدُوا نَارًا، فَلَمَّا هَمُّوا بِالدُّخُولِ، فَقَامَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ، قَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا تَبِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرَارًا مِّنَ النَّارِ أَفَنَدْخُلُهَا؟ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ، إِذْ خَمَدَتِ النَّارُ، وَسَكَنَ غَضَبُهُ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا، اس پر ایک انصاری شخص کو امیر مقرر کر دیا، سریہ والوں سے کہا کہ اپنے امیر کی اطاعت کیجئے گا۔ تو ہوا یوں کہ امیر ان پر غصہ ہوگیا، کہنے لگا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ کہا: کیوں نہیں، تو کہنے لگا: میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کر کے آگ لگاؤ اور اس میں کود جاؤ، انہوں نے لکڑیاں جمع کیں، آگ لگائی، جب کودنے

لگے،تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔تو بعض نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا اتباع آگ سے بچنے کوتو کیا ہے،اب کیا آگ میں ہی داخل ہو جائیں؟ وہ یہی سوچ رہے تھے کہ آگ بجھ گئی، امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی گئی،تو فرمایا: اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے،تو اس سے کبھی نہ نکلتے،اطاعت صرف معروف میں ہے۔''

(صحيح البخاري : 7145، صحيح مسلم : 1840)

یہاں آگ سے عذاب قبر یا نار جہنم مراد نہیں، بلکہ اس آگ سے مراد وہی آگ ہے، جو جلائی گئی تھی۔معنی یہ ہے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے امیر کی اطاعت کر کے اس آگ میں چھلانگیں لگا دیتے،تو اس آگ سے کبھی بھی زندہ بچ کر نہ نکل پاتے، بلکہ اسی آگ میں فوت ہو جاتے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّهُمْ يَمُوتُونَ بِتَحْرِيقِهَا، فَلَا يَخْرُجُونَ أَحْيَاءً، وَلَيْسَ الْمُرَادُ هُنَا نَارَ جَهَنَّمَ وَلَا التَّخْلِيدَ فِيهَا .

''کیونکہ وہ صحابہ اس آگ کے جلا دینے کی وجہ سے فوت ہو جاتے اور کبھی بھی زندہ نہ بچ پاتے۔ یہاں دوزخ کی آگ مراد نہیں اور نہ اس میں ہمیشہ سے ہمیشہ رہنا مراد ہے۔''

(التّوشيخ : 4156/9)

❀ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو غادیہ رضی اللہ عنہ نے شہید کیا۔

(طَبقات ابن سعد : 260/3، مسند الإمام أحمد : 198/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اس روایت کے بعض الفاظ ہیں:

إِنَّ قَاتِلَهٗ، وَسَالِبَهٗ فِي النَّارِ .

''عمار کو قتل کرنے والا اور اس کا مال سلب کرنے والا جہنم میں جائے گا۔''

یہ الفاظ ثابت نہیں، ابو حفص اور کلثوم بن جبر کا سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ فِيْهِ انْقِطَاعٌ .

''اس کی سند میں انقطاع ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 544/2)

دوسری سند میں لیث بن ابی سلیم ضعیف وسیء الحفظ ہے، تیسری سند مجاہد کی مرسل ہے، دیگر سندیں بھی ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❁ اس کی ایک جھوٹی سند بھی ہے۔

(تاريخ بغداد : 255/3)

ابو یحییٰ عمرو بن عبد الجبار یمامی اور اس کے والد کی توثیق نہیں، نیز حسن بصری کا عنعنہ بھی ہے۔

❁ الکامل لابن عدی (۱۲۳/۳) والی روایت باطل ہے۔ حسن بن دینار ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

أَمَانُ الْعَبْدِ أَمَانٌ .

”غلام کی امان بھی امان ہے۔“

(الهداية : 383/2)

جواب: روایت بے اصل ہے۔

علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”بے اصل ہے۔“

(نصب الرّاية : 396/3)

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ هٰذَا مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ .

”سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول نہیں۔“

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 228/4)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدّراية : 118/2)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ .

”یہ حدیث بے اصل ہے۔“

(البِناية : 126/7)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ لَهٗ أَصْلٌ .

''اس روایت کی کوئی اصل معلوم نہیں۔''

(المَصنوع لملا علي القاري الحنفي : 37)

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ لَا يُعْرَفُ .

''اس روایت کا مرفوع ہونا معروف (منقول) نہیں۔''

(مرقاة المَفاتيح : 2365/6)

❁❁❁❁❁❁❁